ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

The ALFAZL QADIAN

الفضل قادیان

خاتم النبیین نمبر

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

تار کا پتہ الفضل قادیان

قیمت

ایڈیٹر غلام نبی

۱۲ جون ۱۹۲۸ء مطابق ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۴۶ ہجری

جلد ۱۵ نمبر ۹۶

ہمارا پیشوا

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے

اُس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بےخطا یہی ہے

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چُوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

(از کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

(صلے اللہ علیہ وسلم)

سلام بحضور سید الانام

(از جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب)

بدرگاہِ ذیشانِ خیر الانام
بصد عجز و منت بصد احترام

شفیعِ الوریٰ مرجعِ خاص و عام
یہ کرتا ہے عرض آپ کا اک غلام

بیاں کر دئے سب حلال اور حرام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

کہ اے شاہِ لولاک عالی مقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال

وہ سب آپ میں جمع ہیں لامحال
ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں

جو دیکھا وہ حسن اور وہ نورِ جبیں
کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں

لیا ظلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

زہے خلقِ اکمل زہے حسنِ تام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

وفا اور حیا اور مطہر مذاق
سوارِ جہانگیرِ یکراں براق

شجاعت سخاوت مروت میں طاق
کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی

بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

کیا شرک کا کام تم نے تمام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

علمدارِ عشاقِ ذاتِ یگاں
معارف کا اک قلزمِ بیکراں

سپہدارِ افواجِ قدوسیاں
افاضات میں زندہ جاوداں

محبت سے گھائل کیا آپ نے
جہالت کو زائل کیا آپ نے

دلائل سے قائل کیا آپ نے
شریعت کو کامل کیا آپ نے

پلا ساقیا وصلِ دلبر کا جام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

الفضل

قادیان دارالامان - مورخہ ۱۲ جون ۱۹۲۸ء

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ — ھو الناصر

دنیا کو آزادی دینے والا نبی

(حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے)

مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں بھی الفضل کے خاص نمبر کے لئے مضمون لکھوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس نمبر میں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ درجہ اور ارفع شان کے اظہار کے لئے شائع ہونیوالا ہے۔ مضمون لکھنا ایک ثواب کا کام ہے۔ پس باوجود اس کے کہ ان دنوں میں سخت عدیم الفرصت ہوں۔ اور پھر ساتھ ہی بیمار بھی۔ ایک مختصر سا مضمون لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو ایسا شاندار ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ میں کس پہلو کو اختیار کروں اور کس کو چھوڑوں۔ اور انتخاب کی آنکھ خیرہ ہو کر رہ جاتی ہے لیکن میں اس زمانہ کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے مضمون کے لئے آپکی زندگی کے اس حصہ کو لیتا ہوں کہ کس طرح آپ نے دنیا کو اس غلامی سے نجات دلائی ہے جو ہمیشہ سے دنیا کے گلے کا ہار ہو رہی تھی اور وہ عورتوں کی غلامی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے عورتیں ہر ملک میں غلام اور مملوک کی طرح تھیں اور انکی غلامی مردوں پر بھی اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ لونڈیوں کے بچے آزادی کی روح کو کامل طور پر جذب نہیں کر سکتے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیشہ سے عورت اپنی خوبصورتی یا خوب سیرتی کے زور سے بعض مردوں پر حکومت کرتی چلی آئی ہے لیکن یہ آزادی حقیقی آزادی نہ تھی کیونکہ یہ بطور حق کے حاصل نہ تھی بلکہ بطور استثناء کے تھی اور ایسی استثنائی آزادی کبھی صحیح جذبات کے پیدا کرنے کا موجب نہیں ہو سکتی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے ہوئی ہے اس وقت تک کسی مذہب اور قوم میں عورت کو ایسی آزادی حاصل نہ تھی کہ اسے بطور حق کے وہ استعمال کر سکے۔ بیشک بعض ملک جہاں کوئی بھی قانون نہ تھا وہ ہر قسم کی قیود سے آزاد تھے لیکن اسے بھی آزادی نہیں کہا جا سکتا اسے آوارگی کہا جائیگا۔ آزادی وہ ہے جو تمدن اور تہذیب کے قواعد کو پورا کرتے ہوئے حاصل ہو ان قواعد کو توڑ کر جو حالت پیدا ہو وہ آزادی نہیں کہلا سکتی کیونکہ وہ بلند ہمتی پیدا کرنے کا موجب نہیں بلکہ پست ہمتی پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور اس سے قبل عورت کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنی جائیداد کی مالک نہ تھی اس کا خاوند اسکی جائیداد کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ اسے اسکے باپ کے مال میں سے حصہ نہ دیا جاتا تھا۔ وہ اپنے خاوند کے مال کی بھی وارث نہیں سمجھی جاتی تھی گو بعض ملکوں میں اسکی حین حیات وہ اسکی متولی رہتی تھی۔ اس کا نکاح جب کسی مرد سے ہو جاتا تھا تو یا تو وہ ہمیشہ کیلئے اسکی قرار دے دیجاتی تھی اور کسی صورت میں اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتی تھی اور یا پھر اس کے خاوند کو تو اختیار ہوتا تھا کہ اسے جدا کر دے لیکن اسے اپنے خاوند سے جدا ہونے کا کوئی حق حاصل نہ تھا خواہ اسے کس قدر ہی تکلیف کیوں نہ ہو خاوند اگر اسکو چھوڑ دے اور اس سے سلوک نہ رکھے یا کہیں بھاگ جائے تو اس کے حقوق کی حفاظت کا کوئی قانون مقرر نہ تھا۔ اس کا فرض سمجھا جاتا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو اور اپنے آپکو سے کر بیٹھی رہے اور محنت مزدوری کر کے اپنے آپکو بھی پالے اور بچوں کو بھی پالے۔ خاوند کا اختیار سمجھا جاتا تھا کہ وہ ناراض ہو کر اسے مار پیٹ لے۔ اور اس کے خلاف وہ آواز نہیں اٹھا سکتی تھی۔ اگر خاوند فوت ہو جائے تو بعض ملکوں میں وہ خاوند کے رشتہ داروں کی ملکیت سمجھی جاتی تھی وہ جس سے چاہیں اس کا رشتہ کر دیں خواہ بطور احسان کے یا قیمت لیکر بلکہ بعض جگہ وہ خاوند کی جائیداد سمجھی جاتی تھی۔ بعض خاوند بیویوں کو فروخت کر دیتے تھے یا جوئے اور شرطوں میں ہار دیتے تھے اور وہ بالکل اپنے اختیارات کے دائرہ میں سمجھے جاتے تھے۔ عورت کا بچوں پر کوئی اختیار نہ سمجھا جاتا تھا نہ خاوند کا زوجیت کی صورت میں نہ اس سے علیحدگی کی صورت میں۔ عورت گھر کے معاملہ میں کوئی اختیار نہیں رکھتی تھی۔ اور دین میں بھی خیال کیا جاتا تھا کہ وہ کوئی درجہ نہیں رکھتی دائمی نعمتوں میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ خاوند عورتوں کی جائیداد کو اڑا دیتے تھے اور اس کو بغیر کسی گذارہ کے چھوڑ دیتے تھے۔ وہ بیچاری بعض میں سے صدقہ خیرات یا رشتہ داروں کی خدمت کرنیکی مجاز نہ تھی جب تک کہ خاوند کی مرضی نہ ہو اور وہ خاوند جس کے ماتحت اسکی جائیداد ہوتے تھے کبھی اس معاملہ میں راضی نہ ہوتا تھا ماں باپ جن کا نہایت ہی گہرا اور محبت کا رشتہ ہے انکے مال سے وہ محروم کر دیجاتی تھی حالانکہ جس طرح لڑکے انکی محبت کے حقدار ہوتے ہیں۔ اسی طرح لڑکیاں ہوتی ہیں۔ جو ماں باپ اس نقص کو دیکھ کر اپنی لڑکیوں کو اپنی زندگی میں کچھ دیدیتے تھے انکے خاندانوں میں فساد پڑ جاتا تھا کیونکہ لڑکے یہ تو سمجھتے تھے کہ باپ ماں کے مرنیکے بعد وہ انکی سب جائیداد کے وارث ہونگے ماں یہ ضرور محسوس کرتے تھے کہ انکے ماں باپ انکی نسبت لڑکیوں کو زیادہ دیتے ہیں۔ اسی طرح خاوند جس سے کامل اتحاد کا رشتہ ہوتا تھا۔ اس کے مال سے بھی اسے محروم رکھا جاتا خاوند کے دور دور کے رشتہ دار تو اسکی جائیداد کے وارث ہو جاتے اور وہ عورت جو اسکی محرم راز اور عمر بھر کی ساتھی ہوتی جسکی محنت اور جس کے کام کا بہت سا دخل خاوند کی کمائی میں تھا وہ اس کی جائیداد سے محروم کر دی جاتی تھی۔ یا پھر وہ خاوند کی ساری ہی جائیداد کی نگران قرار دے دیجاتی لیکن وہ اس کے کسی حصہ میں تصرف سے محروم تھی وہ اسکی آمد کو تو خرچ کر سکتی تھی لیکن اس کے کسی حصہ کو استعمال نہیں کر سکتی تھی اور اس طرح بہت سے صدقات جاریہ میں اپنی خواہش کے مطابق حصہ لینے سے محروم رہتی تھی۔ خاوند اسپر خواہ کس قدر ہی ظلم کرے وہ اس سے جدا نہیں ہو سکتی تھی یا جن قوموں میں جدا ہو سکتی تھی ایسی شرائط پر کہ بہت سی شریف عورتیں اس جدائی سے موت کو ترجیح دیتی

تھیں۔ مثلاً جُدائی کی یہ شرط تھی کہ خاوند یا عورت کی بدکاری ثابت کیجائے اور پھر اسکے ساتھ ظلم بھی ثابت کیا جائے۔ اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ تھا کہ بہت سی صورتوں میں جب عورت کا خاوند کے ساتھ رہنا ناممکن ہوتا تھا تو اسے کامل طور پر جدا کرنے کی بجائے صرف علیحدہ رہنے کا حق دیا جاتا تھا جو خود ایک سزا ہے کیونکہ اس طرح وہ اپنی زندگی کو بے مقصد بسر کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ یا پھر یہ ہوتا تھا کہ خاوند جب چاہے عورت کو جُدا کر دے لیکن عورت کو اپنی علیحدگی کا مطالبہ کرنے کا کسی صورت میں اختیار نہ تھا۔ اگر خاوند اسے معلقہ چھوڑ دیتا یا ملک چھوڑ جاتا اور خبر نہ لیتا تو عورت کو مجبور کیا جاتا کہ وہ اس کا انتظار عمر بھر کرتی رہے اور اسے اپنی عمر کو ملک اور قوم کیلئے مفید طور پر بسر کرنے کا اختیار نہ تھا۔ شادی کی زندگی بجائے آرام کے اسکے لئے مصیبت بنجاتی تھی اس کا کام ہوتا کہ وہ خاوند اور بیوی دونوں کا کام بھی کرے اور خاوند کا انتظار بھی کرے۔ خاوند کا فرض بجنے گھر کے اخراجات کے لئے کمانا بھی اسکے سپرد ہو جاتا اور عورت کی ذمہ واری کہ بچوں کی نگہداشت اور ان کی پرورش کرے یہ بھی اسکے سپرد رہتا۔ ایک طرف قلبی تکلیف دوسری طرف مادی ذمہ واریاں۔ یہ سب اس بیکس جان کیلئے روا رکھی جاتی تھیں۔ عورتوں کو مارا پیٹا جاتا اور اسے خاوند کا جائز حق تصور کیا جاتا۔ خاوندوں کے مرنیکے بعد عورتوں کا زبردستی خاوند کے رشتہ داروں سے نکاح کر دیا جاتا تھا یا اور کسی شخص کے پاس قیمت لیکر بیچ دیا جاتا بلکہ خاوند خود اپنی عورتوں کو بیچ ڈالتے۔ پانڈوں جیسے عظیم الشان شہزادوں نے اپنی بیوی کو جوئے میں ہار دیا اور ملک کے قانون کے سامنے دروپدی جیسی شریف شہزادی اف نہ کر سکی۔ بچوں کی تعلیم یا پرورش میں ماؤں کی رائے نہ لیجاتی تھی اور ان کا بچوں پر کوئی حق نہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ اگر ماں اور باپ میں جُدائی واقع ہو تو بچوں کو باپ کے سپرد کیا جاتا تھا۔ عورت کا گھر سے کوئی تعلق نہ سمجھا جاتا تھا نہ خاوند کی زندگی میں نہ بعد۔ جب چاہتا خاوند اسے گھر سے نکال دیتا تھا اور وہ بے خانماں ہو کر ادھر اُدھر پھرتی رہتی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ان سب ظلموں کو یکقلم مٹا دیا گیا۔ آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے عورتوں کے حقوق کی نگہداشت خاص طور پر سپرد فرمائی ہے میں خدا تعالیٰ کیطرف سے اعلان کرتا ہوں کہ مرد اور عورت بلحاظ انسانیت برابر ہیں اور جب وہ مِلکر کام کریں تو جس طرح مرد کو بعض حقوق عورت پر حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح عورت کو مرد پر بعض حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ عورت اسی طرح جائیداد کی مالک ہو سکتی ہے جس طرح مرد ہو سکتا ہے اور خاوند کا کوئی حق نہیں کہ عورت کے مال کو استعمال کرے جب تک کہ عورت خوشی سے بطور ہدیہ اسے کچھ نہ دے۔ اس سے جبراً مال لینا یا اس طرح لینا کہ شبہ ہو کہ عورت کی حیا انکار سے مانع رہی ہے نادرست ہے۔ خاوند بھی جو کچھ بطور ہدیہ اسے دے وہ عورت کا ہی مال ہوگا اور خاوند اُسے واپس نہیں لے سکے گا۔ وہ اپنی ماں اور اپنے باپ کے مال کی اسی طرح وارث ہوگی جس طرح کہ بیٹے اپنے ماں باپ کے وارث ہوتے ہیں۔ ہاں چونکہ خاندانی ذمہ واریاں مرد پر ہوتی ہیں اور عورت پر صرف اپنی ذات کا بار ہوتا ہے اس لئے اسے مرد سے آدھا حصہ ملیگا۔ اسی طرح ماں بھی اپنے بیٹے کے مال سے اسی طرح حصہ پائیگی جس طرح باپ۔ گو مختلف حالات اور ذمہ واریوں کے لحاظ سے کبھی باپ کے برابر اور کبھی کم حصہ اسے ملیگا۔ وہ اپنے خاوند کے مرنے پر اس کے مال کی بھی وارث ہوگی خواہ اولاد ہو یا نہ ہو کیونکہ اسے دوسرے کا دست نگر نہیں بنایا جا سکتا۔ اسکی شادی بیشک ایک پاک اور مقدس عہد ہے جس کا توڑنا بعد اسکے کہ مرد اور عورت نے ایک دوسرے سے انتہائی بے تکلفی پیدا کر لی۔ نہایت معیوب ہے۔ لیکن یہ نہیں کہ اگر عورت اور مرد کی طبیعت میں خطرناک اختلاف ثابت ہو یا مذہبی جسمانی مالی۔ تمدنی طبعی مغایرت کے باوجود انھیں مجبور کیا جائے کہ وہ اس عہد کی خاطر اپنی عمر کو برباد کر دیں اور اپنی پیدائش کے مقصد کو کھو دیں۔ جب ایسے اختلافات پیدا ہو جائیں اور مرد اور عورت متفق ہوں کہ اب وہ اکٹھے نہیں رہ سکتے تو وہ اس معاہدہ کو برضا مندی باطل کر دیں۔ اور اگر مرد اس خیال کا ہو اور عورت نہ ہو تو آپس میں اگر کسی طرح سمجھوتا نہ ہو سکے تو ایک پنچایت انکے درمیان فیصلہ کرے جسکے دو ممبر ہوں ایک مرد کی طرف سے اور ایک عورت کیطرف پھر اگر وہ فیصلہ کریں کہ ابھی عورت اور مرد کو اور کچھ مدت مِلکر رہنا چاہیئے تو چاہیئے کہ انکے بتائے ہوئے طریق پر مرد اور عورت مِلکر رہیں۔ لیکن جب اس طرح بھی اتفاق نہ پیدا ہو تو مرد عورت کو جُدا کر سکتا ہے لیکن اس صورت میں اس نے جو مال اسے دیا ہے وہ اسے واپس نہیں لے سکتا۔ بلکہ مہر بھی اسے پورا ادا کرنا ہوگا۔ برخلاف اسکے اگر عورت مرد سے جُدا ہونا چاہے۔ تو وہ قاضی سے درخواست کرے اور اگر قاضی دیکھے کہ کوئی بد اخلاقی کا محرک اسکے پیچھے نہیں ہے تو وہ اسے اسکی علیحدگی کا حکم دے اور اس صورت میں اسے چاہیئے کہ خاوند کا ایسا مال جو اسکے پاس محفوظ ہو یا مہر آ... واپس کر دے۔ اور اگر عورت کا خاوند اسکے حقوق مخصوصہ کو ادا نہ کرے یا اس سے کلام وغیرہ چھوڑ دے یا اس کو الگ سلائے تو اسکی مدت مقرر ہونی چاہیئے۔ اور اگر وہ چار ماہ سے زائد اس کام کا مرتکب ہو تو اسے مجبور کیا جائے کہ یا اصلاح کرے یا طلاق دے۔ اور اگر وہ اس کو خرچ وغیرہ دینا بند کر دے یا کہیں چلا جائے اور اسکی خبر نہ لے تو اس کا نکاح فسخ قرار دیا جائے (تین سال تک کی مدت فقہائے اسلام نے بیان کی ہے) اور اسے آزاد کیا جائے کہ وہ دوسری جگہ نکاح کرلے۔ اور ہمیشہ خاوند کو اپنی بیوی اور بچوں کے خرچ کا ذمہ وار قرار دیا جائے۔ خاوند کو اپنی بیوی کو مناسب تنبیہ کا اختیار ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ تنبیہ سزا کا رنگ اختیار کرے تو اس پر لوگوں کو گواہ مقرر کرے اور جرم کو ظاہر کرے اور گواہی پر اسکی بنیاد رکھے اور سزا ایسی نہ ہو جو دیرپا اثر چھوڑنے والی ہو۔ خاوند اپنی بیوی کا مالک نہیں وہ اسے بیچ نہیں سکتا نہ اسے خادموں کی طرح رکھ سکتا ہے اسکی بیوی اس کے کھانے پینے میں اس کے ساتھ شریک ہے اور اس کے ساتھ سلوک اپنی حیثیت کے مطابق اسے کرنا ہوگا اور جس طبقہ کا خاوند ہے اس سے کم سلوک اسے جائز نہ ہوگا۔ خاوند کے مرنے کے بعد اس کے رشتہ دار تو کجا بھی اس پر کوئی اختیار نہیں وہ آزاد ہے۔ نیک صورت دیکھ کر اپنا نکاح کر سکتی ہے اس سے اسے روکنے کا کسی کو حق نہیں نہ اسے مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک خاص جگہ پر رہے صرف چار ماہ دس دن تک اسے خاوند کے گھر ضرور رہنا چاہیئے تا اس وقت تک وہ تمام حالات ظاہر ہو جائیں جو اس کے اور خاوند کے دوسرے متعلقین کے حقوق پر اثر ڈال سکتے ہیں۔ عورت کو اس کے خاوند کی وفات کے بعد سال بھر تک علاوہ اس کے ذاتی حق کے خاوند کے مکان سے بھی نہیں نکالنا چاہیئے تا اس عرصہ میں وہ اپنے حصہ سے اپنی رہائش کا انتظام کر سکے۔ خاوند بھی ناراض ہو تو خود گھر سے الگ ہو جائے عورت کو گھر سے نہ نکالے کیونکہ گھر عورت کے قبضہ میں سمجھا جاتا ہے۔ بچوں کی تربیت میں عورت کا بھی حصہ ہے اس سے مشورہ لینا چاہیئے اور اسے بچے کے متعلق کوئی تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔ دودھ پلوانے۔ نگرانی وغیرہ بچے کے متعلق تمام امور میں اس سے پوچھ لینا چاہیئے اور اگر عورت اور مرد آپس میں نبھاؤ کو ناممکن پا کر جدا ہونا چاہیں تو چھوٹے بچے ماں ہی کے پاس رہیں۔ ہاں جب بڑے ہو جائیں تو تعلیم وغیرہ کے لئے باپ کے سپرد کر دیئے جائیں جب تک بچے ماں کے پاس رہیں ان کا خرچ باپ دے بلکہ ماں کو انکے لئے جو وقت خرچ کرنا پڑے اور کام کرنا پڑے تو اسکی بھی مالی مدد خاوند کو کرنی چاہیئے۔ عورت مستقل حیثیت رکھتی ہے اور دینی انعامات بھی وہ ہر قسم کے پا سکتی ہے۔ مرنیکے بعد بھی وہ اعلیٰ درجہ کے انعامات پائیگی اور اس دنیا میں بھی حکومت کے مختلف شعبوں میں وہ حصہ لے سکتی ہے اور اس صورت میں اسکے حقوق

کا ویسا ہی خیال رکھا جائے گا جس طرح کہ مردوں کے حقوق کا۔

یہ وہ تعلیم ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت دی جب اس کے بالکل برعکس خیالات دنیا میں رائج تھے۔ آپنے ان احکام کے ذریعہ عورت کو اس غلامی سے آزاد کرادیا جس میں وہ ہزاروں سال سے مبتلا تھی جس میں وہ ہر ملک میں پابند کی جاتی تھی جس کا طوق ہر مذہب اسکی گردن میں ڈالتا تھا۔ ایک شخص نے ایک ہی وقت میں ان دیرینہ قیود کو کاٹ دیا اور دنیا بھر کی عورتوں کو آزاد کر دیا۔ اور ماؤں کو آزاد کرکے بچوں کو بھی غلامی کے خیالات سے محفوظ کرلیا اور اعلیٰ خیالات اور بلند حوصلگی کے جذبات کے ابھرنے کے سامان پیدا کردئے۔

مگر دنیا نے اس خدمت کی قدر نہ کی اس نے وہی بات جو احسان کے طور پر تھی اسے ظلم قرار دیا۔ طلاق اور خلع کو فساد قرار دیا ورثہ کو خاندان کی بربادی کا ذریعہ عورت کے مستقل حقوق کو خانگی زندگی کا تباہ کرنے والا اور وہ اسی طرح کرتی چلی گئی اور کرتی چلی گئی اور تیرہ سو سال تک وہ اپنی نابینائی سے ان بینائی کی باتوں پر ہنستی چلی گئی۔ اور آپکی تعلیم کو خلاف اصول فطرت قرار دیتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ وقت آگیا کہ خدا کے کلام کی خوبی ظاہر ہو اور جو تہذیب و شائستگی کے دعویدار تھے وہ رسول کریم صلعم کے تہذیب سکھانے والے احکام کی پیروی کریں ان میں سے ہر اک حکومت ایک ایک کرکے اپنے قوانین کو بدلے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصول کی پیروی کرے۔

انگریزی قانون جو طلاق اور خلع کے لئے کسی ایک فریق کی بدکاری اور ساتھ ہی ظلم اور مار پیٹ کو لازمی قرار دیتا تھا ۱۹۲۳ء میں بدل دیا گیا۔ اور صرف بدکاری بھی طلاق اور خلع کا موجب تسلیم کرلی گئی۔

نیوزی لینڈ میں ۱۹۱۲ء میں فیصلہ کردیا گیا کہ سات سالہ پاگل کی بیوی کا نکاح فسخ کیا جاسکتا ہے اور ۱۹۲۵ء میں فیصلہ کیا گیا کہ اگر خاوند یا بیوی عورت اور مرد کے حقوق کو ادا نہ کریں تو طلاق یا خلع ہو سکتا ہے اور تین سال تک خبر نہ لینے پر طلاق کو جائز قرار دیا گیا (بالکل اسلامی فقہا کی نقل کی ہے مگر تیرہ سو سال اسلام پر اعتراض کرنے کے بعد)

آسٹریا کی ریاست کوئینز لینڈ میں پانچ سالہ جنون کو وجہ طلاق تسلیم کرلیا گیا ہے۔ تسمانیا میں ۱۹۱۹ء میں قانون پاس کردیا گیا ہے کہ بدکاری۔ چار سال تک خبر نہ لینا۔ بدمستی اور تین سال تک عدم توجہی۔ قید۔ مار پیٹ اور جنون کو وجہ طلاق قرار دیا گیا ہے۔ علاقہ وکٹوریا میں ۱۹۲۳ء میں قانون پاس کردیا گیا ہے کہ خاوند اگر تین سال خبر نہ لے۔ بدکاری کرے۔ خرچ نہ دے یا سختی کرے۔ قید۔ مار پیٹ۔ یا عورت کیطرف سے بدکاری یا جنون یا سختی اور فساد کا ظہور ہو تو طلاق اور خلع ہو سکتا ہے۔

مغربی آسٹریلیا میں علاوہ اوپر کے قوانین کے حاملہ عورت کی شادی کو بھی فسخ قرار دیا گیا ہے (اسلام بھی ایسے ناجائز قرار دیتا ہے) کیوبا جزیرہ میں ۱۹۱۸ء میں فیصلہ کردیا گیا ہے کہ بدکاری پر مجبور کرنا یا بیٹا کی نگہوج سزا یافتہ ہونا۔ بدمستی۔ جوئے کی عادت حقوق کا ادا نہ کرنا۔ خرچ نہ دینا۔ متعدی بیماری یا باہمی رضامندی کو طلاق یا خلع کی کافی وجوہ تسلیم کرلیا گیا ہے۔

اٹلی میں ۱۹۱۹ء میں قانون بنا دیا گیا ہے کہ عورت اپنے مال کی مالک ہوگی اور اس میں سے صدقہ خیرات کرسکے گی یا اسے فروخت کرسکے گی (اسوقت تک یورپ میں عورت کو اسکے مال کا مالک نہیں مانا جاتا تھا) میکسیکو امریکہ میں بھی اوپر کے بیان کردہ وجوہ کو طلاق و خلع کیلئے کافی وجہ تسلیم کرلیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی باہمی رضامندی کو بھی اسکے جواز کیلئے کافی سمجھا گیا ہے۔ یہ قانون ۱۹۱۷ء میں پاس ہوا ہے۔ پرتگال میں ۱۹۱۵ء میں۔ ناروے میں ۱۹۰۹ء میں۔ سویڈن میں ۱۹۲۰ء اور سوئٹزرلینڈ میں ۱۹۱۲ء میں ایسے قوانین پاس کردیئے گئے کہ جن سے طلاق اور خلع کی اجازت ہوگئی ہے سویڈن میں باپ کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اٹھارہ سال تک کی عمر تک بچہ کے اخراجات ادا کرے۔

یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ میں گو قانون اب تک یہی کہتا ہے کہ بچہ پر باپ کا حق ہے لیکن عملاً اسلامی طریق پر اصلاح شروع ہوگئی اور جج عورت کے احساسات کو تسلیم کرنے لگ گئے ہیں اور مرد کو مجبور کرکے خرچ بھی دلوایا جاتا ہے لیکن ابھی تک اس قانون میں بہت کچھ خامیاں ہیں گو مرد کے حقوق کی حفاظت زیادہ سختی سے کی گئی ہے عورت کو اسکے مال پر تصرف بھی دلایا جارہا ہے لیکن ساتھ ہی بعض ریاستوں میں یہ بھی قانون پاس کردیا گیا ہے کہ اگر خاوند اپاہج ہو جائے تو بیوی پر بھی اسکے اخراجات کا مہیا کرنا لازمی ہوگا۔

عورتوں کو ووٹ کے حقوق دیئے جارہے ہیں اور ان سے قومی امور میں مشورہ لینے کیلئے بھی راہیں کھولی جارہی ہیں لیکن یہ سب باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے پورے تیرہ سو سال کے بعد ہوئی ہیں اور ابھی کچھ ہونی باقی ہیں بہت سے ممالک میں ابھی عورت کو باپ اور ماں اور خاوند کے مال کا وارث نہیں قرار دیا گیا اور اسی طرح اور کئی حقوق باقی ہیں جنہیں اسلام ابھی باقی دنیا کی رہنمائی کررہا ہے لیکن ابھی اس نے اسکی رہنمائی کو قبول نہیں کیا لیکن وہ زمانہ دور نہیں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کو ان معاملات میں بھی دنیا قبول کریگی جس طرح اس نے اور معاملات میں قبول کیا اور آپ کا احسان عورتوں کی آزادی کے متعلق اپنے پورے اثرات اور نتائج ظاہر کریگا۔ اللھم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید۔

مرزا محمود احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

(حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کا مکتوب گرامی)

مکرمی ایڈیٹر صاحب الفضل السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ نے فرمایش کی تھی کہ میں "الفضل" کے خاتم النبیین نمبر کیلئے کوئی مضمون لکھوں۔ ایسی تحریک میں حصہ لینا ہر مسلمان کے واسطے موجب سعادت اور باعث فخر ہونا چاہئے لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں بعض معذوریوں کی وجہ سے کوئی مضمون نہیں لکھ سکا۔ اور مجھے اس محرومی کا قلق ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ میں مصرع مندرجہ عنوان کے متعلق کچھ لکھوں گا اور میں نے اپنے ذہن میں اس مضمون کا ایک مختصر سا ڈھانچہ بھی تیار کیا تھا۔ لیکن اس ذہنی خاکہ کو سپرد قلم نہ کرسکا۔ میرا ارادہ مثالیں دے کر یہ بیان کرنے کا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم (فداہ نفسی) اپنے اس کمال میں منفرد ہیں کہ آپ کا ہر قول اور ہر فعل اور ہر حرکت اور ہر سکون اور ہر عادت اور ہر خلق آپ کی صداقت اور آپ کی فضیلت اور آپ کے کمال کی ایک روشن دلیل ہے اور اس خصوصیت میں آپ جملہ بنی آدم پر ممتاز اور فائق ہیں کیونکہ دنیا میں اور کوئی شخص ایسا نہیں گذرا جس کی ہر بات اس کے کمال کی دلیل ہو۔ اور اسی لئے "سید ولد آدم" کا خطاب پانے کے لئے آپ کے سوا اور کوئی شخص حقدار نہیں۔ یہ مضمون ایک نہایت وسیع مضمون ہے اور تاریخی واقعات کی روشنی میں اسے نہایت مدلل اور دلچسپ طریق پر بیان کیا جاسکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس موقعہ پر جو ایسے مضمون کے واسطے ایک بہت عمدہ موقعہ تھا۔ میں اس مضمون کے بیان کرنے سے محروم رہا ہوں۔ اگر زندگی رہی۔ اور خدا نے توفیق دی تو انشاء اللہ پھر کبھی عرض کروں گا۔

وما توفیقی الا باللہ

اگر مناسب سمجھیں تو میری طرف سے یہ چند سطور اخبار میں شائع فرمادیں۔ تاکہ احباب کی دعا میں تھوڑا سا حصہ میں بھی پاسکوں۔

خاکسار مرزا بشیر احمد

۲۷ ۵/۲۸

خاتم النبیین
(صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حُسنِ یُوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری ✻ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(از جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب ۔ سونی پت)

دُنیا میں ہزاروں حسین گذرے اور ہزاروں موجود ہیں۔ لاکھوں اہلِ علم گذرے اور لاکھوں موجود ہیں۔ ہر طرح کی خوبیاں رکھنے والے بہت سے گذر چکے اور بہت سے موجود ہیں۔ دیندار اور خدا سے تعلق رکھنے والے ہمیشہ سے چلے آئے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ بادشاہ فاتح۔ موجد فلاسفر غرض ہر بات میں کمال رکھنے والے نہ کبھی مفقود ہوئے نہ ہونگے۔ مگر مجھے تو کسی ایسے شخص کی تلاش تھی۔ جو تمام کے تمام کمالات انسانی اپنے اندر رکھتا ہو۔ کوئی ایسا حسن نہ ہو۔ جو اس میں بدرجہ کمال موجود نہ ہو۔ پھر وہ ان تمام خوبیوں سے دوسروں کو بھی آراستہ کر سکتا ہو۔ کیونکہ حسین کے نام سے مجھے نفرت ہے۔ اور بدشکل محسن سے بھی کوسوں بھاگتا ہوں متکبر نہ ہو جب مجھے دیکھے تو مسکرائے۔ بلکہ خود بلائے۔ اس کی صحبت سے میرا دل گرم اور سینہ منور ہو۔ اور اس کے نام کی لذت سے میری زبان تمام اور لذات کو بھول جائے۔ اور اس کی یاد سے میرا تاریک کنج دماغ روضۃ من ریاض الجنۃ بن جائے ؂

ماضی اور حال دونو زمانوں کو میرے علم اور نظر اور تخیل نے کھنگول ڈالا۔ جسے دیکھتا ہوں۔ اس میں کہیں نہ کہیں کوئی نقص پاتا ہوں۔ کوئی نہ کوئی کمی نظر آتی ہے۔ میں پہلے ہی اپنے دوستوں میں عیب چین مشہور ہوں۔ جب نظر پڑتی ہے تو پہلے نقص پر ہی۔ اس لئے جہاں اور لوگ ٹھہر گئے۔ میں وہاں سے منہ بناتا ہوا آگے روانہ ہوا۔ یا اللہ تمام دنیا میں کوئی ایسا حسین بھی ہوا ہے۔ جو بے عیب ہو۔ جس پر تمام انسانی کمالات ختم ہوں۔ ہوگا تو سہی اور ضرور ہوگا۔ بادشاہ دیکھے۔ مگر عیاش اور حریص۔ فلاسفر اور حکمار دیکھے مگر خشک۔ حسین دیکھے۔ مگر بیہودہ۔ بہادر دیکھے مگر ظالم اور خود پرست شاعر دیکھے۔ مگر یاوہ گو اور بزدل۔ اہلِ قلم دیکھے۔ مگر بے عمل اور متخیل۔ دیندار مرد دیکھے مگر خشک۔ اہلِ اخلاق دیکھے مگر دون ناقص غرض بازارِ عالم میں ہر پھر کر سب کو دیکھا۔ ناامیدی سی ہو گئی۔ گوہرِ مراد نہ ملا۔ اتنے میں کسی نے کہا۔ ذرا زمرۂ انبیاء پر بھی تو نظر کرو۔ دنیا کی ظاہری ٹیپ ٹاپ پر نہ جاؤ۔ جب ان کو دیکھا تو وہ ناامیدی دور ہوئی۔ عجب لوگ نظر آئے۔ جن کا کام حُسن۔ کلام حُسن۔ شکل اچھی۔ اخلاق اچھے۔ عادات پسندیدہ۔ کوئی کونہ تاریک نہ تھا۔ دل کو بڑی ڈھارس ہوئی۔ ان سب کا جائزہ لیا۔ آخر گوہرِ مراد مل گیا۔ یعنی جس کی تلاش اور جستجو تھی۔ وہ نکل آیا۔ اور نکلا بھی کہاں سے۔ عرب کے جھلستے ریگستان اور بے آب وگیاہ کوہستان کی کان سے۔ جہاں نہ علم نہ عقل نہ ہدایت نہ تہذیب نہ تمدن۔ نہ حکومت نہ سلطنت اور ملا بھی وہ جسے انسان کامل کہوں۔ سب سے بڑا آدمی کہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کہوں۔ آنکھیں اس کے حسن کو دیکھ کر خیرہ ہو گئیں۔ اور حریص فطرت اس کے احسانات کو لے لیکر گرشکستہ۔ نام پوچھا تو محمدؐ! سبحان اللہ! میں بھی تو "محمدؐ" ہی کی تلاش میں تھا۔ یعنی جس میں کوئی نقص نہ ہو۔ سراسر خوبیاں ہی ہوں۔ ہر تعریف کے لائق صفت موجود ہو۔ ہر حسن نمایاں ہو۔ کمالاتِ انسانی کا خاتم۔ نہ ایسا کوئی ہوا نہ ہو صدقے اس نام کے۔ نام بھی کسی نے چن کر ہی رکھا ؂

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کمالِ انسانیت کے معیار

میرا معیار دنیا کے سب سے بڑے انسان کے لئے کیا تھا؟ وہ کن کمالات اور محاسن کا مجموعہ ہو؟ سنئے:۔

(۱) کمال درجہ کا جسمانی حُسن (۲) دماغ اور عقل مکمل ہو (۳) حسب و نسب کے لحاظ سے چوٹی کے شرفاء میں سے ہو (۴) کمال اخلاق سے مزین ہو۔ اور ہر قسم کے اخلاق دکھانے کا اسے موقعہ بھی ملا ہو۔ (۴) کمال علم (۵) کمال تعلیم یا افاضۂ علم (۶) کمال جذب اور قوتِ قدسی (۷) کمال کامیابی (۸) کمال شفقت اور خیر خواہی مخلوقات کے لئے رکھتا ہو (۹) کمال محبت اور تعلق اللہ کے ساتھ ہو (۱۰) کوئی فرضی یا مجہول الاحوال انسان نہ ہو۔ بلکہ ایسا ہو۔ کہ اس کی ہر حرکت اور سکون۔ ہر قول اور فعل اور زندگی کے ہر شعبہ کا مفصل علم بکثرت ثقہ راویوں کی معرفت ہم کو ملا ہو (۱۱) مجسم زندگی ہو۔ اور دوسروں کو اپنے اثر سے زندہ کرتا ہو۔ سفلی اور حیوانی زندگی نہیں بلکہ حیاتِ ابدی اور ایسی زندگی جس میں روح القدس نازل ہو کر اس خاکِ تیرہ کو بقعۂ نور بنا دے۔

سو یہ سب باتیں ہم نے محمدؐ اور صرف محمدؐ ہی میں پائیں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ؂

حسنِ جسمانی

میانہ قد۔ موزون اندام۔ سرخ وسفید رنگ۔ چوڑی پیشانی ناک لمبی اور سیدھی۔ گردن اونچی۔ سر بڑا۔ سینہ کشادہ آنکھیں سیاہ۔ پسینہ میں خوشبو۔ جلد نہایت نرم۔ تیز رفتار۔ گفتگو نہایت شیریں اور دل آویز۔ ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے تھے۔ ایک ایک فقرہ الگ۔ آواز بلند۔ بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔ قہقہہ نہ مارتے تھے بلکہ مسکراتے تھے۔ ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ خوش لباس تھے۔ جامہ زیب تھے۔ خوشبو پسند فرماتے تھے۔ نہایت صاف وپاک رہتے تھے ہمیشہ مسواک کرتے تھے۔ خوشی کے وقت چہرہ کندن کی طرح چمکنے لگتا ہمیشہ چست رہتے تھے۔ سر سے پیر تک جسم میں کوئی عیب نہ تھا۔ بدبودار چیزوں سے سخت نفرت تھی ؂

عبداللہؓ بن سلام یہودی نے جب پہلے پہل آپ کو دیکھا تو بے اختیار بول اٹھے۔ کہ "خدا کی قسم یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے"۔ جابرؓ کہتے ہیں۔ آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا۔ براءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کوئی شخص آپ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ انسؓ کہتے ہیں۔ میں نے دیبا اور حریر بھی آپ کی جلد سے زیادہ نرم نہیں دیکھے۔ مشک اور عنبر میں بھی آپ کے بدن سے زیادہ خوشبو نہ تھی۔ جس گلی کو چہ سے نکل جاتے وہ معطر ہو جاتا۔ خود آئینہ دیکھکر دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللھم کما احسنت خَلقی فاحسن خُلقی۔ اے اللہ جس طرح تو نے میری بناوٹ اور جسم کو خوبصورت بنایا ہے۔ اسی طرح میرے اخلاق بھی نہایت اعلیٰ کر دے

عقل کا کمال

اگرچہ عقل کا کمال اخلاق کے اظہار سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور جس کے اخلاق نہایت اعلیٰ ہوں۔ اس کی عقل بہر حال نہایت اعلیٰ تسلیم کرنی پڑیگی۔ مگر اور دنیا کی باتوں میں بھی آپ کی عقل عجیب ممتاز نظر آتی ہے مثلاً آپ کی دنیا سے بے تعلقی آپکے کمال عقل پر دلالت کرتی ہے۔ لاکھوں جاں نثار موجود ہیں۔ تمام عرب زیرِ نگین ہے۔ فتوحات وغیرہ کا مال چلا آتا ہے۔ مگر انتقال ہوا تو گھر کی ایک تہ بند اور پیوند لگا ہوا ایک کمبل آپکے اوپر تھا۔ زرہ ایک یہودی کے ہاں گروی پڑی تھی۔ ترکہ میں نہ کوئی لونڈی

چھوڑی نہ غلام۔ نہ روپیہ نہ پیسہ۔ دو دو مہینے گھروں میں آگ نہ جلتی تھی۔ کبھی نفیس اور امیرانہ کھانے عادتاً نہ کھاتے تھے۔ تمام عمر نہایت سادہ اور زاہدانہ طور سے زندگی بسر کردی یہ کمال عقل کی دلیل ہے ٭

ایک نمونہ آپ کے کمال عقل کا آپ کی سپہ سالاری اور فوج کا انتظام ہے۔ ہمیشہ میدان جنگ میں فوج کو اس ترتیب سے جماتے اور اس طرح لڑاتے۔ کہ باوجود دشمن کی کثرت اور اپنی قلت کے ہمیشہ فتح آپ کو ہی ہوتی تھی۔ صرف اُحد میں کچھ چشم زخم پہنچا۔ وہ بھی آپ کے حکم کی نافرمانی کی وجہ سے پھر آپ کے عقل کا کمال یہ ہے۔ کہ اکیلے اٹھے۔ اور باوجود ہر قسم کی مخالفتوں کے اکیلے ہی تمام عرب پر غالب آگئے۔ اور جب وفات پائی۔ تو تمام عرب شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک آپ کے زیر نگین تھا ٭

پھر آپ کے عقل کا کمال یہ ہے۔ کہ آپ نے جنگ کرکے نہیں۔ بلکہ ہمیشہ صلح کے طریقوں سے اس ملک اور قوم کو مغلوب کیا۔ حکمت عملی سے تمام فتوحات آپ کی ہوئیں۔ بغیر جنگ کے فتح مکہ۔ رشتہ داریوں کی وجہ سے قوموں کا مطیع ہونا۔ معاہدات کی وجہ سے اسلام کو امن ملنا۔ یہ سب نمونے آپ کی عقل و فراست کے ہیں ٭

اسی طرح مختلف ضروریات کے پورا کرنے کو مناسب اور موزوں لوگوں کا انتخاب۔ یہودیوں اور منافقین کی کارروائیاں اور فسادات مٹانے کے لئے باموقعہ تجاویز۔ مؤلفۃ القلوب لوگوں کا خاص خیال۔ اور یہ سب باتیں ایک ایسے ملک میں جس میں کوئی سیاست کوئی اتحاد۔ کوئی گورنمنٹ نہ تھی۔ آپ کی فراست اور دور اندیشی پر دلیل ہیں ٭

حدیبیہ میں ۱۴۰۰ دماغ آپ کی رائے سے مخالف تھے ایک ایک نے اس وقت درخت کے نیچے اپنی جان دینے پر بیعت کی تھی۔ اور دب کر صلح کر لینا اسلام کی تباہی کے مترادف سمجھتے تھے۔ مگر ایک اور صرف ایک صحیح عقل والا دماغ تھا جس نے سب کی مخالفت کی۔ اور بظاہر گویا ہر طرح دب کر صلح کی۔ پھر واقعات نے بتا دیا۔ کہ وہ ذلت نہیں تھی۔ بلکہ اسلام کی فتح اور حقیقی عزت اور ظہور کا آغاز وہی عہد نامہ تھا جس کے سبب مذہبی آزادی فریقین کو ملی۔ اور اسلام اپنے عقلی دلائل اور سچے روحانی اثر سے ایک سیلاب کی طرح پھیلنا شروع ہو گیا ٭

عمر رضی اللہ عنہ خطاب جیسا مدبر اور عقلمند شخص بھی کوئی گذرا ہے مخالفین اسلام سے پوچھو۔ وہ متفق اللفظ ہیں اس بات پر کہ عمر رض دنیا کے بے نظیر مدبروں اور عقلمندوں میں ایک درخشندہ گوہر تھا۔ پھر اسی عمر رض کو آنحضرت صلعم کی مجلسوں میں بارہا علیحدہ کرتے اور عقل سیکھتے دیکھو پھر استاد اور شاگرد کا مقابلہ کرو۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ عمر رض ایک قطرہ تھا اس سمندر کے آگے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٭

74

نسب کے لحاظ سے حضور سب سے زیادہ شرفاء میں سے تھے

اعلیٰ نسب بھی آدمی کا ایک بڑا حسن ہے۔ جسمانی اور اخلاقی محاسن بہت سے نسباً انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ ابراہیم خلیل اللہ کا نفیس۔ انبیاء کا باپ اور مذہبی اقوام کا مورث اعلیٰ پھر اس کے خاندان کی بڑی شاخ یعنی اسماعیل کی نسل۔ پھر اس نسل میں سب سے معزز قوم قریش۔ پھر قریش میں سب سے عزت دار بنو ہاشم پھر اس میں عبد المطلب جیسے سردار کا پوتا عبد اللہ کا بیٹا اور آمنہ کا لخت جگر۔ کیوں کر نہ تمام دنیا میں سب سے زیادہ نسباً شریف ہو۔ قوم آزاد۔ ملک آزاد۔ حرم خداوندی کے سایہ میں پلنے والا۔ شکل اور صورت میں ابراہیم سے ہو بہو مشابہ۔ کریم ابن کریم ابن کریم۔ "وہ نبی" دکھائے خلیل نہیں موسیٰ۔ نہ مسیحا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ غرض اس نے جو یہ کہا۔ "انا سید ولد آدم"۔ تو در حقیقت سچ کہا

اعلیٰ ترین اخلاق

خود دعوے کیا کہ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق کلام خداوندی نے تصدیق کی کہ انک لعلیٰ خلق عظیم۔ اوائل عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے گواہی دی۔ کہ تو وہ شخص ہے جو صلہ رحمی اور مہمان نوازی کرتا ہے۔ اور جو نایاب اخلاق ہیں وہ تجھ میں پائے جاتے ہیں۔ اور ہر مصیبت کے وقت لوگوں کے لئے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ کیا تو کہیں ہلاک ہو سکتا ہے مرنے کے بعد رازدار عائشہ رضی اللہ عنہا نے گواہی دی۔ کہ "کان خلقہ القرآن"۔ وہ تمام باتیں جنہیں قرآن نے بڑا کہا ہے۔ آپ میں نہ تھیں۔ اور جس کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ سب آپ کیا کرتے تھے۔ پھر تمام قوم نے آپ کو صادق اور امین کا خطاب دے رکھا تھا۔ قرآن نے آج تک دنیا کو چیلنج دے رکھا ہے فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون کوئی گناہ یا عیب میرا نبوت کے دعوے سے پہلے ثابت کرو قیصر کے دربار میں کفار کا لیڈر اور قریش کی فوج کا جرنیل ابو سفیان اقرار کرتا ہے۔ کہ ہم نے کبھی آج تک اس شخص کو جھوٹ بولتے نہیں سنا۔

ایک ایک خلق بیان کروں تو ایک کتاب بن جائے۔ صرف دو تین پر اکتفا کرتا ہوں ٭

شجاعت۔ حنین کے موقعہ پر مخالف تیر اندازوں کے حملے سے ساتھی سب علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ اکیلا دشمنوں کے سامنے آگے بڑھتا جاتا ہے۔ اور پکار کر کہتا جاتا ہے۔ میں وہی نبی ہوں۔ اس میں جھوٹ نہیں۔ عبد المطلب کا بیٹا میں ہی ہوں۔ ایک غزوہ میں آپ اکیلے ایک جگہ سو جاتے ہیں۔ دشمن کا سردار سر پر پہنچ جاتا ہے۔ اور تلوار سونت کر جگاتا ہے اور کہتا ہے۔ بتا اب اس وقت کون تجھے بچا سکتا ہے۔ وہ شجاعت مجسم لیٹے لیٹے ہی کہتا ہے۔ اللہ۔ اور اس دبدبہ اور رعب اور ہیبت سے کہتا ہے۔ کہ دشمن کے ہاتھ سے ڈر کے مارے تلوار گر پڑتی ہے۔ علی رض شیر خدا جیسا بہادر انسان فرماتا ہے۔ کہ آنحضرت ہمیشہ لڑائی میں سب سے زیادہ خطرناک مقام پر ہوا کرتے تھے۔ اور آپ کے ارد گرد وہی لوگ کھڑے ہو سکتے تھے جو بڑے بہادر ہوں۔ اور دشمن کی سخت یورش کے وقت ہم آپ کی پناہ لیا کرتے تھے ٭

عفو اور رحم۔ ۲۱ سال کے دن رات کے مظالم سہنے کے بعد آپ مکہ میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوتے ہیں۔ کعبہ کے صحن میں کھڑے ہیں۔ بڑے بڑے رؤساء اور اکابر کفار پیش ہوتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ بتاؤ۔ تم سے اب کیا سلوک کیا جائے۔ وہ اپنی بے بسی دیکھ کر یہی کہتے ہیں کہ آپ شریف اور کریم ہیں۔ جو کریں گے۔ بہتر کریں گے۔ حکم ہوتا ہے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ نہ صرف یہ کہ کوئی سزا نہیں ملے گی۔ بلکہ تمہارے کئے پر ملامت بھی نہیں کروں گا۔ دشمن جانی ابو جہل کا بیٹا مسلمان ہو کر آیا۔ تو حکم دیا۔ کہ اس کے باپ کا ذکر بُرے الفاظ میں کوئی نہ کرے۔ کیونکہ طبعاً اس سے بیٹے کو رنج پیدا ہو گا۔ چاہتے تو ایک ایک کی گردن اڑوا دیتے مگر باوجود اختیار ہونے کے اور حق کے ہونے کے پھر وہ نمونہ عفو اور کرم کا دکھایا۔ کہ دنیا اس کا مثل لانے سے عاجز ہے۔

طائف کے اوباش کئی میل تک پتھراؤ کرتے چلے آئے فرماتے۔ کہ مجھے ہوش نہ تھا۔ کہ کدھر جا رہا ہوں۔ سر سے پیر تک لہولہان تھا۔ حکم آہی آیا۔ کہ اگر چاہو۔ تو ابھی عذاب نازل کر دوں۔ فرمایا نہیں مجھے امید ہے۔ کہ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ جو ایک خدا کی عبادت کریں گے ٭

احد کا میدان ہے۔ سر زخمی ہو گیا۔ چہرہ میں زرہ گھس گئی۔ چار دانت سامنے کے ٹوٹ گئے۔ اس وقت دعا ہو رہی ہے۔ کہ اے رب میری اس قوم کو بخش دے۔ کیونکہ یہ نادانی سے مخالفت کر رہے ہیں ٭

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں۔ ساری عمر کبھی آپ نے اپنی ذات کی خاطر کسی سے انتقام نہیں لیا ٭

آپ پر دو قسم کے زمانے آئے۔ پہلا جوانی۔ مغلوبیت۔ مصیبت۔ مخالفت اور مفلسی کا۔ پھر حکومت فتوحات۔ بادشاہی۔ عزت اور دولت کا۔ دونوں زمانو

ہیں آپ نے وہ کمال اخلاق کا دکھایا۔ کہ دنیا حیرت سے انگشت بدندان ہے۔ پہلے زمانہ میں حیا عفت۔ صدق۔ امانت صبر۔ وقار۔ قناعت۔ استقلال اور استقامت۔ بیخوف تبلیغ۔ اولوالعزمی وغیرہ اخلاق نہایت نمایاں طور پر ظاہر ہوئے۔ اور دوسرے زمانہ میں رحم۔ کرم۔ عفو بخشش۔ سخاوت۔ ثابت قدمی۔ ایثار۔ چشم پوشی شجاعت۔ اطاعت قانون۔ پابندی عہد۔ حلم۔ خاکساری اور دنیاوی راحت و آرام سے کنارہ کشی حسن معاشرت غرض کہاں تک بیان ہو سکے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

کمال علم

علم انسان کی بہترین زینت بلکہ مدعائے انسانیت ہے آدم کا کمال اس کا علم ہے۔ علم کی اتنی پیاس کہ تمام عمر خدا سے رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کا ہی سوال رہا۔ اگر علم کا اتھاہ سمندر دیکھنا ہو۔ تو قرآن اور احادیث کا مطالعہ کرو پھر ان جوامع الکلم کو دیکھو۔ جو آپ نے بیان فرمائے ہیں۔ اور جن میں ایک ایک فقرہ میں علوم کے خزانے ہیں۔ پھر آپ کی زندگی کو دیکھو۔ کہ بے نظیر جرنیل۔ بے نظیر خطیب بے نظیر مرشد۔ بے نظیر مفتی۔ بے نظیر مجسٹریٹ۔ بے نظیر مدرس بے نظیر خاوند۔ بے نظیر باپ۔ بے نظیر دوست۔ بے نظیر مدبر۔ بے نظیر مبلغ۔ غرض کوئی شعبہ زندگی کا ایسا نہ تھا جس میں آپ کا کمال حسن ظاہر نہ ہو۔ پھر نزع تک گویا۔ اس میں حکمت تھی۔ پھر علم کا وہ سمندر کہ اسلام کا ہر شعبہ آپ کے اقوال اور افعال کی بنا پر قائم ہوا۔ پھر آج تک پیشگوئیاں آئندہ کی پوری ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ پھر قیامت۔ برزخ۔ حشر نشر۔ جنت دوزخ کا تفصیلی علم۔ پھر سب سے زیادہ ضروری اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء کا علم جو گویا دنیا میں بالکل موجود ہی نہ تھا ؎

کمال تعلیم

جو تعلیم اور شریعت آپ دنیا کے لئے لائے۔ اس میں ایسی خصوصیات ہیں۔ جو کسی اور تعلیم میں نہیں ہیں۔ وہ آسان ہے۔ وہ عالمگیر ہے۔ وہ مکمل ہے۔ وہ مدلل ہے۔ یہ چاروں باتیں دنیا کی کسی بہتر سے بہتر شریعت یا تعلیم میں بھی پائی نہیں جاتیں یا تو ان میں مشکل اور ناقابل عمل باتیں ہیں یا وہ مختص القوم یا مختص الملک ہیں۔ یا وہ غیر مکمل ہیں یا وہ بے دلیل زبردستی منوائی جاتی ہیں۔ ان کے ساتھ عقلی دلائل نہیں بیان کئے گئے

کمال جذب یعنی قوت قدسی

اذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ

حضرت موسیٰ کے ماننے والوں نے کہا۔ اور ۳۰ روپیہ کے بدلے اپنے خداوند کو پکڑوا دیا اور چار سپاہیوں کے ڈر سے تین دفعہ مسیح ناصری پر لعنت کرتا۔ یہ نمونہ ہے جو دنیا کے دو بڑے مقتدر رہنماؤں کے صحبت یافتہ اصحاب نے دنیا کو دکھایا۔ باقی سب ان سے نیچے ہی ہیں۔ مگر جو نمونہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے سچی قربانیوں اور جاں نثاریوں کا پیش کیا ہے۔ اس کا ہزاروں حصہ بھی ہمیں تاریخ میں کسی جگہ نظر نہیں آیا ؎

عبداللہ ابن سلول منافق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی میں کچھ باتیں کہیں۔ اس کے لڑکے کو اس کا علم ہوا تو حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر آپ حکم دیں۔ تو میں خود اپنے باپ کا سر اُڑا دوں۔ حالانکہ میں اپنے باپ کا بڑا خدمت گذار ہوں۔ اُحد کی جنگ میں صحابہ نے جو جان نثاری کے نمونے آپ پر تصدق ہونے کے پیش کئے۔ وہ تاریخ عالم میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی بیبیوں نے ناراض کیا ہے۔ آپ اس وقت الگ بالا خانہ پر تھے۔ حضرت عمرؓ مزاج پرسی کو گئے۔ دربان نے انکو اندر نہ جانے دیا۔ وہیں سے آواز دی۔ یا رسول اللہ! عمر اپنی بیٹی حفصہ کی سفارش کے لئے نہیں آیا۔ اگر اشارہ ہو۔ تو حفصہ کا سر کاٹ کر قدموں میں لا ڈالوں۔ غرض ایک شراب عشق محمدؐ تھی۔ جو تمام صحابہ نے پی رکھی تھی یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کا ہر قول و فعل ہر حرکت و سکون انہوں نے عاشقانہ نظر سے دیکھا۔ اور ہم تک پہنچایا۔ وہ شمع رسالت کے پروانے تھے۔ اور آپ کی قوت قدسی کا نمونہ یہیں ثابت ہوا۔ کہ جیسا کہ آپ کی جسمانی اور اخلاقی حالت نہایت خوب اور اعلیٰ تھی۔ اسی طرح آپ کی روحانی قوت بھی کمال درجہ کا جذب اور اثر اپنے اندر رکھتی تھی ؎

شراب عرب کی گھٹی میں پڑی تھی۔ گھر گھر بنتی تھی۔ اور کم از کم پانچ وقت پی جاتی تھی۔ آپ کا نقیب حکم پاکر نکلا۔ اور اعلان کر دیا۔ کہ آج سے شراب حرام۔ اسی وقت مدینہ میں جتنی شراب تھی سب لنڈھا دی گئی۔ گلیوں میں بارش کے پانی کی طرح بہتی تھی۔ پھر پتہ نہ لگا۔ کہ شراب کہاں گئی وہ عادی شرابی کس طرف غائب ہو گئے۔ لوگوں نے برتن تک توڑ دئے۔ جن کی رگوں میں بجائے خون کے شراب دوڑا کرتی تھی۔ ان کے منہ سے پھر کسی نے اس کا نام بھی نہیں سُنا۔ کیا یہ تعجب نہیں۔ کہ ایک فرد واحد ان پڑھ نے عرب کے ان اجڈوں۔ گنواروں۔ جاہلوں۔ مشرکوں۔ توہم پرستوں مجنونوں ڈاکوؤں۔ قاتلوں۔ شرابیوں۔ چوروں۔ زانیوں۔ غاصبوں خائنوں۔ کینہ وروں۔ بے حیاؤں۔ مفلسوں۔ مفسدوں دہریوں بے غیرتوں اور فتنہ پردازوں کو تھوڑے عرصہ میں متقی۔ نیک صالح۔ صدیق۔ عقلمند۔ عالم۔ عفیف۔ منتظم۔ مدبر۔ امین۔ باحیا دیندار۔ شجاع۔ صاحب اخلاق حسنہ۔ امیر۔ حاکم۔ بادشاہ اور اہل اللہ بنا کر دنیا کا استاد۔ فاتح اور مصلح بنا دیا۔ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ؎

کمال کامیابی

آپ کی کامیابی بھی بے نظیر اور مستقل تھی۔ آپ کے دعویٰ کے وقت تمام شہر تمام قوم اور تمام ملک آپ کا مخالف تھا۔ اور جو ظلم آپ پر یا آپ کے ماننے والوں پر کئے گئے۔ وہ سنکر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں تمام ملک عرب نے آپ کے آگے اپنا سر نگون کر دیا۔ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے سوا اور کوئی بت یا معبود اس سرزمین میں باقی نہ رہا۔ مخالفین اور ان کے حامی جتنے معبود تھے۔ سب ہار گئے اور پیروں میں آگرے۔ یہ تو فوری کامیابی تھی ؎

مستقل کامیابی یہ کہ اسلام تمام متمدن اور مہذب دنیا پر قلیل عرصہ میں پھیل گیا۔ اور جڑ پکڑ گیا۔ پھر سب پر کامیابی یہ کہ دنیا سے شرک کا نام اٹھ گیا۔ اس وقت تمام مذہبی قومیں توحید کی مدعی اور ایک خدا کی قائل ہیں۔ اور یہ پھل اسی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز کا نتیجہ ہے۔ جو ۱۳۰۰ سال ہوئے عرب کے ریگستان سے بلند ہوئی تھی۔ اس سے بڑھکر یہ کہ علاوہ توحید کے اسلام کے دوسرے اصول اور مسائل عملی طور پر دوسری قومیں مفید سمجھ کر اپنے ہاں داخل کر رہی ہیں۔ مثلاً طلاق۔ خلع۔ شراب اور نشوں کا ترک کرنا۔ مشورہ سے کام کرنا۔ گوشت خوری سود پر روک تھام۔ مردوں عورتوں کا الگ الگ رکھنا وراثت میں لڑکیوں اور عورتوں کو حصہ دینا۔ ختنہ کرانا حلال حرام کی تمیز۔ رشتوں میں۔ کھانوں میں۔ کمائی میں وغیرہ وغیرہ

ایک عظیم الشان کامیابی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئی

اور کسی انسان کو دنیا میں حاصل نہیں ہے۔ وہ یہ کہ آپ پر کروڑوں انسان ۱۳۰۰ سال سے ہر روز ہر وقت اور ہر گھڑی زمین کے ہر ملک اور ہر حصہ میں درود بھیجتے ہیں۔ اور آپ کے لئے خاص رحمتوں اور خاص برکتوں کی دعا کرتے ہیں۔ اگر دعا کوئی چیز ہے۔ اگر اس میں کوئی اثر ہے۔ اور انسان کی توجہ میں کوئی طاقت ہے۔ اور کوئی خدا اس زمین و آسمان کا ہے۔ جو دعاؤں کو سنتا اور انکو قبول

کرتا ہے۔ تو پھر یہ بھی یقینی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کوئی شخص ایسا نہیں۔ جو اس فیض اور نعمت سے بہرہ یاب ہوا ہو۔ آپ کو دنیا میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ مورد رحمت الٰہی ثابت کرنے کے لئے یہی اور صرف یہی ایک خصوصیت کافی تھی۔ اگر اور کوئی نہ بھی ہوتی۔ پس جو شخص یا قوم یا مذہب دعا کا قائل ہے۔ اسے اس کا بھی قائل ہونا پڑے گا۔ کہ محمد رسول اللہ دنیا میں اکیلا انسان ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور برکات کا مورد ہے۔ اس کے برابر تو کیا کوئی اس کا پاسنگ بھی نہیں ہے ؂

مخلوق پر کمال شفقت اور خالق سے کمال محبت

مضمون لمبا ہو گیا۔ یکو نحو حکایت لذیذ بود۔ دراز تر گفتم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخلوق پر شفقت پر لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین گواہ ہے۔ انسان تو انسان جانور تک آپ کی شفقت سے محروم نہیں رہے۔ زندہ درگور کرنا آپ نے بند کیا۔ عورتوں اور لڑکیوں کو آپ نے ورثہ دیا۔ مثلہ کرنا آپ نے موقوف کیا۔ غلاموں لونڈی تو لونڈی عورتوں غرض ہر گرے ہوئے انسان کو اٹھا کر آپ نے آگے بڑھایا۔ پھر کفار کا یہ کہنا کہ محمدؐ تو اپنے رب کے عشق میں دیوانہ ہو گیا ہے۔ اس محبت کے سمجھ لینے کو کافی ہے۔ جو آپ کو اپنے خدا سے تھی۔ یہاں تک کہ دم وصال بھی بالرفیق الاعلیٰ کے ہی کلمات منہ سے سنائی دیتے ؂

زندہ نبی

کمال حسن وہی دل پسند ہے۔ جو عارضی نہ ہو۔ بلکہ دیرپا ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف حسن مجسم تھے۔ بلکہ احسان مجسم بھی تھے۔ آپ کی خوبیاں آپ تک ہی محدود نہ تھیں۔ بلکہ ان میں یہ بھی کمال ہے۔ کہ جو شخص جتنا جتنا آپ کی اتباع اور محبت کے ساتھ ان کو اختیار کرے۔ اتنا اتنا وہ بھی مقبول بارگاہ الٰہی ہو جاتا ہے۔

جب سے اس جہان میں آپ کا وجود ہوا۔ سنت الٰہی یہی ہو گئی۔ کہ درگاہ احدیت میں داخلہ کے لئے پہلے یہی پوچھا جاتا ہے۔ کہ تم محمدؐ کی امت میں ہو یا نہیں۔ دوسرا سوال یہ ہوتا ہے۔ کہ محمدؐ سے کتنی مشابہت پیدا کی ہے۔ ان دونوں سوالوں کے تسلی بخش جواب پر آستانہ احدیت میں داخلہ کی اجازت ہوتی ہے۔ اور حسب مراتب جگہ ملتی ہے۔ تمام پہلی شریعتوں کے طومار لپیٹ دئے گئے۔ اور تمام گذشتہ انبیاء کا سکہ منسوخ ہو چکا۔ اب صرف ایک شریعت تا آخر الوقت اور ایک ہی زندہ نبی ہے۔ اور تا قیامت زندہ رہے گا۔ اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ ثبوت کے لئے یہی مشاہدہ کافی ہے۔ کہ آپ کی بعثت سے آج تک کسی اور نبی کے متبعین نے دعویٰ نہیں کیا۔ کہ مجھے اپنے نبی کے فیض سے الٰہی کلام اور الہام کا شرف حاصل ہوا ہے۔ یہ فیض آپ کے آنے کے بعد صرف امت محمدیہ سے ہی مخصوص اور محدود ہو گیا ہے۔ جس میں آج تک ہزاروں لاکھوں ایسے گذرے ہیں۔ اور موجود ہیں۔ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے طفیل دروازہ کلام الٰہی کا آپ ہی کھلا۔ اور خدا تعالیٰ کا وصال اور قرب نصیب ہوا۔ پس اس لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ نبی ہیں۔ کہ آپ لوگوں کو خدا سے ملاتے اور ہمکلام کراتے ہیں۔ بلحاظ آپ کی مماثلت۔ آپ کی متابعت۔ آپ کی متابعت اور آپ کی محبت خدا تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ ہے۔ جتنا جتنا کوئی اخلاق میں۔ عادات میں۔ عبادات میں۔ علم میں۔ محبت الٰہی میں آپ کا مشابہ ہوتا جاتا ہے۔ اتنا ہی خدا کے ہاں اس کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر مقام وصل الٰہی یعنے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرتا ہے۔ اور یہی وہ شفاعت ہے۔ جو دنیا میں انسانوں کے لئے آپ کے فیض سے جاری ہے۔ اور آخرت میں بھی ایک بڑے پیمانہ پر ظاہر ہو گی۔ کسی اور نبی کا اتباع اب کسی شخص کو اللہ تعالےٰ کا مقرب نہیں بنا سکتا۔ نہ کسی اور شریعت پر عمل کرنا اسے کسی درجہ کا وارث کر سکتا ہے۔ اب یہ راستہ محمدؐ اور صرف محمدؐ میں ہو کر مل سکتا ہے جسے شوق ہو اور ضرورت ہو۔ وہ اٹھے۔ اور اسی دروازہ کے رستہ سے محبوبیان کے دربار میں حاضر ہو۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ ہم خود گواہ ہیں کہ اس زندہ نبی کے فیض سے یہ زمانہ بھی محروم نہیں رہا۔ اور حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا پرتو بڑی شان اور تجلی سے دنیا میں ظاہر ہوا۔ والصلوٰۃ والسلام علےٰ محمدؐ وآلہ واصحابہ وعلی المسیح الموعود ؂

کیا زیبا در ہے تو کیا چیز ہے دختر
حق بیوی کا کیا کیا ہے بفرمان محمدؐ

کس نے یہ بتایا تمہیں فرق حق و ناحق
شاہد نہیں کیا آج یہ فرقان محمدؐ

یہ سلطنت احمدؐ والا ابدی ہے
ہے گرم اسی طرح سے میدان محمدؐ

ہے احمدؑ موعود وہی سید والا
محمود ہے سردار جوانان محمدؐ

شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(از جناب منشی قاسم علی خان صاحب رامپوری)

یارب وہ مضامین دے شایان محمدؐ
ہر لفظ سے ہو جلوہ نما شان محمدؐ

دل میں ہو وہ نور رخ تابان محمدؐ
کھل جائیں زبان سے گل بستان محمدؐ

ہر مصرعہ نظم ایک علمدار ثنا ہو
ہر شعر ہو آئینہ احسان محمدؐ

ہو نظم مری نعت محمدؐ کا سفینا
ہر حرف تماشائے گلستان محمدؐ

وہ زینت کونین ہے ایوان رسالت
ہے خالق کونین ثنا خوان محمدؐ

اے مرحبا شوریدہ سران مے احمدؐ
اے صلی علےٰ نور نمایان محمدؐ

ہے شور بپا میکدہ مصطفوی کا
لو دور چلا ہے اب نائے مستان محمدؐ

افلاک بھی ہیں وجد میں ہے رقص میں عالم
بلبل ہے اثر نغمہ رندان محمدؐ

لولاک لما سے یہ صدا گونج رہی ہے
"وہ کون ہے جس پر نہیں احسان محمدؐ"

کچھ نکہت اخلاق حمیدہ پہ نہیں ہے
ہر حسن کی رگ رگ میں ہے ریحان محمدؐ

اے دیدہ مدہوش نگہ سر حق بیں
ہر خوبی پہ ہے منت احسان محمدؐ

وہ ذات مقدس نہیں دنیا میں بظاہر
لیکن ہے عیاں حسن غلامان محمدؐ

غیروں سے سلوک آپ کا اغیار سے پوچھو
اپنے تو ہیں سو جان سے قربان محمدؐ

ہر مدعی علم و ہنر خلق و کرم کا
بچہ ہے بلے اوستاد دبستان محمدؐ

حیواں بھی بھلائی کو نہیں بھولتا ہرگز
افسوس بشر بھولے جو احسان محمدؐ

ہٹ جائے ذرا جو وہ صدی پیچھے زمانہ
اٹھ جائے ذرا دیر لو یہ خوان محمدؐ

پھر دیکھو درندے ہیں جہاں میں کہ ہیں انسان
پھر سمجھو کہ کیا چیز ہے قرآن محمدؐ

میں چوٹ پہ ڈنکے کی یہ کہتا ہوں کہ واللہ
شاہوں سے فزوں تر ہیں گدایان محمدؐ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کیلئے کامل نمونہ ہیں!

(حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب۔ بی۔ اے کے قلم سے۔)

عقلاً کوئی شخص تمام بنی نوع انسان کے لئے کامل نمونہ کہلانے کا حقدار نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مندرجہ ذیل دو شرطوں کو پورا نہ کرتا ہو۔

اوّل۔ اس کی زندگی کے حالات اور اس کا روز و شب کامل تفصیل کے ساتھ دنیا کی نظر کے سامنے ہو۔ اس کے گرد و پیش کے حالات اور کس طرح ان حالات کے ماتحت اُس نے اپنی زندگی بسر کی۔ ان سب امور کا مفصل علم ہمیں حاصل ہونا چاہیئے۔ اس کی زندگی کا کوئی حصہ ہماری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونا چاہیئے۔ نمونہ اس لئے ہوتا ہے۔ کہ دوسرے لوگ اس کی نقل کریں۔ جس کے حالات کا ہی ہمیں پورے طور پر علم نہ ہو۔ اسے ہم اپنے روزمرہ کے کاروبار کے لئے کس طرح اپنا نمونہ بنا سکتے ہیں۔ کامل نمونہ کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس کی کامل تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے ہو۔ اس کا اٹھنا اور بیٹھنا۔ اس کا سونا اور اس کا جاگنا۔ اس کا چلنا اور پھرنا غرض اس کا دن رات کا ہر ایک عمل ایک متحرک تصویر کی طرح ہمیں نظر آتا ہو۔ پھر اس کی زندگی کا کوئی بڑا حصہ گمنامی کی تاریکی میں پڑا ہوتا ہو۔ ایسا شخص ہمارے لئے کامل نمونہ نہیں ہو سکتا جس کی زندگی کے اکثر یا ایک بڑے حصہ پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہو۔ اور صرف چند سال کے لئے وہ دنیا کے سامنے ظاہر ہو کر پھر دنیا سے غائب ہو جائے۔ اور ان چند سال کے حالات بھی ایسی تفصیل کے ساتھ محفوظ نہ ہوں۔ کہ اُس کی شب و روز کی زندگی ایک آئینہ کی طرح ہماری نظر کے سامنے ہو۔

دوسرے۔ اس کی زندگی ایسے حالات میں سے گزری ہو کہ وہ زندگی کے ہر ایک پہلو کے لئے نمونہ بننے کی قابلیت رکھتی ہو مثلاً اگر ایک شخص نے اپنی ساری زندگی تجرد میں ہی گذار دی ہو تو وہ ایسے لوگوں کے لئے جو متاہل ہوں۔ کیا نمونہ پیش کر سکتا ہے اور اہل و عیال والے لوگ۔ اس کے عملی نمونہ سے کیا سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی اگر ایک شخص ہمیشہ ناداری اور غربت کی حالت میں مبتلا رہا ہو۔ اور اُس نے مالدار ہو کر کبھی اپنا نمونہ دنیا کے سامنے پیش نہ کیا ہو۔ تو ایسی صورت میں غربا اور مساکین تو بے شک اس سے کچھ نہ کچھ سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ غربت کی حالت میں اس نے کوئی قابلِ تقلید نمونہ پیش کیا ہو۔ لیکن ایسے لوگ جو افلاس کی مصیبت میں مبتلا نہیں۔ اس کی زندگی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اور اگر دولت مند لوگ اس سے یہ سبق حاصل کرنا چاہیں۔ کہ مالدار ہو کر ان کو کس طرح کی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اور کس طرح اپنے اموال کو یتیمی، مساکین اور بے کسوں کی امداد کے لئے صرف کرنا چاہئے تو ایسے شخص کی زندگی ان کے لئے کوئی عملی نمونہ مہیا نہیں کر سکتی۔ اسی طرح اگر ایک شخص ہمیشہ اپنے ظالم دشمنوں کے ہاتھ سے دکھ اٹھاتا رہا ہو۔ اور کبھی اس پر کوئی ایسا وقت نہ آیا ہو کہ اس کو اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوا ہو۔ تو ایسا آدمی اس امر میں تو بے شک نمونہ بن سکتا ہے۔ کہ دشمن کے جور و ستم کو کس طرح صبر سے برداشت کیا جائے۔ لیکن اس کو اس بات کا عملی نمونہ دکھانے کا موقعہ نہیں ملا۔ کہ اگر اس کو اپنے خونی دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوتا۔ تو وہ اُن سے کیسا سلوک کرتا۔ اور کیسے اخلاق کے ساتھ اُن سے پیش آتا۔ آیا اُس وقت اُس کے انتقام اور غضب کی آگ بھڑک کر اُن کو جلا دیتی یا وہ لاتثریب علیکم الیوم کہکر اُن سے محسنانہ سلوک کرتا۔

اسی طرح اگر ایک شخص ہمیشہ محکومی کی حالت میں رہا ہے اور کبھی حکومت کرنے کا اُس کو موقعہ نہیں ملا۔ تو ایسا شخص رعایا کے لئے اچھا یا بُرا نمونہ تو پیش کر سکتا ہے۔ لیکن اولی الامر لوگوں کو اس کے نمونہ سے کسی فائدہ کے حاصل کرنے کی توقع رکھنا لاحاصل ہے۔ وہ کسی امر میں بھی اس سے کسی قسم کا سبق حاصل نہیں کر سکتے۔ نہ وہ امور ملک داری اور انتظام سلطنت میں ان کے سامنے اپنا کوئی نمونہ پیش کر سکتا ہے۔ اور نہ وہ قواعد صلح و جنگ میں اُن کو اپنے عملی نمونہ سے کوئی سبق سکھا سکتا ہے۔ نہ وہ قوانین کے وضع کرنے میں اُس سے کسی قسم کی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور نہ وہ قوانین کے نافذ کرنے اور معدلت گستری میں اس کے نمونہ کی پیروی کر سکتے ہیں اور نہ امور سیاسیہ و تعلقات بین الاقوام میں اس سے کوئی سبق سیکھ سکتے ہیں۔

اسی طرح اگر ایک شخص نے ہمیشہ خلوت کے گوشہ میں اپنی زندگی گذاری اور اُس کو عام لوگوں کے ساتھ کوئی واسطہ اور معاملہ نہیں پڑا۔ تو ایسے آدمی سے اگر عابد اور زاہد لوگ کچھ فائدہ اُٹھائیں۔ تو اُٹھائیں۔ لیکن دنیا اپنے روزمرہ کے معاملات اور تعلقات میں اس سے کسی قسم کی روشنی حاصل نہیں کر سکتی۔

غرض ایسے شخص کے لئے جو دنیا میں کامل نمونہ پیش کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہو۔ یہ ضروری ہے۔ کہ اُس کی زندگی اس طرح پر واقع ہوئی ہو۔ اور اس کو ایسے حالات میں سے گذرنا پڑا ہو۔ کہ اس کو تمام انسانی اخلاق کے احسن اور اکمل طور پر ظاہر کرنے کا موقعہ ملا ہو تا وہ تمام انسانوں کے لئے اور زندگی کے تمام شعبوں کے لئے اور ہر ایک قسم کے حالات اور معاملات میں ایک کامل نمونہ عملی رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کر سکے۔ مثلاً اگر اُس کے ہاتھ میں کبھی مال نہیں آیا۔ تو وہ سخاوت میں کیا نمونہ دکھائے گا۔ اور اگر وہ کبھی خطرہ میں نہیں ڈالا گیا۔ تو وہ شجاعت میں کیا نمونہ دکھا سکتا ہے۔

یہ وہ شرطیں ہیں۔ جن کا عقلاً ایک ایسے شخص میں پایا جانا ضروری ہے جو دنیا کے لئے بطور ایک کامل نمونہ کے مبعوث کیا گیا ہو۔ اور جس شخص میں یہ دونوں باتیں کامل طور پر نہ پائی جائیں وہ اس بات کا حقدار نہیں۔ کہ اسے دنیا کے سامنے بطور کامل نمونہ پیش کیا جائے۔

اب ہم ان تمام ادیان دین پر نظر کرتے ہیں۔ جن کو مختلف قومیں بطور کامل نمونہ کے دنیا کے آگے پیش کرتی ہیں۔ اور ان میں صرف ایک ہی ایسا وجود دیکھتے ہیں۔ جس میں یہ دونوں شرطیں اکمل اور اتم طور پر پائی جاتی ہیں۔ اور وہ اکیلا انسان نبی عربی فداہ امی و ابی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تمام قوموں کے ہادیوں میں یہی ایک مقدس وجود ہے۔ جس کی زندگی میں اللہ تعالےٰ نے ان دونوں شرطوں کو جمع کر دیا اور صرف آپ ہی کی ذات بابرکات ہے۔ جن کی زندگی کا کوئی ٹکڑا تاریکی کے پردہ کے نیچے چھپا ہوا نہیں ہے جن کی زندگی کے تمام ضروری حالات ولادت سے لے کر وفات تک تاریخ میں محفوظ ہیں۔ جن کے بچپن کے اخلاق اور عادات کی گواہیاں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ جن کے زمانہ شباب کا پاکیزہ رویہ ایسے لوگوں کی شہادتوں سے ہم تک پہونچ چکا ہے۔ جن کو دن رات آپ کی طرز زندگی کے مطالعہ کا موقعہ ملتا تھا۔ اور جن میں نہ صرف آپ کے قریبی رشتہ دار شامل ہیں۔ بلکہ وہ لوگ بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے باوجود مخالفت مذہبی آپ کی پاکیزہ زندگی کی شہادت دی۔ اور ان شہادت دینے والوں میں ابوجہل اور امیہ بن خلف جیسے دشمن بھی شامل ہیں۔ اور پھر زمانہ بعثت سے لے کر وفات تک کے حالات ایسی تفصیل کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہیں۔ کہ اس کی مثال تمام گذشتہ انبیاء میں سے کسی کی زندگی میں بھی قطعاً نہیں ملے گی۔ آپ کے دن کے افعال اور آپ کی رات کی زندگی نہایت باریک تفصیل کے ساتھ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ آپ کا شب و روز کا معاملہ ایسی صفائی کے ساتھ ہمیں نظر آ رہا ہے۔ کہ گویا ہم خود اس زمانہ میں موجود اور آپ کی زندگی کے حالات کو

اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ پس پہلی شرط ایک بے نظیر رنگ میں آپؐ کے مبارک وجود میں پوری ہوتی ہے۔

پھر جس طرح آپ کی مبارک ذات میں پہلی شرط نہایت حیرت انگیز طور پر پوری ہوئی۔ اسی طرح ایک معجزانہ رنگ میں دوسری شرط بھی صرف آپ کی ہی زندگی میں پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ علیم وخبیر خدا کے دست قدرت نے آپ کو ایسے انقلابات میں سے گذارا کہ ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں آپ نے زندگی کے ہر ایک شعبہ میں نوع انسان کے لئے ایک کامل نمونہ پیش فرمایا۔ اور کوئی انسانی خلق نہیں جس کے ظاہر کرنے کا آپ کو پورا پورا موقعہ نہ دیا گیا۔ جب اس پہلو سے ہم آپؐ کی زندگی پر نظر کرتے ہیں۔ تو خدا کی قدرت کا ایک ہاتھ نظر آتا ہے۔ جیسا قرآن شریف اس لحاظ سے ایک معجزہ ہے۔ کہ باوجود ایجاز کے وہ تمام الٰہی حقائق پر حاوی ہے۔ اور کوئی دینی حقیقت ایسی نہیں۔ جو اس میں نہ پائی جاتی ہو۔ اسی طرح آپؐ کی نبوت کی زندگی بھی اس لحاظ سے ایک معجزہ ہے کہ ایک نہایت ہی قلیل عرصہ میں آپؐ نے زندگی کے ہر ایک پہلو کے لئے اور انسانوں کے ہر ایک طبقہ کے لئے ایک پاکیزہ اور کامل نمونہ دنیا کی پیروی کے لئے چھوڑا۔ اور تمام انسانی اخلاق میں سے کوئی ایسا خلق نہیں جس کا عملی نمونہ عین موقعہ اور محل پر آپؐ کی زندگی میں نظر نہ آتا ہو۔

آپؐ ایک یتیم کے طور پر ایک شریف لیکن غریب خاندان میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی آپؐ میں ایک خاص وقار پایا جاتا تھا۔ چنانچہ گھر میں آپؐ اپنا کھانا بھی کبھی مانگ کر نہیں لیتے تھے۔ آپؐ کو اپنی معاش کے لئے مزدوری سے عار نہ تھی۔ چنانچہ آپؐ نے خود بعد میں فرمایا۔ کہ میں چند قراریط لے کر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ آپؐ نے بعد میں تجارت شروع کی۔ اور دیانت داری راست بازی۔ معاملہ کی صفائی۔ اور عہد کی پابندی میں خاص شہرت حاصل کی۔ آپؐ کے ارد گرد بت پرستی۔ شراب نوشی قمار بازی۔ اور طرح طرح کی بدکاریوں کا بازار گرم تھا۔ لیکن آپؐ کی زندگی ہر ایک قسم کے عیب سے پاک اور صاف رہی۔ اور آپؐ نے اپنے ہم وطنوں سے امین اور صدوق کا خطاب حاصل کیا۔ اور بنی نوع انسان کی ہمدردی اور اپنے بزرگوں کی فرمانبرداری اور صلہ رحمی اور ہر ایک قسم کی نیکی میں آپؐ مصروف رہے۔ اور ہر ایک قسم کے پسندیدہ خلق سے آپؐ متصف تھے۔ ۲۵ سال تک آپؐ مجرد رہے۔ اور یہ زمانہ آپؐ نے نہایت عفت اور پاکبازی کے ساتھ گذارا۔ اس کے بعد آپؐ نے ۴۰ سالہ بیوہ سے شادی کی۔ اور ۵۰ سال کی عمر تک آپؐ نے نہایت وفاداری سے اس کے ساتھ نباہ کیا۔ آپؐ کا چال چلن ایسا پاکیزہ تھا۔ کہ نیک فطرت لوگوں نے آپؐ کا دعوےٰ سنتے ہی آپؐ کی صداقت کا اقرار کیا۔ اور بد فطرت لوگوں کو بھی یہ کہنا پڑا کہ ہم آپؐ کی تکذیب نہیں کرتے لیکن ہم آپؐ کے لائے ہوئے دین کو قبول نہیں کر سکتے۔ دعوئے نبوت کے بعد آپؐ کی سخت مخالفت کی گئی۔ آپؐ کو اور آپؐ کے متبعین کو سخت دکھ دیا گیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان شدائد اور تکالیف کے زمانہ کو ۱۳ سال تک لمبا کر دیا۔ اور آپؐ کے خیر خواہ چچا اور آپؐ کی غمگسار بیوی کو بھی آپؐ سے جدا کر لیا۔ اور آپؐ کے لئے کوئی ظاہری پناہ کی جگہ نہ چھوڑی۔ اللہ تعالےٰ نے ایسا اس لئے کیا۔ اور اس تکلیف کے زمانہ کو اس قدر لمبا اس لئے کر دیا۔ تا آپؐ کا صبر اور استقامت دنیا پر پورے طور پر واضح ہو جائے۔ آخر آپؐ نے خدا تعالےٰ کے اذن سے اپنے متبعین سمیت ایک دور کے شہر میں جا کر پناہ لی۔ مگر دشمن نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا بلکہ تمام ملک عرب کو آپؐ کے خلاف بھڑکا دیا۔ تب اگرچہ آپؐ کی جماعت کمزور اور قلیل تھی تاہم اللہ تعالےٰ سے اذن پا کر آپؐ نے اپنی حفاظت کے لئے اور اسلام کو دشمن کے ہاتھ سے بچانے کے لئے دشمن کا مقابلہ کیا۔ اور باوجود اپنی جماعت کی قلت اور بے سروسامانی کے آپؐ نے اپنے کثیر التعداد اور زبردست دشمن کو جو بار بار آپؐ کے مقام ہجرت پر چڑھ کر آتا تھا۔ ایسی شکست دی کہ اس کا سارا زور اور اس کا سارا گھمنڈ ٹوٹ گیا۔ اور آخر عاجز اور لاچار ہو کر اس نے آپؐ کے سامنے ہتھیار ڈال دئے۔ تب آپؐ نے نہایت فراخدلی سے ان کے سارے جرم معاف کر کے اور ان کے سارے مظالم اور جور وتعدی کو فراموش کر کے ان کو بھائیوں کی طرح اپنے گلے لگا لیا۔

آپؐ نے نہ صرف مکہ کے قریش کو مغلوب کیا۔ بلکہ سارے ملک عرب کے دشمن قبائل کو زیر کیا۔ اور جنوب سے لے کر شمال تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک امن اور آزادی کا سکہ بٹھا دیا۔ آپؐ نے جس بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ جن تدابیر سے ان کو مغلوب کیا۔ اور جس طریق سے چند سال کے عرصہ میں وحشیوں اور درندوں کی زمین میں امن کی حکومت قائم کی۔ جو جو فرمان جنگ کے دوران میں دشمن اور قیدیوں سے سلوک اور عہد وپیمان اور صلح وآشتی کے بارے میں جاری کئے۔ اور جس شرافت اور شجاعت کے ساتھ جنگ کو چلایا اور جس نیک نیتی اور امن پسندی کی روح کے ساتھ صلح کے معاہدے کئے۔ اور جس دیانتداری اور راستبازی کے ساتھ ان کی پابندی کی۔ اور جو حسن سلوک مغلوب دشمن کے ساتھ کیا۔ یہ سب امور مہذب سلطنتوں کے لئے اس وقت سے لیکر آج تک ایک قابل تقلید نمونہ ہیں۔ اور آئندہ بھی رہیں گے۔

جب آپؐ نے اپنے وطن محبوب سے ہجرت کر کے مدینہ اپنا مرکز بنایا۔ اور وہاں کی غیر مسلم آبادی سے باہمی تعاون اور مذہبی آزادی کے اصول پر ایک معاہدہ کیا۔ اور بعد میں عرب کے تمام قبائل کے ساتھ جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے آپؐ کو اپنا مرکز مضبوط کرنا پڑا۔ اور بعض گرد ونواح کے قبائل کو مغلوب کر کے ان کے ساتھ صلح کا عہد وپیمان کیا۔ اور امن کے قیام کے لئے بعض ضوابط وقوانین کا اجرا کیا۔ تو اس طرح رفتہ رفتہ مدینہ ایک اسلامی سلطنت کا دار الخلافہ ہو گیا۔ اور حالات نے آپؐ کو ایک بادشاہ کی حیثیت دیدی۔ تو اس وقت آپؐ کے کام کا دائرہ نہایت وسیع ہو گیا۔ اور آپؐ کے تعلقات بڑھ گئے اس وقت آپؐ کے کئی کام تھے۔ مذہبی ہادی اور رہنما۔ اور اخلاقی واعظ اور سوشل ریفارمر ہونے کے علاوہ حکومت اور سیاست کے تمام شعبوں کی باگ ڈور آپؐ کے ہی ہاتھ میں تھی آپؐ ہی بادشاہ تھے۔ اور آپؐ ہی کمانڈر انچیف اور سپہ سالار تھے۔ آپؐ ہی شارع اور قوانین کا اعلان کرنے والے تھے۔ آپؐ ہی ان قوانین کو جاری کرنے والے اور آپؐ ہی جج اور آپؐ ہی مجسٹریٹ تھے۔ آپؐ ہی سیاسی اور پولیٹیکل مہمات کو پورا کرنے والے تھے۔ اور جوں جوں آپؐ کی سلطنت کے حدود وسیع ہوتے گئے۔ توں توں آپؐ کے کام کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ سرحدی حکومتوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی نوبت آگئی۔

ان کاموں کے علاوہ آپؐ کے سوشل تعلقات بھی وسیع ہوتے گئے۔ اور آپؐ کے فرائض کی تقسیم اور آپؐ کے کاموں کا دائرہ ایسا وسیع ہو گیا۔ کہ ان کو کسی حد بندی کے اندر لانا ایک محال امر ہے۔ مگر جیسا کہ تاریخ گواہی دیتی ہے۔ آپؐ نے ان بے شمار فرائض کو نہایت ہی احسن طور پر ادا کیا۔ اور ہر ایک امر میں ایک ایسا نمونہ پیش کیا۔ اور ایسے اصول قائم کئے۔ جو تمام انسانوں کے لئے قابل تقلید اور ہر ایک پہلو سے کامل ہیں

ان مختلف شعبوں کے علاوہ تعلقات کے وسیع ہو جانے کی وجہ سے آپؐ کو ہر ایک قسم کے خلق کے اظہار کا موقعہ ملا۔ آپؐ نے ہر ایک موقعہ پر عین محل اور موقعہ کے مطابق ہر ایک خلق کا نمونہ دکھایا۔ آپؐ بادشاہ ہوئے۔ مگر آپؐ نے اپنے لئے کوئی شان وشوکت کا سامان نہ کیا۔ بلکہ پہلے کی طرح سادہ زندگی بسر کرتے رہے۔ آپؐ کے پاس اموال آئے مگر آپؐ نے اپنے لئے ایک حبہ بھی جمع نہ کیا۔ بلکہ سارے کے سارے اموال غریبوں۔ بیواؤں اور یتیموں کی مدد کے لئے خرچ کر دئے۔ اور اپنے لئے ہمیشہ درویشانہ زندگی پسند فرماتے رہے۔

غرض جیسی کامل وہ کتاب ہے۔ جو آپ پر نازل ہوئی

ایساہی کامل وہ انسان تھا جس پر وہ کتاب اتاری گئی۔ جیسا آپؐ کی اتاری ہوئی تعلیم کامل ہے۔ ویساہی آپؐ کا عملی نمونہ بھی کامل ہے گویا آپؐ نے اس کامل تعلیم کو اپنے عملی نمونہ میں پورا کر کے دکھا دیا چنانچہ ایک فہیدہ زکیہ خاتون نے جس کو دن رات آپؐ کے عملی نمونہ کا نہایت قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقعہ ملتا رہا۔ آپؐ کی نسبت فرمایا کان خلقہ القرآن۔ جیسے تمام درجہ کے لوگوں کے لئے قرآن شریف میں کامل ہدایت موجود ہے۔ ایساہی آپؐ کی زندگی میں ہر طبقہ کے انسانوں کے لئے کامل نمونہ موجود ہے۔ آپؐ کی زندگی بچوں کے لئے بھی ایک کامل نمونہ ہے۔ جوانوں کے لئے بھی اور بڈھوں کے لئے بھی۔ غرباء کے لئے بھی اور امراء کے لئے بھی۔ رعایا کے لئے اور حکام کے لئے بھی۔ درویشوں کے لئے بھی اور بادشاہوں کے لئے بھی۔ مذہبی رہنماؤں کے لئے بھی اور سوشل ریفارمروں کے لئے بھی۔ محبان وطن کے لئے بھی اور سیاسی اور پولیٹکل انسانوں کے لئے بھی۔ زاہدوں اور عابدوں کے لئے بھی اور دنیا کے کاروباری انسانوں کے لئے بھی مزدوروں کے لئے بھی اور تاجروں کے لئے بھی۔ مجردوں کے لئے بھی اور متاہلوں کے لئے بھی۔ فوجی جرنیلوں اور سپہ سالاروں کے لئے بھی۔ اور مدبران ملک اور اصحاب حل و عقد کے لئے بھی بنی نوع کے ہمدردوں اور بہی خواہوں کے لئے بھی۔ اور مصیبت زدوں اور مساکین کے حامیوں کے لئے بھی۔ واضعان قانون اور مقننوں کے لئے بھی۔ ججوں اور مجسٹریٹوں کے لئے بھی۔ غرض آپؐ کی زندگی تمام بنی نوع انسان کے لئے اور تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے ایک کامل اور مکمل نمونہ ہے۔ اور کوئی انسانی خلق نہیں جس کا اعلےٰ اور بہترین نمونہ آپؐ کی زندگی میں نظر نہ آتا ہو۔

زندہ نبی

"سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رکھو۔ اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو۔ نجات وہ چیز نہیں ہے۔ جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے۔ وہ جو یقین رکھتا ہے۔ کہ خدا سچ ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہیں۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے۔ اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا۔ کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ اور اس کے ہمیشہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے۔ کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا۔ اور آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا"۔ (کشتی نوح۔ مصنفہ حضرت مسیح موعود)

رحمۃ للعالمینؐ

از جناب حکیم برہم صاحب۔ ایڈیٹر اخبار مشرق گورکھپور

جناب امام صاحب جماعت احمدیہ نے اقوام ہند کو ایک موقعہ دیا ہے۔ کہ وہ ۱۷ جون کو حضرت رسالت مآب صلعم کا ذکر خیر کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

چونکہ حضور اقدس صلعم رحمۃ للعالمین ہیں۔ جن کے وجود مسعود کی وجہ سے امم سابقہ کے انبیا کی بعثت کی طرح دنیا پر وہ آفتیں اور مصیبتیں نہیں نازل کی جاتی ہیں۔ جو آندھیوں اور صب صاؤں اور طرح طرح کی خوفناک اور ہولناک تباہیوں کے ذریعہ سے نازل ہوا کرتی تھیں۔ اور انسانوں کی صورتیں اور شکلیں مسخ نہیں کی جاتی ہیں۔ اس لئے جناب امام صاحب نے ہر قوم کو شریک فرمایا ہے۔ کہ غیر مسلم بھی کچھ نہ کچھ شکر احسان عام کا ادا کرسکیں۔ ہمارے اس دعوے کا ثبوت کہ حضور انور صلعم کی رحمت عالم ہے۔ اس دنیا میں ہم اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں۔ کہ ہزاروں قسم کی گمراہیاں تمام اقوام میں موجود ہیں۔ اور خود مسلمانوں میں یہودیوں کی طرح بہت سی برائیاں سرایت کر چکی ہیں۔ لیکن اعلیحضرت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں اور التجاؤں کا یہ اثر ہے۔ کہ ہماری صورتیں مسخ نہیں ہوتیں۔ ہم پر ادبار عام کی گھٹائیں چھائی رہتی ہیں۔ لیکن برستی نہیں۔ اللھم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم

خدا تعالےٰ کی عنایت ہے۔ کہ عیسائی اور یہودی اور ہندو اصحاب میں ایسے اصحاب گذر چکے ہیں۔ اور اب بھی موجود ہیں۔ جو اعلیحضرت اقدس و اعظم صلعم کے محامد میں ثناگستر رہتے ہیں۔ اور ہر قوم و مذہب کے عقلا و حکما نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ چھٹی صدی عیسوی میں جو تاریکی تمام دنیا پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ اسی آفتاب رسالت کی نور افشانی سے مٹی اور حریت و مساوات کا سبق حضورؐ نے تمام دنیا کو پڑھایا۔ اور آج بھی جو لوگ آزادی کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ وُہ سب سے پہلے کاشانہ نبوت پر جھک جاتے ہیں۔ اور تمام دنیا میں اُس جہان آرا کا پر تو نور افشاں ہے۔ اور افریقہ۔ امریکہ اور تمام یورپ کے عالم اور عالم اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ بے شک دنیا اسلام کی تعلیم کے مقابلہ مذاہب عالم کی تہذیب نہیں کرسکتی۔ اور خدا تعالےٰ نے اسی فطرت پر دنیا کو پیدا کیا۔ اور یہی فطری مذہب ہے۔ اور اسی پر ہر مولود پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے ماں باپ کے رنگ اور طور طریق کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔

خداشناسی اور خدا کی توحید کا علم ہم کو حضورؐ اقدس صلعم ہی نے دیا ہے۔ اور یہ سچ ہے۔ کہ یہ بہت بڑا احسان ہے۔ کہ ہم شرک و ضلالت سے بچ گئے ہیں۔ اور اگر ہم یہ کہہ دیں۔ کہ خدا تعالےٰ کو اپنے ہادی برحق رسول مقبول صلعم کی وجہ سے پہچانا اور یہ کچھ مبالغہ نہیں۔ اور اسی سے کسی دل گرفتہ اور شیدائے جمال محمدی نے یہ کہا ہے

باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

اس ایک مصرع میں جو برقی شعاعیں چھپی ہوئی ہیں۔ وہ ہمیشہ دل کو روشن کیا کرتی ہیں۔

آج کل کے جھگڑے اور مذہبی بکھیڑے نئے نہیں ہیں۔ ہمیشہ یہ ہوا کرتا ہے۔ اور اس اختلاف سے بہت بڑے بڑے مراحل طے بھی ہوئے ہیں۔ مگر جو فرقے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو حرز جان بنائے ہوئے ہیں۔ وہ باوجود سخت اختلافات کے خدا تعالےٰ کی عنایت اور رسول اللہ صلعم کی رحمت سے دور نہیں ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ اس نے ہماری زبان اور ہمارے قلم سے چالیس پچپن برس کے اندر ایک حرف بھی کسی فرقہ کے عقائد کے خلاف نہیں نکلوایا۔ اور فرقہ احمدیہ کی بہت کچھ تعریف صفت ہم اسی لئے کیا کرتے ہیں۔ کہ ان کے اعمال و عادات اور اسلامیت کی شان بہت زیادہ سبق آموز ہے۔ اور اس وقت جو تحریک انہوں نے پیدا کی ہے۔ ہم نہیں سمجھتے۔ کہ اس سے کتنا عمیق اثر غیر اقوام پر ہوگا۔ اور جس وقت یہ مضامین ایک لاجواب کتاب کی صورت میں سامنے آئیں گے۔ تو ہر مسلمان کے دل پر کیسا اثر ہوگا۔

غرضکہ جماعت احمدیہ خصوصیت کے ساتھ اسلام کی خدمت کر رہی ہے۔ اگر یہ اعتراض کے جواب میں نہ مصروف ہو۔ تو ان کے خلوص کا درجہ بہت بہت بڑھ جاتا ہے۔ مگر تبلیغ عقیدہ کے لئے معترضین کا جواب دینا بھی لازم ہے۔

مگر ہم بذات خاص مناظرے اور ڈیفنس دونوں کے خلاف ہیں۔

از مایہ جز حکایت مہر و وفا مپرس

کامل انسان

وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا۔ اور کامل نبی تھا۔ اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا۔ جس سے روحانی بعث و حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین۔ فخر النبیین جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(اتمام الحجہ سلسلہ کلام صفحہ ۲۸ مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ)

محسنِ جہان کا ایک احسان

(رقمزدہ جناب مفتی محمد صادق صاحب قادیان سابق مبلغ اسلام انگلستان و امریکہ)

دنیا میں کروڑوں انسان آئے۔ اور چلے گئے۔ پر مبارک ہیں وہ فیض رساں ہستیاں جنہوں نے دنیا میں قدم رکھ کر دنیا کی حالت کو بہتری کی طرف ایک تغیر دیا۔ اور جن کے قدوم میمنت لزوم سے انسان کی فلاح و بہبودی میں ایک نمایاں ترقی ہوئی ایسے مبارک وجودوں میں سے سب سے بڑھکر حضرت فخر عالم محسن جہان رہبر انسان رحمۃ للعالمین محمد المصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کا احسان عام اور فیض بے انتہا نہ صرف عرب و عجم پر بلکہ تمام ممالک۔ ہر قوم و ملت اور سب زمانے پر ہے۔ اور دین کی زندگی کا سہارا اس میں تھا کہ مخلوق میں ایک ایسا اعلیٰ پایہ کا انسان ہونے والا تھا۔ اور متاخرین کا فخر اس میں ہے۔ کہ وہ اس کی غلامی سے وابستگی کا شرف حاصل کرنے والے ہوئے۔ بلیون در بلیون رحمتیں اور برکتیں اور فضل اور سلام اللہ اور اس کے فرشتوں کے اس پاک وجود پر ہوں۔ آمین۔ ثم آمین۔

حضرت سرور دو عالم کے الطاف اور احسانات جو بنی نوع انسان پر ہیں۔ ان کا اعداد و شمار کون کر سکتا ہے۔ جن قوموں کو یہ فخر حاصل نہیں ہوا۔ کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھ کر حضور کی غلامی میں علانیہ طور پر داخل ہو جائیں۔ وہ بھی باوجود اپنے آبائی اور رسمی مذہب کی جکڑ بندیوں میں مقید رہنے کے اپنے دستور العمل اور قوانین میں حضرت خاتم النبیین کے راسخ کردہ قوانین کو داخل کرنا ضروری جان رہے ہیں۔ خواہ وہ امور ان کے اپنے مذہب کے کتنے ہی مخالف اور منافی ہوں۔ ہزارہا باتوں میں سے مثال کے طور پر میں صرف ایک بات اس وقت پیش کرتا ہوں۔

حضرت شاہ دو عالم کے ظہور پُر نور سے قبل دنیا بھر میں شراب پینے کا عام رواج تھا۔ یہود۔ عیسائی۔ ایرانی۔ ہندو چینی جاپانی کوئی اس نقص سے پاک نہ تھا۔ نہ کسی مذہب میں شراب کی ممانعت کا کوئی حکم تھا۔ سب اس موذی اور ناپاک چیز کو شیر مادر کی طرح حلال جانتے تھے۔ خوب پیتے تھے۔ اور مدہوش رہتے تھے۔ دنیا سے اس ناپاکی کے دفعیہ کے واسطے سب سے پہلا خیال سب سے پہلا قانون حضرت خاتم النبیین نے جاری کیا۔ اور اپنی مرکزی قوت سے مسلمانوں کی ساری جماعت میں سے اور اپنی زندگی میں سارے ملک عرب سے اس بدی کو عملی رنگ میں دور کردیا ؁

اللہ اللہ وہ کیا ہی اعلیٰ اور برتر ہستی تھی جس نے دنیا کو اتنے بڑے عذاب اور دکھ سے بچانے کے واسطے ایک ایسے عظیم الشان قانون کی بنیاد رکھی۔ اور دنیا کے خیالات میں ایک لہر اصلاح کی طرف چلا دی۔ اور ایک شاندار جماعت کو اس پر عمل پیرا ہونے کی قوت روحانیہ عطا فرمادی ؁

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اس اصلاحی لہر نے رفتہ رفتہ تمام روئے زمین پر ایسا اثر کیا۔ کہ یورپ و امریکہ کی عیسائی دنیا جس کی مذہبی مقدس رسومات میں بھی شراب پینے کا حکم تھا۔ اور عین عبادت گاہوں میں شراب کی چسکی لی جاتی تھی۔ وہ بھی سوچنے لگی کہ شراب پینا ٹھیک نہیں۔ جابجا ٹمپرنس سوسائٹیاں بننے لگیں۔ کروڑپتی امراء نے اپنے بیش قیمت عطیات کے ساتھ ایسے انسٹی ٹیوشن قائم کئے جن میں بڑے بڑے لائق ڈاکٹر اور ماہرین شراب کی کیمیاوی ترکیب پر اور اس کے استعمال کے نتائج پر علمی رنگ میں غور کرنے لگے۔ اور بہت سی تحقیق و تدقیق کے بعد انہوں نے فتویٰ جاری کیا۔ کہ اس کا پینا انسانی جسم اور روح کے واسطے سخت مضر بلکہ مہلک ہے۔ اس کو قانوناً حرام کردیا جائے اور اس کا بنانا اور پینا جرم قرار دیا جائے۔ کروڑوں روپیہ کے خرچ اور صدیوں کے تجارب اور مشاہدات کے بعد یورپ امریکہ کے حکماء اور فلاسفروں نے جو علم حاصل کیا۔ اور اس پر عمل کرنا انسانی زندگی کے واسطے نہایت ضروری سمجھا۔ وہ علم پہلے سے قرآن شریف کے کلام پاک میں موجود تھا۔ اور حضرت حجت حق و آیت رحمٰن آفتاب علم و ہدیٰ محمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آج سے تیرہ سو سال قبل اس پرانی امت کو عمل پیرا کرا چکے تھے۔ اس نبی عربی کے پاس کوئی لے بارے ٹری laboratory نہ تھی۔ نہ اس نے فزکس اور کیمسٹری کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ اس نے دنیا میں پھر کر شراب پینے والوں کے حالات اور سوانحات کے سٹیٹسٹکس جمع نہ کئے تھے پر اس کے پیارے اور بھولے منہ سے جو حکمت کا موتی ٹپکا آج دنیا کے سب سے بڑے دانا اور عقلمند کہلانے والے اس کو اپنے اصلاحی کام کے تاج میں لگا رہے ہیں ؁

امریکہ جو اس وقت ہر مہذب دنیا میں سب سے آگے بڑھا ہوا تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے پیش قدمی کی۔ اور اس کی پارلیمنٹ کے قانون سازوں نے باوجود عیسائی پادریوں کی سخت مخالفت کے اپنے ملک کے واسطے یہ قانون بنا دیا۔ کہ شراب قانوناً حرام ہے۔ اور اس کا بنانا بیچنا اور پینا ملکی اور قانونی جرم ہے۔ عیسائی پادری اور عیسائیت کے لفظی دلدادہ بھتیرے رستے چلاتے رہے۔ کہ شراب کی بڑی ضرورت گرجے کے اندر عشاء ربانی کی رسم کے واسطے ہے۔ بغیر شراب کے کمیونین جو اتحاد الٰہی کی سب سے بڑی عبادت ہے۔ ادا نہیں ہو سکتی۔ اس کو ہرگز منع نہ کیا جاوے۔ بلکہ بعض پادری صاحبان نے گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ بھی وعظ کیا کہ دیکھو بھائیو۔ شراب تو ایسی اچھی چیز ہے۔ کہ خود خداوند یسوع مسیح بھی پیا کرتے تھے۔ اور آپکے حواری بھی بڑے شوق سے نوش جان فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ ایک شادی کے موقعہ پر براتیوں کے واسطے شراب کی کمی ہو گئی تھی۔ تو خداوند کی ماں نے سفارش کی۔ اور خداوند یسوع نے اپنی مادر مہربان کی سفارش کو قبول کرتے ہوئے ایک معجزہ کے ذریعہ سے پانی کو شراب بنا دیا اور براتیوں نے پیا اور خوشی منائی پھر جب خداوند نے شراب کو جائز رکھا۔ تو اب کسی کا کیا حق ہے۔ کہ شراب کو ناجائز قرار دے اور عیسائی کہلا کر یسوع کی مخالفت میں قدم اٹھائے بعض پادریوں نے اس طرح بہت شور مچایا۔ لیکن جو دانا پادری تھے وہ محققین علوم کے موید بنے اور انہوں نے کہا۔ کہ یہ سچ ہے کہ انجیل میں یہ سب باتیں درج ہیں۔ لیکن اول تو موجودہ انجیل میں بعض باتیں الحاقی ہیں۔ دوم جب ہم صدہا سالوں کے تجربوں اور سائنس کی تحقیقاتوں سے ایک شے کو انسانی جسم کے واسطے زہر قاتل اور اس کے اخلاق کے لئے مہلک دیکھ رہے ہیں۔ تو اب انجیل کو کیا کیا جائے۔ ملک اور قوم اور انسان کے واسطے جو امر ہر طرح سے مفید ہے۔ اسے قبول کرنا چاہیئے۔ اور اس پر عمل پیرا ہو جانا چاہیئے۔ خواہ وہ انجیل کے مخالف ہو۔ یا موافق ہو۔ غرض ان جوشیلے پادریوں کی بات نہ مانی گئی۔ جو چاہتے تھے۔ کہ شراب ملک کے اندر جاری رہے۔ اور امریکن کانگریس اور اس کے صدر نے قانون بنا دیا۔ کہ شراب بنانا بیچنا اور پینا جرم ہے۔

جب عاجز راقم ملک امریکہ میں داخل ہوا۔ تو اس قانون کے اجراء کا وقت آ گیا تھا۔ کیونکہ جب کبھی کوئی ایسا قانون بنایا جاتا ہے۔ جس کا اثر ملک کی تجارت پر پڑتا ہے۔ تو اس کے لئے کافی مہلت دی جاتی ہے۔ اس قانون کے واسطے بھی دو سال کی مہلت دی گئی تھی۔ اور جب یہ مہلت ختم ہوئی تو شراب پینے والوں نے ایک آخری رات بہت شراب پینے اور شراب کو الوداع کرنے میں گزاری۔ تمام گلی کوچوں میں شرابی لوگ چکر لگا رہے تھے۔ اور شراب کو وداع کرنے کے گیت گا رہے تھے۔ اور ایک ہنگامہ برپا تھا۔ مگر جب وہ رات ختم ہوئی تو ملک بھر میں امن ہو گیا۔ شراب کی سب دکانیں یکدفعہ بند ہو گئیں۔ اور شراب خانے سب مقفل ہو گئے۔ اور پولیس قانون پر عمل نہ کرنے والوں کو گرفتار کرنے لگی ؁

یہ سب کچھ ہوا۔ اور خوب ہوا۔ لیکن قانون میں وہ طاقت

کہاں جو مذہب میں ہے۔ قانون کی اطاعت لوگ وہاں تک کرتے ہیں جہاں تک گرفتاری کا خوف ہوتا ہے۔ لیکن مذہب انسان کے دل پر اثر کرتا ہے۔ اور کسی خوف سے نہیں۔ بلکہ اپنے دین کی محبت سے انسان اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ یہ خوبی اور یہ برکت ظاہری قوانین کو حاصل نہیں۔ اس واسطے امریکہ میں قانون بن جانے کے باوجود شراب بنانے والے اور بیچنے والے اور پینے والے موجود ہیں ؛

انہی دنوں میں جبکہ عاجز راقم امریکہ میں تازہ وارد ہوا تھا اور Law of Prohibition یعنی قانون ممانعت شراب جاری ہو چکا تھا۔ میں ایک شہر کے ایک خاندان میں بطور کرایہ دار مہمان کے ٹھہرا ہوا تھا۔ اور کھانا بھی انہی کے ہاں کھاتا تھا۔ کیونکہ وہاں کے رواج کے مطابق عموماً کھانا کرایہ میں شامل ہوتا ہے۔ تو ایک صبح جب میں اپنی خوابگاہ کے کمرے سے جو اوپر کی منزل میں تھا صبح کے ناشتہ کے واسطے نیچے آیا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ مالکہ مکان جو ایک بوڑھی عورت تھی واویلا مچا رہی تھی۔ میں نے ازراہ ہمدردی سے پوچھا۔ کہ میم صاحبہ آپ کو کیا تکلیف ہے۔ وہ چلا کر بولی اور اپنے بڈھے خاوند کی طرف جو سامنے کرسی پر بیٹھا تھا۔ اشارہ کرکے کہنے لگی۔ "اس بڈھے کو دیکھو۔ یہ ہر رات شراب پی کر بدمست ہو کر ڈھکتا ہوا گھر آتا ہے۔ اور میری جان اس نے تنگ کر رکھی ہے۔ اسے نہ شرم ہے نہ حیا ہے" میں نے کہا میم صاحب۔ یہ عجیب بات ہے۔ جو میں آپ سے سن رہا ہوں۔ میں تو اخباروں میں روز پڑھتا ہوں۔ کہ ملک میں قانون ممانعت شراب پاس ہو گیا ہے۔ نہ کوئی بنا سکتا نہ پی سکتا ہے۔ وہ بولی "او صاحب۔ آپ اجنبی ہیں۔ آپ کو کیا معلوم آپ اب پہلے سے بھی زیادہ شراب خرید سکتے ہیں۔ بشرطیکہ آپ جانتے ہوں۔ کہ وہ کہاں سے لینی چاہیئے۔ اور آپ کی جیب میں روپیہ ہو"

غرض قانون تو بن گیا۔ مگر قانون پر اب عمل کون کرائے۔ قانون سازوں میں وہ قوت قدسیہ نہیں۔ جو اس مزکی نفس میں تھی۔ جس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔ کہ شراب نہ پیو۔ اور وہ الفاظ عرب کے بادیہ نشیں اور بادہ نوش لوگوں کے دلوں میں جاکر بیٹھ گئے وہ جو پانچ وقت دن میں بلا ناغہ شراب پیا کرتے تھے۔ وہ یک دم اس شراب کو چھوڑ کر پانچ وقت اللہ تعالے کی حضوری میں عبادت و دعا کے نشوں میں سرمست ہونے لگے۔ اللہ اکبر کیا روحانی طاقت تھی۔ اس محمد مصطفے اس دستگیر ناتواناں کی جس نے شراب کے بھوت کو ایک ہی حملے میں سارے ملک سے خارج کر دیا۔ اور اگر دنیا اس کے کہنے پر چلتی تو صفحۂ ہستی سے یہ بدکاری اسی طرح مٹ جاتی۔ کہ آج آثار قدیمہ کے متجسس کو بھی اس کا نشان نہ ملتا ؛

روایت ہے۔ کہ جب حضرت سرور کائنات نے اپنی مسجد مبارک میں شراب کا حکم سنایا۔ اور سامعین نے سر تسلیم خم کیا۔ تو ایک صحابی مسجد سے اٹھ کر اپنے گھر کو جاتا ہوا راستہ میں بلند آواز سے پکار کر یہ اعلان کرتا گیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب کی ممانعت کا حکم سنا دیا ہے۔ اب کوئی نہ پئے۔ جو سنتا گیا۔ اس پر عمل کرنے کا عزم کرتا گیا۔ اور پھر اس نے شراب کو نہ چکھا۔ دو بھائی اپنے گھر میں بیٹھے تھے ایک نے اس آواز کو سنا۔ اور اپنے دوسرے بھائی سے ذکر کیا۔ اس نے جواب دیا۔ اچھا جب یہ حکم ہے تو ہم اس پر عمل کریں گے۔ پہلے نے کہا۔ بھائی ہمارے گھر میں ایک مٹکا شراب کا ہے۔ اسے گرا دینا چاہیئے۔ دوسرے نے کہا۔ ایسی جلدی کیا ہے۔ جب مسجد میں جائیں گے۔ اس کی بابت دریافت کریں گے اگر فی الواقع ایسا ہی حکم ہے۔ تو واپس آکر گرا دیں گے۔ پہلے نے کہا۔ نہیں میرے بھائی تم غلطی کرتے ہو۔ اگر ہم مسجد میں گئے اور دریافت کیا۔ اور فی الواقع ایسا ہی ہوا۔ اور ہم نے واپس آکر مٹکے کو گرایا۔ تو ہم دوسرے مسلمانوں سے اس ثواب کے لینے میں پیچھے رہ جائیں گے۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کو تو ابھی توڑ دو۔ اگر حکم نہ ہوا۔ تو واپس آکر ایک اور مٹکا خرید کرنا مشکل نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے لاٹھی اٹھائی اور مٹکے کو توڑ دیا ؛

سبحان اللہ۔ کیا پاک جذبات تھے۔ اس پہلوان حضرت رب جلیل نے اپنے تابعین میں کس مقتبل کی کیا روح پھونک دی تھی۔ کیسا تزکیہ اس نے اپنی جماعت کا کر دیا۔ محمدؐ کیا تھا۔ ایک اکسیر تھا۔ مٹی بھی اس کے ساتھ چھو کر سونا بن جاتی۔ وہ جو دنیا میں سب سے جاہل مانے جاتے تھے محمدؐ کے طفیل علوم و فنون میں دنیا کے استاد بن گئے۔ اس وادی غیر ذی زرع کے رہنے والے جن کی خشکی اور بے آبادی کے سبب کوئی بادشاہ ان کو فتح کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا۔ وہ اس محمدؐ پاک کے صدقے دنیا بھر کے فاتح اور مہذب بنے۔ وہ کیا کشش تھی۔ وہ کیا قوت تھی۔ وہ کیا جذب تھا۔ کہ پیارے محمدؐ کے منہ سے بات نکلتی اور ہزاروں لاکھوں کے دلوں میں جاکر ایسی بیٹھتی۔ کہ پھر اسے کوئی نکال نہ سکتا۔

بنی نوع انسان پر۔ بلکہ بے زبان جانوروں۔ چرند پرند بلکہ اشجار و اثمار پر محمدؐ کی رحیم و کریم ہستی کے بے حد احسانات ہیں۔ لیکن اگر اور کچھ نہ ہوتا۔ تو صرف شراب نوشی کے اژدہا کو دنیا سے خارج کرنے اور ہلاک کرنے کا جو کارنمایاں اس رحمۃ للعالمین نے کیا ہے یہی اس امر کے واسطے کافی ہے۔ کہ مخلوق قیامت تک اس محسن کی مدح کے گیت گائے۔ اور اس پر صلوٰۃ و سلام بھیجتی رہے
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

زندۂ جاوداں نبی آخرالزماں

(از جناب مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب برادر اکبر علی برادران)

او چہ میدارد بمدح کس نیاز
مدح او خود فخر ہر مدحت گرے

ہست او در روضۂ قدس و جلال
در خیال او دعاں بالا ترے

اے خدا بروے سلام ما رساں
ہم برا خوانش زہر پیغمبرے

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک۔ مدارج ارفع و رفعت۔ محامد حسنہ۔ اعمال قدسیہ۔ تعلیم اعلیٰ۔ اخلاق فاضلہ۔ معجزات بے نظیر۔ تاثیرات دائمی۔ برکات عالمگیر۔ قوت قدسی اور زندگی جاوید کے متعلق خیال کرنا اور کچھ لکھنا اسی کا کام ہے۔ جس نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا ہو۔ آنکھوں سے دیکھنا یہ نہیں کہ اس کے وجود پاک اور روئے روشن کا مشاہدہ کیا ہو۔ یہ تو مجھے بھی فخر حاصل ہے۔ کہ اس کے بروز کامل و اتم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہے اصل دیکھنا وہ ہے۔ جسے دل کی آنکھوں سے دیکھنا کہتے ہیں۔ یعنی جس نے انوار الٰہیہ اپنے دل میں پیدا کئے ہوں۔ اور اس کا سینہ ایسا منور ہو گیا ہو۔ کہ انوار باطنی اور سیرت حقیقی کے تمام باریک پہلو اور مدارج روحانی کا مطالعہ کر سکے۔ پس جب تک وہ نظر باریک بین پیدا نہ ہو حسن و قبح کا صحیح اندازہ کون کر سکتا ہے۔

آنحضرت نبی کریم کی خوبیاں اور مدارج اعلیٰ کا صحیح علم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفائے کرام کو حاصل تھا۔ اور ہے۔ اس لئے اس میدان تجلیات میں قلم اٹھانا انہیں کا کام تھا۔ اور انہوں نے ہی انجام دیا ہے۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت سرور کائنات و فخر موجودات کی شان میں جو یہ فرمایا ہے۔ صحیح ہے۔ اور عین اصل ہے۔

"منتہائے معرفت علم رخت"

اللہ تعالے کی معرفت تامہ اسی کو ہو سکتی ہے۔ جس نے محمد رسول اللہ صلعم کا صحیح مقام اور اصلی درجہ رفعت دیکھ لیا ہے یہی وہ اعلیٰ اور ارفع مقام ہے۔ جس کے دیکھنے کا شوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیتاب کئے ہوئے تھا۔ اور وہ اپنے معراج

میں معراج نبوی کے مشاہدہ کے متمنی تھے۔ اور عرض کرتے تھے۔ رب ارنی (میرے رب دکھا مجھے)

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا لن ترانی (تو ہرگز نہیں دیکھ سکیگا) چنانچہ طور پر ظہور صاعقہ ہوا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوگئے۔ اور یہی خدا کی طرف سے جواب تھا کہ اگر پہاڑ اپنے مقام پر قائم رہا۔ تو بے شک تو بھی دیکھ لیگا فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا۔ وخر موسیٰ صعقا (جب ظاہر ہوا اس کا رب پہاڑ کے لئے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور موسیٰ بیہوش گر پڑا) پس ظاہر ہے۔ کہ جس انسان کی اوج رفعت روحانی ایسی ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس جلوہ کو دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور اُن انوار خداوندی کا جاذب ہو سکتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت جذب سے باہر تھے۔ ایسے انسان کے محامد لکھنے کا بیان کرنا اُسی کا کام ہے۔ جو اس مقام تجلے کا رازدار ہو۔ حقیر گوہر نے اسی مقام کی طرف ان اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

آنکھ وُہ ہے۔ جو سر عرش نہ جھپکے اے طور
دیکھنے والے سے تو پوچھ بصیرت کے مزے
تاب نظارہ نہ تھی پھر ہوس دید ہے کیا
اُس پہ اے طور تجھے ہوش ربائی کے گلے

بایں ہمہ پھر میری ہمت کس طرح ہو سکتی تھی۔ کہ میں اس مضمون کے لئے قلم ہاتھ میں لیتا۔ میں تو ظاہری نور بصیرت بھی کبرسنی کے سبب کھو رہا ہوں۔ باطنی توجب خدا دیتا ہے۔ اور جسے دیتا ہے۔ اُسی کو ملتا ہے۔ میں سراپا گناہگار بیمار و ناچار اپنے علاج کے لئے آستانہ قبلۂ دو عالم پر پڑا ہوا ہوں۔ کہ شاید فرزند محمدؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی محمودؓ عالیمقام کے دل میں کسی وقت جوش دعا پیدا ہو۔ اور وہ اپنے مریض کی صحت کے لئے بارگاہ لم یزل ولا یزال میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور اللہ تعالیٰ جو اس کی دعاؤں کو ہمیشہ ہی قبول فرماتا ہے۔ مجھ جیسے ضعیفوں کا بیڑا پار کر دے۔ مجھے اس مضمون گرامی سے کیا نسبت۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ مگر محض ثواب کی خاطر اور خوشنودی سرور کائنات کی وجہ سے منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل کے اصرار پر چند سطور لکھنے کا تہیہ کیا ہے وما توفیقی الا باللہ العظیم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء صاحب شریعت کے خاتم ہیں۔ اور خاتم النبیینؐ کے اصلی اور حقیقی معنی یہی ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فرمایا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی دین اکمل اور انعام اتم کا وارث محمد رسول اللہ صلعم کو خدا نے بنایا۔ پس جب دین اکمل آپؐ کو ملا ہے۔ تو دین لانیوالے نبیوں کا خاتمہ ہو چکا۔ اور واقعی ہو چکا۔ اسی کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے الفاظ میں فرمایا ہے۔

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البینۃ۔ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تعلیم مذہبی دنیا کے آگے پیش کی۔ وہ قرآن ہے۔ اور اُسی کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ رسولؐ تمام صحیفے مطہر پڑھتا تھا۔ اور اس میں یعنی اس کتاب میں تمام پائدار اور مستحکم کتابیں (اگلی تعلیمیں) موجود ہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے تمام و کمال مذہب کے عروج کو پیش کر دیا اور انتہائی ترقی کے دروازے نبی کریم صلعم کے ذریعہ انسانوں کے لئے کھول دئے۔ اور ابراہیمؑ و موسیٰؑ (صلوات اللہ علیہما) کی تعلیمیں جن کے مدعی وراثت قریش مکہ اور یہود مدینہ مقابل جنگ میدان میں کھڑے تھے۔ قرآن کے ذریعہ سے۔ یا محمد رسول اللہ کے ذریعہ سے انہیں اتمام الحجت ہو پہنچا دیں۔ اور اسی سے قرآن کریم میں فرمایا۔ ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم وموسیٰ یعنی یہ کہ یہی تعلیم جو محمد رسول اللہ صلعم دے رہا ہے صحیح ہے۔ اور یہی تعلیم معاد و معرفت ابراہیمؑ و موسیٰؑ نے دی تھی۔ وہ نہیں ہے جو اے یہود و قریش مکہ تم بت پرستی اور عزیر پرستی کی صورت میں کر کے دنیا کو مذہب کا دھوکا دے رہے ہو۔ تم محمدؐ کی مخالفت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی تعلیم کے بہانہ سے کرتے ہو۔ یہ غلط بات ہے ابراہیمؑ و موسیٰؑ کی تعلیم وہی تھی جو یہ دے رہا ہے۔ چنانچہ سورۃ الاعلےٰ جس کی آخری آیت میں نے اوپر لکھی ہے پڑھکر دیکھ لو یہی منشاء اور مدعا ہے۔ پس لازمی نتیجہ یہ نکلا۔ کہ قرآن پاک تمام صحف مطہرہ کا مجموعہ اور مکمل نسخہ ہے۔ اور تمام پاک تعلیمیں جو دوسرے انبیا کو دی گئی تھیں۔ اور جو مستقل تعلیمات تھیں۔ وہ سب اس میں موجود ہیں۔ اور انسانی ضروریات اور ترقیات کے لئے کامل رہنما صرف قرآن کریم اور کامل نمونہ ذات و صفات کاملہ کا محمد رسول اللہ صلعم کی ذات والا صفات ہے اور تمام انبیاء کا وارث اور قائمقام محمد رسول اللہؐ ہے۔ اور اسی لئے دوسرے معنوں میں وہ خاتم النبیینؐ ہے۔ یعنی مہر ہے۔ تمام نبیوں کی۔ مہر تحریر احکام میں راقم یا حاکم کے قائمقام ہوتی ہے۔ پس تمام نبیوں نے جو احکام خداوندی مستقل تعلیم روحانی کے متعلق دنیا کو اپنے اپنے وقت اور اپنے اپنے ملک میں پہونچائے وہ سب بشکل کامل قرآن میں موجود ہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی اس کا صحیح اور اتم نمونہ ہے۔ آپؐ کی ذات میں تمام نبیوں کا نمونہ موجود ہے۔ کیونکہ سب کی تعلیم قرآن میں ہے۔ اور آپؐ قرآن کے اکمل و اتم۔ عامل و عالم ہیں اسی طرف اشارہ شاعر نے کیا ہے۔ جبکہ اُس نے یہ شعر لکھا تھا۔

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پس یہ تفسیر خاتم النبیینؐ کی کہ آپؐ تمام نبیوں کے قائمقام ہیں۔ پہلے ہی سے قرآن شریف کا صحیح علم رکھنے والے کرتے چلے آئے ہیں۔ یہی نہیں ہے۔ کہ صرف احمدیوں نے یا تابعان حضرت محمود رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے یہ عقیدہ گھڑا ہے۔ کہ خاتم النبیینؐ آنے والے نبیوں کے لئے روک نہیں ہے۔ انبیائے عظام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادموں میں پیدا ہونگے۔ اور وہ ہمیشہ اسلام کے محافظ اور شایع کرنے والے ہونگے۔ ان کا کام صرف یہی ہوگا۔ کہ جب اسلام کے چہرہ منور اور جسم اصفا پر نفسانیت اور تیرگی علم کے باعث علمائے کج رو گرد و غبار ڈالینگے۔ تو وہ اس کو صاف کر دیا کرینگے۔ شریعت محمدیؐ کا دوام اور زندہ ہونا یہی ہے۔ کہ اس میں خدا کا کلام پانے والے اور مہبط وحی وجود ہمیشہ ضرورت کے وقت پیدا ہوتے اور پیدا ہوتے رہینگے۔ حضرت نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد تین سو برس تک اسلام کی ضیائے تابان کافی نور افشان رہی اور متبعین اسلام میں قوت ہدایت اعمال پر کافی موثر رہا۔ لیکن سلطنتوں کی رقابت نے کج رو علماء پیدا کر دئے۔ حدیثیں جھوٹی وضع کی گئیں دولت و ثروت کی بہتات نے ظلمت نفس کو بڑھایا۔ اور غفلت نے ایمان کو کھانا شروع کر دیا تو مجددوں کا ظہور شروع ہو گیا۔ اور ہر صدی پر مجدد آئے۔ اور اسلام کے صحیح مفہوم اور پاک نمونہ کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور اپنا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ وحی و الہام اور کشوف و رؤیا صالحہ کے ذریعہ سے ثابت کیا۔ اور بیمار قلبوں کو راحت بخشی حضرت شیخ معروف کرخی و جنید و شبلی و بایزید بسطامی و سید عبدالقادر جیلانی و شہاب الدین سہروردی و خواجہ معین الدین چشتی اجمیری و سید احمد صاحب سرہندی و سید ولی اللہ شاہ صاحب دہلوی۔ شاہ عبدالعزیزؒ اپنے اپنے اوقات پر صدی کے مجدد ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اسلام کو زندہ مذہب ثابت کیا۔ اور خدا کے ساتھ تعلقات واثق پیدا کر دئے لوگوں کو عارف باللہ بنایا۔ اور ایمان و تقوےٰ اللہ کو قائم کیا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے قول نبوی کو ثابت کیا۔ اس چودھویں صدی میں جبکہ سائنس اور فلسفہ کا زور ہے۔ اور یہاں تک علوم کی ترقی ہے۔ کہ بے جان بولتے ہیں۔ اور باجے کلام کرتے ہیں۔ اور بے جان اشیاء جانداروں کی طرح حرکت کرتی ہیں۔ اور باقاعدہ کام کرتی ہیں۔ اور فضا در حقیقت نما بن گئی ہیں۔ جن میں حرکات و سکنات اور آواز بامعنی پیدا ہے۔ ایسے عجیب و غریب زمانہ میں جبکہ انسان مچھلیوں سے زیادہ تیراک ہے۔ اور طیور سے زیادہ تیز پرواز اور بلند پرواز ہے

اب جبکہ ہزاروں ہزار طرح کے وساوس علمی رنگ میں ہستی باریتعالیٰ کے متعلق پیدا کئے جارہے ہیں۔ اب جبکہ دشمنانِ صداقت انبیاء ایڑی چوٹی کا زور لگا کر سائنس کے کرشموں سے اور کواکب کے علوم سے وحی الٰہی اور کشوف ورؤیا کو باطل کر رہے ہیں۔ اور معجزاتِ انبیاء کو محض قصہ پارینہ قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو زندہ مذہب ثابت کردیا۔ اور بروز محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرما کر مسیح موعودؑ اور مہدی معہودؑ کے مبارک لقب دیکر اور خاتم النبیینؐ کا متبع بنا کر نبی کا منصب قائم فرما دیا۔ اور اسلام کے ایک فرزند کو تمام دنیا کے آگے پہلوان بنا کر کھڑا کر دیا کہ وہ ببانگ بلند منادی کرے۔ کہ سے

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے۔ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

اُس نے کہا۔ کہ میں خدا نما ہوں۔ اور وحی الٰہی کا مہبط ہوں۔ اس شخص نے اپنے کلام معجز بیان سے دشمنانِ اسلام کی فوج کو درہم برہم کردیا۔ یادر علیہ ما علیہ پنڈت لیکھرام صاحب۔ الیگزنڈر۔ ڈوئی آف امریکہ اور پگٹ آف انگلینڈ چراغ الدین جمونی اور صدہا اور انسان اس کی صداقت کے گواہ بنگئے لاکھوں کی زندگیاں۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں کی موتیں۔ زمین آسمان۔ حجر و شجر۔ خشکی و تری۔ امن و جنگ غرضکہ بے شمار نشانات اس پہلوان ربِ جلیل نے دنیا کو دکھائے۔ فلسفیوں کے فلسفہ خشک کو باطل کیا۔ علوم کی ترقی کو قرآن کی صداقت کا گواہ محمد رسول اللہ صلعم کے علوم صافی کا نتیجہ اور رحمت باریتعالیٰ کا سبب بتایا۔ زندہ خدا کی ہستی کو پردہ غیب سے باہر لاکر کھڑا کردیا اور دکھا دیا۔ کہ محمد رسول اللہؐ کا ہی مذہب سچا مذہب ہے جس میں اب بھی باخدا لوگ ہیں۔ اور قیامت تک رہیں گے۔ اور اپنے وجود کو اور اپنی جماعت کے ہزاروں قدسی نفوس کو جو خدا کے زندہ کا ثبوت ہیں۔ دنیا کے سامنے پیش کردیا۔ خود سینہ پر ہاتھ مار کر دنیا کو چیلنج دیا۔ کہ آؤ میرا مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ خدا کے ہاتھ کا قائم کردہ پتہ لگ جائے گا! اپنی جماعت ایسی چھوڑی۔ کہ جواب تک اور ہمیشہ قیامت تک خدانمائی کا دعوے کرے گی۔

۱۹۱۷ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے شملہ میں نہایت بلند آواز سے تمام دنیا کے لیڈروں کو للکار کر کہا تھا۔ کہ اگر اسلام کی صداقت کے لئے نشان مانگ کر صداقت دیکھنا چاہتے ہو۔ تو آؤ تحریر پیش کرو۔ کہ تمہاری قوم تمہارے ساتھ اسلام میں داخل ہوگی۔ تو پھر جس نبی کا نشان و معجزہ مانگو گے مجھے یقین ہے۔ میرا خدا تم کو دکھاد یگا۔ پس اگر ہمت ہے۔ تو آؤ اور میدان میں کھڑے ہو۔ لیکن کس کی ہمت تھی۔ کہ کھلے ہوئے نشانات کی موجودگی میں جن کے گواہ میں اوپر بیان کرآیا ہوں۔ اس شیرِ خدا کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا۔ یہ وقتی اعلان نہ تھا۔ بلکہ دائمی اعلان ہے۔ کہ خدا اسلام کے لئے ہر صدی میں ایسے وجود پاک پیدا کریگا جو دشمنان اسلام کو صداقت اسلام دکھایا کرینگے۔ اور دکھا کریں گے

کرامت گرچہ بے نام ونشان است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

خاتم النبیین صلعم کی پاکیزہ زندگی

کا ایک خاص پہلو

از جناب ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب۔ سونی پت

عیسائیوں اور ان کی نقل میں آریوں نے آنحضرت صلعم پر یہ الزام لگایا ہے۔ کہ آپؐ نعوذ باللہ عیاش تھے۔ اس ذلیل الزام کے رد کرنے کے لئے ہمیں کہیں دور جانے یا باریک در باریک قرائن اور دلائل لانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ بحکم سے آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ ہم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور آپؐ کے اقوال اور افعال اور قرآن مجید کی اندرونی گواہی سے ہی ثابت کردیں گے۔ کہ ایسے الزامات لگانا متعصب دشمن کی محض کور فطرتی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ انبیا کی ذات مثل آئینہ کے ہوتی ہے۔ اور ان میں معترضین کو اپنی یا اپنی قوم ہی کی حالت نظر آتی ہے۔ جن قوموں نے دنیا کو ظلم دھوکہ اور تلوار کے زور سے زیر کیا۔ وہ آنحضرت صلعم پر تلوار کے جبر کا اتہام لگاتے ہیں۔ اور جن قوموں میں بے حیائی۔ بدکاری۔ زنا اور فسق و فجور بکثرت رائج ہے۔ وہ آپؐ پر عیاشی اور شہوت پرستی کے الزام لگاتے رہتے ہیں۔

عرب کی زناکاری کس نے دور کی؟

عرب میں بدکاری کی وہ کثرت تھی کہ خدا کی پناہ۔ نہ صرف زنا کرتے تھے۔ بلکہ فخریہ اسے علی الاعلان بیان کرتے تھے۔ رنڈیاں۔ چکلے اور بدکاریوں کے اڈے اور خیمے باقاعدہ ہر قوم اور قبیلہ میں ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ کے پاس مدینہ میں ایک وفد آیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ یا رسول اللہ ہم لوگ زنا کا رہتے ہیں۔ آپؐ صرف اس کی اجازت ہم کو دے دیں۔ اور سب طرح ہم مسلمان ہوجاتے ہیں۔ مگر آپؐ نے نہ صرف ان کو اجازت نہ دی۔ بلکہ عرب کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بے حیائی اور بدکاری کے سیل کو یکدم چند سال کے عرصہ میں ایسا نیست و نابود کردیا۔ کہ تنہا عورت اونٹ پر بیٹھ کر شمال سے جنوب تک سفر کرتی تھی۔ اور اُسے خدا کے خوف کے سوا اور کسی کا خوف نہ تھا۔ یہ نمونہ ملک کے ملک اور ساری مسلمان قوم کو یکدم عفیف کردینے کا کوئی مصلح کسی زمانہ میں نہیں دکھا سکا یہ تو صرف ایک ہی بے نظیر پاکباز عفیف کی قوت قدسی تھی جس نے ایسا کردیا۔ ورنہ ایسی حیرت انگیز کامیابی کسی انسان کا کام نہ تھا۔ بھلا یہ ممکن ہے۔ کہ ایک عیاش دنیا سے عیاشی کے تختہ کو پلٹ دے۔ اور بدکاری کی جگہ پاکبازی لوگوں کی خلقت میں داخل کردے۔

عیاشی کے لوازمات

جو لوگ عیاش ہوتے ہیں۔ وہ کبھی اپنے آپ کو حلال عیاشی میں محصور اور محدود نہیں رکھتے۔ بلکہ جب طبیعت اور حالات مطابق ہو جائیں۔ تو یہ عیاشی۔ زنا کاری تک نوبت پہونچاتی ہے۔ اور عیاش طبع لوگ بغیر شراب اور رقص و سرود کے اس عیاشی اور بدکاری سے پوری لذت نہیں اٹھا سکتے۔ پس کیا کوئی عقلمند خیال کرسکتا ہے۔ کہ وہ شخص جس نے اپنی قوم اپنے ملک اپنی امت میں سے زنا کاری بلکہ بدنظری تک کو اڑا دیا۔ شراب اور رقص و سرود کو ممنوع قرار دیدیا۔ وہ خود عیاش ہوسکتا ہے؟

رسُول کریمؐ کی پاکیزہ زندگی

آپؐ نے ۲۵ سال کی عمر یعنی پوری جوانی کی تکمیل تک کمال عفت سے اپنی زندگی گذاری۔ کوئی بدکاری نہیں کی کسی قسم کی بےحیائی کے مرتکب نہیں ہوئے۔ کوئی گناہ نہیں کیا۔ بلکہ نبوت کا دعوے کرنے پر للکار کر تمام قوم کو چیلنج دیا۔ کہ میں نے تم میں ہی اپنی ساری عمر بسر کی ہے۔ بتاؤ تو سہی۔ کونسا گناہ کبھی میں نے کیا ہے۔ اور یہ چیلنج قرآن مجید میں آج تک موجود ہے۔

۴۰ سالہ عورت سے شادی

پھر اس عمر میں شادی بھی کی۔ تو ایک بیوہ ۴۰ سالہ عمر کی عورت سے۔ جس کے دو خاوند فوت ہوچکے تھے۔ اور اس بی بی کے ساتھ ۲۵ سال بکمال عفت اور وفاداری گذارے جب حضرت خدیجہؓ فوت ہوگئیں۔ تو آپؐ کی عمر ۵۰ سال تھی یعنی بڑھاپا آگیا تھا۔ عرب میں تعدد ازدواج کی رسم عام تھی۔ آپؐ اشراف قوم اور رئیس شہر تھے۔ کیا کوئی اور جوان عورت نہ کرسکتے تھے؟ مگر نہیں۔ باوجود قویٰ مضبوط ہونے کے آپؐ نے ایک ضعیفہ سے ہی زندگی بسر کی۔

سودہؓ اور عائشہؓ سے نکاح

خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپؐ نے حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا۔ سودہؓ خود ضعیفہ تھیں اور خوش شکل بھی نہ تھیں۔ مگر ان کے خاوند صحابی تھے۔ اور ان کے فوت ہونے کے بعد آپؐ نے یہی مناسب سمجھا کہ مسلمانوں کے اس تنگی کے اوقات میں میں خود ہی سودہؓ سے نکاح کرلوں۔ یہ آپؐ کا محض احسان تھا۔ عائشہؓ سے شادی ایک خواب کی بنا پر تھی۔ نکاح ہوگیا۔ اور عائشہؓ مدینہ میں آکر نکاح کے تین۔ چار سال بعد رخصت ہوئیں۔

باقی ازواج مطہرات

باقی کئی بی بیاں جو آنحضرت صلعم نے مدنی زندگی کے پچھلے دنوں میں کیں۔ وہ سب کی سب بیوہ تھیں۔ کسی کا ایک خاوند مرچکا تھا کسی کے دو۔ اور ہر ایک پختہ عمر کی تھی۔ اور ان سے نکاح کی وجوہات مجملاً یہ تھیں:-

(۱) عورتوں میں نئے مذہب کی تعلیم کا پھیلانا ۔

(۲) بعض کو صرف احسان و مروت کی وجہ سے نکاح میں لانا

(۳) بعض کو اس لئے کہ تعلقات کی وجہ سے وہ سب قوم اسلام لے آئے ۔ مثلاً حضرت جویریہؓ ۔

(۴) آپؐ کے گھر میں رہنے کے اوقات کے اخلاق اور عادات اور عبادات کے متعلق لوگوں کو علم دینا ۔

(۵) تعدد ازدواج کرنے والے اُمت کے لوگوں کے لئے نمونہ قائم کرنا ۔

(۶) بعض عورتوں کا کفیل آپؐ کے سوا کوئی نہ بن سکتا تھا ۔

(۷) بعض کفر اور جاہلیت کی رسوم کو توڑ کر دکھانا ۔ جیسے زینبؓ کے معاملہ میں ۔

غرض آپؐ نے ساری عمر میں صرف ایک کنواری عورت سے شادی کی ۔ اگر عیش پرست ہوتے تو ہزاروں کنواریاں حاضر تھیں اگر عائشہؓ سے ہی عیش اُڑانا مقصود تھا ۔ تو آٹھ اور بیویاں کرکے ان کی باری ۹ دن کے بعد کیوں کرلی ۔

حضرت عائشہؓ کی گواہی

اے معترض ! خود عائشہؓ کی حدیث صحیح بخاری کی جو نہایت صحیح کتاب ہے تیرے برخلاف پیش کرتا ہوں ۔ تاکہ تو شرمندہ ہو ۔ اور تجھے معلوم ہو ۔ کہ خود عائشہؓ کے نزدیک دنیا میں سب سے زیادہ اپنی شہوت پر ضبط اور قبضہ رکھنے والا وجود تھا ۔ جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ حضرت عائشہؓ آنحضرتؐ کے متعلق بیان فرماتی ہیں ۔ کان املککم لاربہٖ یعنی آنحضرت صلعم بہت زیادہ اپنی شہوت پر قابو رکھنے والے تھے ۔

یہ بیویؓ کی گواہی ہے اور اس بیویؓ کی گواہی ہے جس کے ساتھ آپؐ کو سب سے زیادہ محبت تھی ۔ یہ اُس بی بی کی گواہی ہے ۔ جس کی وجہ سے آپؐ کو عیش پرست کہا جاتا ہے ۔ یہ آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے عظیم الشان کیرکٹر پر ایک شمائی واقف کی خود پیش کردہ گواہی ہے ۔ یہ گواہی لاکھ گواہی سے بڑھ کر ہے پس کیا کوئی ہے ۔ جو اسے قبول کرے ؟

عایشہؓ سے محبت کی وجہ

لوگوں نے اس کی محبت وجوہات بیان کی ہیں دوست کہتے ہیں ۔ وہ فراست ذہن اور دین کی عالم تھیں ۔ اس لئے آپؐ کو ان سے زیادہ محبت تھی ۔ دشمن کہتے ہیں ۔ وہ نوجوان اور حسین تھیں ۔ اس لئے آپؐ کو ان سے محبت تھی ۔ حالانکہ خود آنحضرتؐ کا قول موجود ہے ۔ اور بخاری جیسی مستند کتاب میں موجود ہے ۔ کسی نے عرض کیا ۔ آپؐ کو عایشہؓ کی طرح اور بیبیوں سے کیوں محبت نہیں ۔ فرمایا جب میں اوروں کے پاس ہوتا ہوں ۔ تو خدا کا کلام لانے والا فرشتہ میرے پاس نہیں آتا ۔ عایشہؓ کے پاس ہوں ۔ تو آجاتا ہے ۔ یعنی عایشہؓ کی جسمانی اور روحانی طہارت ایسی اعلےٰ ہے ۔ کہ جبرائیل ان کے پاس آنے سے نہیں جھجکتے ۔ دوسروں کی اس اعلےٰ پیمانہ اور مرتبہ کی نہیں ہے ۔ اب معاملہ بالکل صاف ہوگیا کہ عائشہؓ کی محبت کی تہ میں بھی خدا ہی کی محبت تھی ۔ کیونکہ محبوب ازلی اور اعلیٰ کا کلام وحی ان کے نزول ہوتا تھا ۔ عائشہؓ کی محبت عائشہؓ کی جوانی اور حسن کی وجہ سے نہیں ۔ بلکہ خدا کے کلام کے نزول کی وجہ سے ہے گویا خدا ہی کی وجہ سے یہ تعلق ہے نہ کہ نفسانی حسن کی وجہ سے نہیں ۔ نہ کسی نفسانی غرض سے ۔

دُوسرے اخلاق اور حالات

(۱) ایک دفعہ صحابہؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا ۔ کہ آنحضرتؐ کے اخلاق کیسے تھے ۔ حضرت عایشہؓ نے فرمایا ۔ کہ کان خلقہ القرآن ۔ یعنی آپؐ کے اخلاق قرآن کے مطابق تھے ۔ جو بات قرآن میں بری کہی گئی ہے ۔ وہ آپؐ نے کبھی نہیں کی ۔ اور جن باتوں کا قرآن نے حکم دیا ہے ۔ آپؐ اُن پر ہمیشہ عمل کرتے تھے ۔ اب اس گواہی کے بعد ہم قرآن کو دیکھتے ہیں ۔ کہ وہاں عیاشی کے بارے میں کیا حکم ہے اول تو تمام قرآن ایسے احکام سے بھرا پڑا ہے ۔ کہ زنا نہ کرو ۔ بدنظر نہ کرو ۔ کسی بے حیائی ظاہری اور باطنی کے پاس نہ پھٹکو ۔ دوسرے قرآن میں نکاح کے بارے میں حکم ہے ۔ کہ مرد یا عورت نکاح شہوت رانی کے لئے نہ کرے ۔ بلکہ تقوےٰ کے لئے اور اپنے نفس کی حفاظت کے لئے کرے ۔ قرآن مجید میں صاف شرط نکاح کی یہ ہے ۔ کہ غیر مسافحین ۔ یعنی اے مسلمان تو نکاح شہوت رانی کے لئے ہرگز نہ کر ۔ بلکہ شہوت کو روکنے اور قبضہ میں کرنے کے لئے کر ۔ پس اگر آپؐ کے اخلاق عین قرآن کے احکام کے مطابق تھے ۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے بتایا ۔ تو اس میں بھی کچھ شک نہیں ۔ کہ آپؐ عیاش یا شہوت پرست نہ تھے ۔ کیونکہ قرآن کے رُو سے عیاشی اور شہوت رانی منع اور حرام ہے ۔ نہ صرف غیر سے ۔ بلکہ اپنی بی بی سے بھی ۔

(۲) آپؐ کے سالے عبداللہؓ بن عمرؓ جو آپؐ کے قریبی اور گھر میں آنے جانے والے اور بڑے اہل عقل اور اہل علم صحابی ہیں ۔ فرماتے ہیں ۔ لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاحشاً ولا متفحشاً (بخاری) یعنی آنحضرتؐ ہرگز فحش گو یا فحش افتیار کرنے والے انسان نہ تھے ۔ یعنی کوئی فحش یا بے حیائی کی بات یا کام نہ آپؐ سے سنا گیا ۔ نہ آپؐ میں دیکھا گیا ۔ پس ایسا شخص جو حیا اور پاکیزگی مجسم ہو ۔ اس کی بابت کون کہہ سکتا ہے ۔ کہ وہ عیاش یا شہوت پرست تھا ۔ کیونکہ ان باتوں کے لئے بے حیائی اور فحش طرزی ہے ۔ بلکہ پہلا زینہ ہے ۔ مجھے اپنے پیشہ کی وجہ سے بہت عیاش لوگوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے ۔ اور میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ عیاشی اور بے حیائی اور فحش گوئی لازم ملزوم ہیں ۔ اور بغیر فحش اور بے حیائی میں داخل ہونے کے عیاش آدمی عیاشی اور شہوت پرستی کر ہی نہیں سکتا ۔

(۳) دوسری میں آپؐ کے حیا کا یہ عالم تھا ۔ کہ ایک دفعہ آپؐ کے چچا عباسؓ نے آپؐ کو ننگا کردیا تھا ۔ تو اس قدر حیا سے بے ہوش ہوگئے تھے ۔ اور بڑھاپے میں حیا کا یہ حال تھا ۔ کہ وہی رازدار عائشہؓ فرماتی ہیں ۔ کہ آنحضرتؐ میرے سامنے بے پردہ نہ ہوتے تھے ۔ نہ مجھے اپنے سامنے بے پردہ کرتے تھے ۔ صحابہؓ کی شہادت ہے ۔ کہ آنحضرتؐ جوان کنواری لڑکی سے زیادہ حیادار تھے ۔ ان شہادتوں کے مقابلہ میں کیسی بے حیا کا آپؐ کو عیاش یا شہوت پرست کہدینا کس طرح مان لینے کے لائق ہے ۔ جس شخص کو اس کے رشتہ دار اس کے عزیز و اقارب اس کی بی بی اس کے دوست درجہ اول کا حیادار کہتے ہیں ۔ کس کا حق ہے ۔ کہ وہ اس کی حیاداری پر حرف رکھے ۔ سوائے اُس کے جو خود ہی بے شرم ہو ۔

اسلامی تعدد ازدواج کیساتھ عیاشی منافی ہے

اگر آپؐ نے ساری بی بیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر حسینہ جمیلہ کی تھیں ۔ اور شہوت رانی کے لئے کی تھیں ۔ تو صرف عائشہؓ کی طرف رغبت کے کیا معنے ؟ اور اگر عائشہ ہی کی طرف رغبت تھی ۔ تو پھر بہت ساری بی بیاں کرکے اپنے آپ کو ہر وقت عائشہؓ کے پاس رہنے سے محروم کردینے کے کیا معنے ؟ غرض کسی پہلو سے اس اعتراض کو لو ۔ یہ ٹھیک بیٹھتا ہی نہیں ۔ آپؐ کا تعدد ازدواج ایک عظیم الشان قربانی تھی ۔ جو آپؐ نے صرف اسلام کی تبلیغ اور طبقہ نسوان میں دین پھیلانے اور اپنے حالات کے نشر و اشاعت کے لئے برداشت کی تھی ۔ اور اس تعدد ازدواج کی وجہ سے ہمیشہ آپؐ تکلیف میں رہے ۔ کبھی وہ راحت نہ پائی ۔ جو ایک بی بی والے پاتے ہیں ۔ مگر چونکہ آپؐ امت کے لئے نمونہ اور اسوہ تھے ۔ اور انصاف اور عدل میں دنیا میں پہلا سچا نمونہ تھے ۔ اس لئے آپؐ نے یہ سب تکالیف ہماری خاطر برداشت کیں ۔

آپؐ کے زمانہ کے مخالفوں نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا

قرآن مجید میں تمام وہ اعتراضات جو آنحضرتؐ کی ذات پر کفار اور اہل کتاب کیا کرتے تھے ۔ مذکور ہیں ۔ کہیں شاعر کہا ہے ۔ کہیں مجنون کہیں کاہن ۔ کہیں وعدہ الٰہی پر اعتراض ۔ کہیں کتب قدیمہ کی پیشگوئیوں کے متعلق ۔ غرض ایک لمبی فہرست ان اعتراضات کی ہے ۔ جو آپؐ کی ذات پر کئے گئے ہیں ۔ مگر کسی نے اس زمانہ میں آپؐ پر شہوت پرستی اور عیاشی کا اعتراض نہیں کیا ۔ حالانکہ مدینہ میں یہودی بہت مدت تک رہے ۔ اور خیبر میں تو وہ آپؐ کی وفات کے وقت بھی موجود تھے ۔ اور کبھی اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے تھے ۔

پس یہ اعتراض اس زمانہ کی ہی ایجاد ہے۔ کیا یہ بیوقوف آپؐ کی زندگی پر نظر ڈال کر نہیں دیکھتے۔ کہ عیاش آدمی تو سارا دن گھر میں ہی پڑا رہتا ہے۔ اور اپنی معشوقہ کے قدموں سے لگا رہتا ہے۔ نہ یہ کہ تمام دن باہر گزارے۔ اور پھر رات کو اپنی محبوب عورتوں سے الگ ہو کر اتنی عبادت کرے۔ کہ ٹانگیں اور پیر سوج جائیں۔ اور لوگوں کو کہنا پڑے۔ کہ یا رسول اللہ اتنی عبادت نہ کریں۔ دیکھئے تو آپؐ کے پیروں پر کھڑے کھڑے ورم آگیا ہے کیا یہ عیاش کی علامت ہے۔ کیا کبھی کسی نے یہ بھی کہا۔ کہ یا رسول اللہؐ آپ اپنی بیویوں کے پاس نہ بیٹھا کریں یہ مناسب نہیں۔ افسوس ہے ایسے معترضوں پر اگر وہ آپؐ کی زندگی کا حقیقی پہلو دیکھتے اور آپؐ کے عشق و محبت کا اصل مرجع معلوم کرتے۔ تو ایسے بیہودہ اعتراض کبھی زبان پر نہ لاتے +

آپؐ کا دُنیا سے تعلق

آنحضرتؐ خود اپنا تعلق دنیا سے یُوں بیان فرماتے ہیں کہ میرا اور دُنیا کا بس اتنا تعلق ہے جیسے کوئی شخص اونٹنی پر سوار کسی ضروری کام کو جا رہا ہو۔ گرمی کا موسم اور دھوپ اور لُو کی شدت کی وجہ سے جنگل میں ایک درخت کو دیکھ کر ذرا کی ذرا اس کے سایہ میں سستائے تاکہ گھڑی بھر دم لے کر پھر آگے اپنے کام کو روانہ ہو۔ پس جس شخص کے دنیاوی تعلقات اور دنیاوی راحت و آرام کا یہ حال ہو۔ اور اپنے مشن اور کام کا اتنا فکر ہو۔ اس پر عیاشی اور شہوت رانی کا الزام لگانا کسی نہایت درجہ ظالم قبیح سوزی کا ہی کام ہے +

آخری عمر میں آپؐ بادشاہ بھی تھے

آخری عمر میں تمام عرب آپؐ کا مطیع ہو چکا تھا۔ اور آپؐ کے ایک اشارہ پر تمام آرام کے سامان آپ کے لئے مہیا ہو سکتے تھے۔ مگر آپؐ نے کبھی بھی دنیاوی لذات کی طرف رُخ نہیں کیا۔ گھر میں ہمیشہ خرچ کی تنگی ہی رہتی تھی۔ اسلامی فتوحات شروع ہوئیں۔ اور اموال آنے تو بیبیاں مطالبہ کے لئے حاضر ہوئیں۔ کہ اب تو عام مسلمان بھی تنگ حال نہیں رہے۔ آپؐ ہمیں روٹی کپڑا تو ذرا فراخت سے دیا کریں۔ آپؐ نے اس مطالبہ کو بھی بُرا سمجھا۔ بلکہ ناراض ہو کر علیحدہ بالا خانہ میں رہائش اختیار کر لی۔ حضرت عمرؓ پوچھنے آئے۔ تو دیکھا کہ گھر میں صرف ایک بوریا پڑا ہے جس کے نشان آپؐ کے جسم پر پڑ گئے ہیں۔ یہ حالت شہنشاہ دو عالم کی دیکھکر عمرؓ رو دئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ عمرؓ کیوں روتے ہو۔ عرض کیا۔ قیصر و کسریٰ تو مزے کریں۔ اور آپؐ کا یہ حال۔ آپؐ نے فرمایا۔ ان کے لئے دنیا ہمارے لئے آخرت۔ ہمارا دنیا کی لذتوں سے کیا کام۔ کیا یہ شخص عیاش تھا؟

عیاش ہوتا۔ تو جو مال آئے تھے۔ پہلے اپنی عورتوں کو دیتا کہ لو تم اچھے اچھے کپڑے بناؤ۔ عمدہ عمدہ زیور پہنو۔ بن سنور کر رہو مکانوں کو سجاؤ۔ سیجیں بچھاؤ۔ تاکہ ہم عیش کریں۔ اور شہوت پرستی کے لطف اٹھائیں۔ برخلاف اس کے وہ صرف نان و نفقہ میں ذرا زیادہ کا مطالبہ کرتی ہیں۔ تو آپؐ ناراض ہوتے ہیں۔ بلکہ اُن کے ہاں جانا تک چھوڑ دیتے ہیں۔ ایک ماہ کے بعد جب پھر اترتے ہیں۔ تو ایک ایک کو یہ حکم سنا دیا جاتا ہے۔ "اگر تم کو دنیا کی لذتیں اور اُس کی زینت درکار ہے۔ تو آؤ۔ تم کو مال دے کر رخصت کر دوں۔ اور اگر تم کو خدا کی ذات اور اُس کا رسولؐ اور آخرت کا گھر درکار ہے۔ تو پھر اسی حالت میں رہنا پڑے گا۔ اور اگر کوئی کام بھی بے حیائی کا تم کرو گی۔ تو تمہیں دوگنا عذاب ملیگا"

پھر فرمایا۔ "بناؤ سنگار جاہلیت کے زمانہ کے تمہارے لئے منع ہیں۔ تم تو نمازیں پڑھا کرو۔ اور زکوٰۃ دیا کرو۔ اور قرآن پڑھتی رہا کرو۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ تمہاری ساری گندگیاں اور برائیاں دور کر کے تمہارے دلوں کو ہر طرح پاکیزہ اور مطہر کر دے" کیا یہ ایک عیاش کا کلام ہے۔ کیا ایک شہوت پرست کا یہ رویہ ہو سکتا ہے۔ کیا وہ جو عورتوں کو بے حیائی کے بدلے دگنے عذاب سے ڈراتا ہے۔ وہ خود ان سے بے حیائی اور شہوت پرستی میں مبتلا رہتا ہوگا۔ العجب ثم العجب

آپؐ کے گھروں کی حالت

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرتؐ کے گھروں میں دو دو مہینے چولہا نہیں جلتا تھا۔ کبھی کچھ دودھ پی لیا۔ کبھی کچھ چھوارے کھا لئے۔ کبھی روزہ رکھ لیا۔ یا فاقہ ہی منا لیا۔ ہم نے آپؐ کے زمانہ میں نہ کبھی جی بھر کر کھانا کھایا۔ نہ پیٹ بھر کر پانی پیا۔

ایک دفعہ ایک مہمان آیا۔ تو نو گھر تھے۔ سب میں باری باری آدمی گیا۔ اور خبر لایا۔ کہ کچھ کھانے کو نہیں ہے۔ صرف پانی ہے۔ دیکھو تو حالت ہے۔ خندق کی لڑائی کے دنوں میں بعض لوگوں نے بھوک کی شکایت کی۔ اور کرتہ اٹھا کر دکھایا۔ کہ پیٹ سے پتھر بندھا تھا۔ تاکہ تسکین رہے۔ آنحضرتؐ نے ان کی شکایت سنکر اپنا کرتہ اٹھایا۔ تو دو پتھر بندھے تھے۔ یہ آپؐ کا فقر اور اختیاری فقر ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ تارک الدنیا اور تارک للذات تھے۔ اور آپؐ نے اپنی ازواج کو بھی اپنے ہی رنگ میں رنگ لیا تھا +

دُوسروں کو نصیحت

آپؐ ہمیشہ جوانوں کو پاکیزگی اور عفت کی نصیحت کرتے رہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ اے جوانو! نکاح کرو۔ ورنہ روزے رکھو کیونکہ روزہ شہوات کو کاٹتا ہے۔ اور ہر قسم کی بے حیائی سے بچو اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے +

قرآن مجید کے احکام

قرآن مجید نے صرف غیر مسافحین کہکر اپنی بی بیوں سے بھی عیاشی کو منع کیا ہے۔ بلکہ فرمایا ہے۔ کہ نساؤکم حرث لکم۔ عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ یعنی نہ صرف یہ کہ تم عورتوں کو شہوت رانی کی غرض سے نہ استعمال کرو بلکہ ان کو کھیتی سمجھکر استعمال کرو۔ اور سوائے برمحل اور باموقعہ تعلق کے نامناسب زیادتی جائز تعلقات کی بھی نہ کرو۔ غرض اولاد کا پیدا کرنا اور شہوات کا قابو میں رکھنا اور تقویٰ اللہ اور آپس کی مودت اور رحمت ہو۔ نہ کہ نفسانی جذبات کا بے قابو کر دینا۔

پھر قرآن مجید نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تم کو ہر قسم کے فحشا سے منع کرتا ہے۔ اور نماز بھی اسی لئے تم پر مقرر کی گئی ہے۔ کہ تم ہر قسم کی بے حیائی سے بچو۔ غرض قرآن جو بقول معترضین کے خود آنحضرتؐ کے دماغ کا اختراع اور آپؐ کی تصنیف ہے۔ ہر طرح کی شہوت رانی عیاشی اور بے حیائی سے منع کرتا ہے پس مصنفؐ جو اس کا عامل اور اس پر دنیا کو عمل کرانے والا تھا۔ خود کیسا شخص ہوگا۔ ایک یوروپین مصنف لکھتا ہے۔ کہ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ تمام کتب سماویہ میں سے صرف قرآن ہی اکیلی ایسی کتاب ہے جو ہر قسم کے فحش اور بے حیائی کی باتوں سے قطعاً پاک ہے؟ دوسری کتب سماویہ کو لے کر دیکھو۔ تو انسان حیران ہی رہ جاتا ہے +

درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے

آنحضرتؐ نے جو تغیر عظیم الشان تمام عرب میں عفت کے متعلق پیدا کر دیا۔ وہ بے نظیر ہے۔ مگر وہ لوگ جو آپؐ کی صحبت میں رہے۔ ان کے حالات اگر اس معاملہ میں بیان کئے جائیں۔ تو دنیا حیران رہ جائے۔ مختصراً ایک دو مثالیں بیان کی جاتی ہیں +

(۱) ایک صحابی تھے۔ وہ زمانہ جاہلیت میں ایک عورت پر کہ مکہ میں عاشق تھے۔ اور اس کے ہاں آیا جایا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد وہ مدینہ سے مکہ کسی کام کو آئے اس عورت نے ان کو دیکھکر نہایت محبت سے بلایا۔ مگر انہوں نے کہدیا کہ اب میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور ہمارے ہاں یہ کام حرام ہے۔ میں تمہارے پاس ہرگز نہیں آسکتا۔ اس نے کہا۔ اگر انکار کرو گے۔ تو ابھی غل مچاتی ہوں۔ یہ مکہ والے تمہارے خون کے پیاسے ہیں۔ پکڑ لیں گے۔ اور مارے جاؤ گے۔ ورنہ میرے گھر میں اندر آ جاؤ۔ انہوں نے کہا۔ بلا سے جان چلی جائے۔ مگر ایمان نہ جائے۔ اس عورت نے غل مچا دیا۔ مگر خدا نے ہی بیچارے کی حفاظت کی۔ اور وہ چھپ کر وہاں سے نکل آئے۔ ورنہ جان جانے میں کسر نہ تھی +

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں۔ کہ ایک وہ زمانہ تھا۔ عرب میں زناکاری لائق تحسین فعل تھا۔ اور ایک اب ہماری یہ حالت ہو گئی ہے۔ کہ خدا کی قسم مجھے سڑے ہوئے مردار کی لاش کو سونگھنا بہت محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ نامحرم عورت کی خوشبو کو سونگھوں +

(۳) ایک صحابی کو نکاح کی بہت ضرورت تھی۔ بہ ہزار مشکل ان کو بی بی (کیونکہ وہ خوش شکل نہ تھے) وہ اسے سسرال سے گھر میں لانے کے لئے جوڑہ خریدنے بازار گئے۔ کہ رستہ میں ہی یہ ڈھنڈورہ پٹتا ہوا سُنا۔ کہ اے مسلمانو جہاد کو چلو۔ آنحضرتؐ جہاد میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اُسی جوڑہ کے روپیہ سے انہوں نے گھوڑا اور ہتھیار خریدے اور سیدھے لشکر میں جا ملے۔ اور اسی لڑائی میں شہید ہو گئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جس کے پیرو اس طرح اپنی خواہشات اور دنیاوی آرام اور حظ کو خدا کے لئے قربان کرنے والے ہوں۔ وہ خود کیسا ہوگا؟ بتایئے۔

(۴) آپ کے صحابہ کی تو یہ حالت تھی۔ کہ بیان کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں ہم اپنی جائز خواہشات کو بھی ڈر کے مارے پورا نہ کر سکتے تھے۔ خدا ہمیں اپنی آنکھوں کے سامنے دکھائی دیتا تھا۔ آپؐ کے وصال کے بعد اور حالت ہوگئی۔ ورنہ وہ زمانہ تو اور ہی تھا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک مسئلہ

رہا یہ مسئلہ کہ احادیث میں آتا ہے۔ کہ آپؐ ایک دفعہ ایک دن میں سب بی بیوں کے پاس گئے۔ سو یہ آپؐ کی قوتِ مردمی کا ثبوت ہے۔ نہ کہ شہوت پرستی کا کیونکہ یہ روز روز نہیں ہوتا تھا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ خدا کے شیر اس طاقت میں بھی سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اور جوانی میں تو آپؐ کی طاقت اس سے بھی بدرجہا زیادہ ہوگی۔ مگر پھر آپؐ کا ضبط بھی دیکھو۔ اگر یہ ثبوت نہ ہوتا۔ تو کوئی کہہ سکتا۔ کہ جوانی میں اس لئے کوئی گناہ نہ کیا۔ یا اکیلی خدیجہؓ پر اس لئے قانع رہے کہ طاقتِ رجولیت ہی معمولی تھی۔ اور ستر (؟) بی بی از لیے چادری والا معاملہ تھا۔ سو اس کا رد کر دیا۔ کہ طاقت تو خدا نے ان کو اتنی دی تھی۔ مگر صرف ضبط اور تقویٰ کی وجہ سے وہ مخفی رہی۔ اور دیکھو۔ اب بڑھاپے میں بھی ایسی ہے۔ کہ ایک وقت میں ۹-۹ گھروں میں ہو آتے ہیں۔ حالانکہ کوئی اور ہو۔ تو دیوانہ ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قوت کی بابت لکھا ہے۔ کہ انبیاؑ کو خدا کی طرف سے بطور انعام کے خاص طور پر عطا کی جاتی ہے۔ چنانچہ مجھے بھی چالیس مرد کی قوت عطا کی گئی ہے۔ پس جس طرح جسمانی حسن و طاقت اور شجاعت اور روحانی قوت قدسی میں آپؐ بے نظیر تھے۔ اسی طرح قوت مردمی میں بھی آپؐ کو کمال تھا۔ اور اگر کبھی بھی اس کا اظہار نہ کرتے۔ تو محض دعوے بلا دلیل کیونکر مانا جاتا۔

شیر حق را ہیبت از رب جلیل / دشمناں پیشش چو روباہ و ذلیل
ایں چنیں شیرے بود شہوت پرست / ہوش کن اے روبہ ناچیز و پست
شہوۃ شاں از سر آزادی است / نے اسیراں چو تو آں قوم مست
خود نگر گت آں یکے دہ دانی است / واں دگر دا روغ سلطانی است
گرچہ در یکجاست ہر دو را قرار / لیک فرقے ہست در دو تے آشکار
کار پاکاں بر بداں کردن قیاس / کار ناپاکاں بود اے بدحواس

کامے گر زن بدارد صد ہزار / صد کنیزک صد ہزاراں کاروبار
پس گرافتند در حضورے و فتور / نیست آں کامل ز قربت ہست دور
کامل آں باشد کہ با فرزند و زن / باعیال و جملہ مشغولے تن
با تجارت یا ہمہ بیع و شرا / یک زماں غافل نہ گردد از خدا
ایں نشانِ قوتِ مردانہ است / کاملاں را ایں ہمیں پیمانہ است

(مسیح موعودؑ)

عجب بے وقوفی

بڑی بے وقوفی بعض معترضین کی یہ ہے کہ وہ حسنِ معاشرت کا نام شہوت پرستی رکھتے ہیں۔ احمق یہ نہیں سوچتے کہ دنیا میں بے نظیر اخلاق والا انسانؐ اپنی بی بیوں سے کیسا سلوک کرے گا۔ سمجھنے کو تو یہی فقرہ کافی ہے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں +

اصولی رد

دوست دشمن ہر شخص اقراری ہے۔ کہ آنحضرتؐ کی تمام زندگی اور زندگی کا ہر دن اور دن کا ہر ایک لمحہ اسی دھن اور کوشش میں بسر ہوتا تھا۔ کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کا نام دنیا میں بلند ہو۔ مخلوق غیر اللہ سے شرک کرنا چھوڑ دے اور خالص توحید روئے زمین پر قائم ہو۔ آپؐ کو آسمان میں زمین میں ہوا میں پانی میں قدرت کے تغیرات میں روز مرہ کے واقعات میں بہار کی بارش۔ گرمی کی لُو اور جاڑوں کی سردی میں۔ گھاس کے پتّہ میں۔ اونٹ کے بال میں۔ مخلوقات کی پیدائش اور ہلاکت میں غرض کون و مکان کے وجود اور ہر تغیر و تبدل میں ایک ہی قدرت والی ذات کام کرتی نظر آتی تھی۔ جو ہر احتیاج اور نقص سے پاک۔ ہر حسن اور خوبی سے مزین۔ ہر علم اور قدرت سے آراستہ تھی۔ اسی ذات کا عشق تھا۔ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذرہ ذرہ میں رچ گیا تھا۔ اس کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اور اُس کے نام اور عزت اور محبت اور عبادت کے قیام کے لئے اُسؐ عاشق نے اپنے تئیں ساری عمر فنا کئے رکھا تھا۔ مالک کی مرضی میں غلام کی مرضی۔ مالک کی ناراضگی میں غلام کی ناراضگی۔ مالک کی فرمانبرداری میں غلام کی راحت تھی۔ یہ حالت عشق کی اس درجہ کو پہونچ گئی تھی۔ کہ دشمن بھی کہتے تھے۔ کہ محمدؐ اپنے رب کے عشق میں دیوانہ ہو گیا ہے۔ اسؐ کا ہر قول و فعل۔ ہر حرکت و سکون اسی معشوق کی رضا کے لئے تھا۔ یہاں تک کہ جس وقت موت کے سکرات غالب تھے۔ اور دم بدن سے نکل کر گلے میں اٹک رہا تھا۔ اس وقت بھی وہ بالرفیق الاعلیٰ کہکر اسی اپنے محبوب کے نام کی تسبیح جپ رہا تھا۔ پس جب ایسا عشق ہو۔ ایسی محبت ہو۔ ذرہ ذرہ میں وہ محبوب۔ ازلی و ابدی رچ گیا ہو۔ دوست دشمن سب گواہی دے اٹھیں۔ کہ یہ عاشق ہے۔ اسؐ نے اپنا ذرہ ذرہ معشوق کی محبت اور کام میں فنا کر رکھا ہے۔ تو پھر ایسے شخص کی بابت یہ اعتراض ہو ہی کہاں سکتا ہے۔ کہ اس کے لئے دنیا میں کوئی اور دلبستگی کا سامان باقی ہے۔ اگر وہ خدا کا عاشق تھا۔ تو پھر نہ دنیادار ہو سکتا ہے۔ نہ عیاش۔ نہ بادشاہی اور حکومت کا طالب ہو سکتا ہے۔ نہ عزت اور مال کا گاہک جب حقیقی عشق آتا ہے۔ تو اور چیزیں خاک بلکہ خاک سے بھی بڑھ کر ناپاک ہو جاتی ہیں۔ ایسا شخص جب کوئی کام کرتا ہے۔ وہ صرف مالک کے حکم سے اس کی رضا کے لئے نہ کہ اپنے نفس اور عیش اور لذت کے لئے۔ کیونکہ لذت تو ساری معشوق اور دلدار کے وصل میں ہے۔ نہ کہ دوسرے لوگوں کے تعلق میں۔ آنحضرتؐ نے جو تعلق اپنی ازواج سے رکھا وہ صرف خدا کے حکم سے اور امت کو نمونہ دکھلانے کے لئے ورنہ اس عاشق کی حقیقی خوشی تو اپنے رب کے وصل میں تھی۔ نہ کہ اس فانی زندگی میں۔ پس آپؐ کی زندگی کے اس اصلی اور نمایاں پہلو کو کبھی نہ بھولو۔ کیونکہ اعتراض اسی وقت اٹھتے ہیں۔ جب یہ پہلو نظر کے سامنے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ محمدؐ اپنے رب کا عاشق تھا۔ وہ کسی اور کی صحبت میں لذت نہیں پا سکتا تھا۔ جھوٹا ہے وہ جو اس کے برخلاف کہتا ہے۔ کیونکہ خود عاشق ہی کہتا ہے۔ کہ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ یعنی میری آنکھیں تو اس وقت ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ جب میں نماز میں اپنے رب کے دربار میں حاضر ہوتا ہوں صلی اللہ علیہ وسلم

بھلا جب قریش نے آپؐ کو بلا کر کہا تھا۔ کہ اے محمدؐ۔ آپؐ اسلام کی تبلیغ سے باز آ جائیں۔ ہم آپؐ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ آپؐ کے لئے بکثرت مال جمع کر دیتے ہیں۔ اور عرب میں حسین سے حسین جس عورت کو آپؐ پسند کریں۔ ہم اسے آپؐ کے پہلو میں لا کر بٹھا دیتے ہیں۔ تو اس وقت آپؐ نے کیا کہا تھا؟ آپؐ نے ان کے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔ اور یہی کہا تھا۔ کہ عرب کی حسین عورت! اگر چاند اور سورج کی طرح کی حسین عورتیں بھی میرے دائیں اور بائیں لا کر بٹھا دو گے۔ تب بھی میں اپنے خدا کے پیغام کے پہونچانے سے باز نہیں آ سکتا۔ اور اس راہ میں اگر میں ہلاک بھی ہو جاؤں۔ تب بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑ سکتا۔ کیا اے معترض یہ جواب خود آپؐ کے منہ سے سُن کر پھر بھی تو گندے اعتراض رٹے جائیگا خدا تعالیٰ تجھے اور تیرے جیسوں کو ہدایت دے اور آنکھوں پر سے تعصب کے پردے اٹھائے۔ تاکہ تجھے اس نورِ مجسم کی اصلی شکل نظر آ جائے۔ جو نہ صرف خود پاک اور مطہر تھا۔ بلکہ جس کے پرتو اور اثر سے لاکھوں کروڑوں انسان پاک اور مطہر بن گئے! صلی اللہ علیہ وسلم

ابوذرؓ سے روایت ہے۔ کہ میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ مدینہ کی پتھریلی زمین میں چل رہا تھا۔ کہ سامنے سے احد پہاڑی نظر آئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے ابوذرؓ میں نے عرض کیا۔ جی حضور یا رسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اگر اس اُحد پہاڑی کے برابر بھی مجھے سونا مل جائے۔ تو میرے دل کی خواہش یہی ہے۔ کہ میں اس کو اللہ کے بندوں میں تقسیم کر دوں۔ کہ تین دن بھی میرے گھر میں وہ سونا نہ رہے۔ ہاں اگر کچھ بھی تو قرضہ کے ادا کرنے کے لئے۔ (بخاری)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نصب العین کیا تھا؟

دین حق یا دنیائے دنی؟

(از جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔ ایڈیٹر الحکم)

ایڈیٹر صاحب الفضل نے "خاتم النبیین" نمبر کیلئے خاکسار عرفانی کو مضمون لکھنے کی تحریک کی۔ پیرانہ سالی اور شدت گرمی ہمت پست کئے دیتی تھی۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیضان عمیم کی ایک لہر ہے۔ کہ بے جیسے کمزوروں کو بھی قوت عطا کر دیتی ہے۔ مندرجہ عنوان سوال نے گزشتہ تیرہ صدیوں سے دنیا کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ مختلف ممالک اور مختلف طبقہ کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرۃ اور سوانح کے مختلف پہلوؤں پر اسی نقطہ خیال سے بحث کی ہے۔ اور دوستوں اور دشمنوں نے اپنے اپنے رنگ میں اس سے نتائج پیدا کرنے میں لطف اٹھایا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ یہ سوال آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدسی ذات ہی سے وابستہ نہیں بلکہ دنیا کے ہر ہادی اور مسلم کی صداقت اسی سوال کے جواب میں مخفی ہے۔ اور یہ ایک معیار اور محک ہے۔ جس پر ہادی کامل ہی صحیح اترتا ہے۔ دنیا میں جس قدر ہادیان مذہب گذرے ہیں۔ وہ بنی اسرائیل کے نبی ہوں۔ یا ہند و چین اور دیگر بلاد کے ربانی پیشوا۔ ان سب میں یہ فضیلت صرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے کہ

آپ کی سیرۃ اور سوانح کے تمام واقعات اور حالات محفوظ ہیں

جہاں دوسرے ہادیان مذاہب پر اس کلیہ میں ہم ایمان بالغیب کے طور پر مجبور ہیں۔ کہ ان کا نصب العین دین حق تھا۔ وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ایک عارف کی طرح حق الیقین کے طور پر تحدیانہ رنگ میں کہتے ہیں۔

آپ کا نصب العین دین الحق ہی تھا نہ کچھ اور

یہ اتفاقی بات نہیں تھی۔ بلکہ منشاء ایزدی ہی تھا کہ کسی مقدس نبی اور برگزیدہ مسلم کے حالات کی تفصیل میں جاؤ۔ تو راستہ بند ہوگا مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے یہ امتیازی فضیلت دے رکھی تھی۔ کہ آپ کی زندگی کا چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی آج تک محفوظ چلا آتا ہے۔ اور میں تو اپنے ذوق کے موافق [illegible] اس کے ایک یہ معنی بھی سمجھا کرتا ہوں۔ اور بعض اوقات اس سے لطف اٹھاتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کی ذات کو لوگوں کے تیر اور دشمن کی دست برد سے محفوظ رکھا آپ کی پاک سیرۃ اور سوانح کو بھی اغیار کی دست برد سے بچائے رکھا۔ اور کوئی واقعہ آپ کی زندگی کا محو نہیں ہونے دیا۔ اور ہوتا بھی کیونکر جبکہ آپ دنیا کے لئے

بطور ایک آئیڈیل کے بھیجے گئے تھے۔

جیسا کہ فرمایا۔ وَلَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ پس جہاں دوسرے انبیاء اور راستبازوں کے متعلق اس سوال کا جواب ایمان بالغیب کے رنگ میں دیا جاتا ہے۔ پاکوں کے سردار اور راستبازوں کے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اس سوال کا جواب

آپ کی زندگی کے واقعات دیتے ہیں

آؤ! اس سوال کو آپ کی زندگی کے واقعات میں دیکھیں۔ کہ فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہونے والا مسلم جس کی آمد دس ہزار قدوسیوں کیساتھ پیشگوئی کے طور پر بیان کی گئی تھی۔ دنیا اور اس کے لوازمات کا عشق اپنے سامنے رکھتا تھا۔ یا آپ کی تمام دکمال ستائی کا محرک صرف خدا کا دین تھا۔ اگر میں قرآن مجید کی روشنی میں اس سوال کا جواب دوں۔ تو بات بہت آسان ہے۔ اور مجھے قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین پڑھ دینی چاہیئے۔ لیکن اس سے کسی بیرسٹر دہریہ۔ اور ریشنلسٹ پر اتمام حجت نہیں ہو سکتا۔ وہ قرآن مجید کو خود ایک دعویٰ اور محتاج دلیل قرار دیتا ہے۔ اس لئے مجھے اس سوال کا جواب دینے کیلئے ہمیں آپ کے واقعات زندگی کی کتاب پر غور کرنا ہوگا یہ ایک کھلی تاریخی صداقت ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں دو زمانے آئے ہیں۔ ایک وہ وقت تھا۔ کہ آپ دنیا اور اس کے مارفات اور لوازمات سے تہیدست محض تھے۔ اور دنیا اپنی تمام خوشنمائیوں اور سامانوں کے ساتھ آپ کو صرف یہ ایک بات میسر آ سکتی تھی۔ کہ آپ اعلائے کلمۃ اللہ کو ترک کردیں۔ اور ایک طالب دنیا کے لئے یہ کچھ مشکل امر نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا کے مدبر اور سیاسی چارہ ساز متفق اللفظ ہو کر یہ فتویٰ دیں گے۔ کہ ایسے وقت میں اس عزت و حکومت اور دولت کے تمام لوازمات کو جو صرف چند باتوں کے کہنے سے رک جانے پر میسر آ جاتے ہوں۔ اور کرنا سیاسی اصطلاح میں دنیا سازوں کی ڈکشنری میں خودکشی کے مترادف ہے۔ مگر میں دکھاؤں گا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے وقت میں دنیا کو لات مار دیتے ہیں۔ اور دنیا اپنی تمام خوشنمائیوں اور دلفریبیوں کے ساتھ آپ کے سامنے آتی ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے کلمۃ الحق کے مقابلہ میں ٹھکرا کر رد کر دیتے ہیں۔

دوسرا وقت آپکی زندگی میں آتا ہے کہ جب دنیا وہ اپنی شان و شوکت کی جگہ نے کے طور پر نہیں بلکہ آپ کی فرمانبرداری و فدوی ہو کر آپ کے قدموں میں آتی ہو ....

.... مگر اس وقت بھی آپ نے اسے عملاً ٹھکرا دیا۔ حقیقت میں انسانی زندگی کے ابتلاء اور امتحان کے یہی دو وقت ہوتے ہیں۔ اور آپکے سامنے یہ دونوں امتحان پیش آئے اور آپ دونوں حالتوں میں رضائے الٰہی اور تبلیغ ہدایت کو مقدم سمجھا۔ پہلا وقت وہ تھا جبکہ آپ تبلیغ رسالت پر مامور ہوئے۔ اور خدا کے قطعی حکم کے ماتحت مامور ہو کر آپ نے عرب کے مشرکوں اور بت پرستوں کو

لا الٰہ الا اللہ

کی دعوت دی۔ یہ دعوت کیا تھی! ایک باطل سوز بجلی تھی۔ جس نے مشرکین عرب میں ایک آگ لگا دی۔ اعلان دعوت کے ساتھ ہی بت پرستی کی مذمت اور وہ بھی نہایت شدت کے ساتھ۔ اور غیرت دلانے والے الفاظ میں شروع ہوئی۔ بہت ممکن ہے کہ وعظ و نصیحت کا طریقہ ابتداً نرم ہوتا۔ لیکن مدت کی غفلت۔ عربی نخوت اور جاہلیت کی حمیت توجہ ہی کرنے نہ دیتی۔ جب تک ضرب کاری نہ ہوتی لیں۔ بتوں کی مذمت اور شرک کی حقارت ایسے طور پر ہوئی۔ کہ وہ جان کے لاگو ہو گئے۔ ابتدائے اسلام میں غریب اور کمزور مسلمانوں پر جو سختیاں کی گئیں۔ ان کی تاریخ اور تفصیل خون سے لکھی گئی ہے۔ میں اس میں اس وقت جانا نہیں چاہتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام تکالیف کو برداشت کرتے اور اپنے منصب تبلیغ و دعوت میں پہلے سے زیادہ جوش اور ہمت سے کام لیتے اور یہ ایام آپ کی زندگی اور بعثت کے نصب العین کی بلندی اور پاکیزگی کے شاہد اول ہیں۔

آپ کو اور آپ کے جان نثار خدام کو جسمانی۔ مالی۔ اور ذہنی تکالیف میں بھی ڈالا گئی۔ اور کوئی اذیت اور ستم باقی نہ رہا۔ جو آپ پر اور آپ کی جماعت پر نہ توڑا گیا۔ مگر کیا یہ تکالیف و شدائد آپ کو اپنے کام سے روک سکے!

اگر عزم اتنا بلند اور پاک نہ ہوتا تو امن و عافیت کی قربانی کی ضرورت تھی

اب اسی حالت میں ایک نیا مرحلہ آتا ہے جب قریش مکہ ان تمام کوششوں میں ناکام رہے۔ اور انہوں نے دیکھا کہ دنیا کی تکالیف اور مظالم آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اشاعت مذہب و تبلیغ توحید چھوڑا نہیں سکتے۔ تو انہوں نے دنیا کے مدبروں کی طرح ایک نیا پیرایہ اختیار کیا اور انہوں نے غور کیا۔ کہ وہ کیا اسباب ہو سکتے ہیں کہ جو ایک نوجوان کو اس بت کدہ کی تخریب پر آمادہ کر رہے ہیں۔ باوجودیکہ وہ خود اسی خاندان کا ایک فرد ہے۔ جو متولیان کعبہ کی حیثیت سے ذی وجاہت اور صاحب عزت ہے۔ وہ دنیا اور اسکے ماوفات کے پجاری تھے۔ ان کی نظر بلند اور دل پاک نہ تھا۔ اسلئے انہوں نے عام انسانی فطرت پر غور کرکے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ

اس تمام دعوت و تبلیغ کا مقصد حیات محض دنیا اور اسکے ماوفات ہی ہو سکتے ہیں

وہ دنیا میں اپنے گرد و پیش دنیا کا ہی نصب العین دیکھتے اور سمجھتے تھے اسلئے اگر لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ سمجھا تو عام مذاق اور عرف عام کے نقطہ نظر سے غلط نہ سمجھا تھا مگر واقعات اور حقائق نے اسے غلط ثابت کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی وہی غرض ہوگی جو اور دل کی ہوتی ہے اور ایک چالیس سالہ انسان کے لئے اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کا

انتہائی نکتہ یہی بتانا چاہئے جو اپنے گرد وپیش دیکھتے تھے۔ اس لئے وہ بھی اس تحقیقات اور نکتہ رسی پر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک ڈیپوٹیشن بھیجنا تجویز کیا۔ اس ڈیپوٹیشن کا سردار ایک ایسا شخص منتخب کیا گیا۔ جو اپنی قادر الکلامی اور جادو بیانی کیلئے ہی نہیں۔ بلکہ قوم میں اپنی عزت اور رتبہ کے لحاظ سے بھی مشار الیہ تھا۔ چنانچہ عتبہ بن ربیعہ قریش کی طرف سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اور خلاف معمول نہایت ملائمت اور شیریں کلامی سے کہا۔

اے فرزند برادر تم صاحب اوصاف حمیدہ اور عالی خاندان ہو پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہو اور انکی پرستش کی وجہ سے ہمیں احمق اور پاگل بتاتے ہو۔ اور قوم میں تفرقہ ڈالتے ہو۔ اس سے کیا مقصود ہے! کیا مکہ کی ریاست؟ کیا کسی بڑے گھرانے میں شادی؟ کیا دولت کا ذخیرہ ہم یہ سب کچھ مہیا کر سکتے ہیں۔ اور اس پر راضی ہیں۔ کہ تم کو اپنا سردار اور فرمانروا تجویز کرلیں اور اسی طرح اطاعت و فرمانبرداری کریں گے جس طرح بادشاہوں کی کی جاتی ہے لیکن ان باتوں سے باز آؤ اور ہمارے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دو۔ عتبہ کو اس مشن میں پوری کامیابی کا یقین تھا۔

لیکن ان سب ترغیبات کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عجیب جلالی شان کے ساتھ خدا تعالیٰ کا کلام پڑھکر سنایا اور اپنے عظیم الشان مقصد کی کامیابی اور دشمنوں کے خائب وخاسر رہنے کی پیشگوئیوں پر مشتمل آیات اللہ کی تلاوت کی۔ تو اس کی حیرت اور غصہ کی انتہا نہ رہی۔ جن تکالیف میں سے آپ اور آپ کی جماعت گذر رہی تھی۔ وہ انسان کو ذلیل سے ذلیل شرائط پر صلح کر لینے پر مجبور کر سکتی ہیں۔ مگر جب مشرکین نے کامیابی کی یہ صورت نہ دیکھی۔ تو انہوں نے ترغیب سے کام لیا۔ در حقیقت میں انسانی دماغ اپنی نفس کشی اور جان بازی کا مقصد جاہ و دولت اور نام ونمود کی خواہش اور لذات نفس اور عیش وعشرت کے جذبات کے اور کیا تجویز کر سکتا ہے انہوں نے یہ صورتیں پیش کیں۔ اور یہ ڈیپوٹیشن پورے طور پر ناکام ونامراد واپس ہوا۔

مضمون نہایت لذیذ اور دل آویز ہے۔ اور حدیث محبوب دراز تر ہونیکی خاصیت رکھتی ہے۔ مگر میں اختصار سے کام لینا چاہتا ہوں۔ اور پڑھنے والے کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ غور کرے کہ ان حالات میں فطرت کا اقتضا کیا ہے؟ یہ تو یہی چیزیں انسانی زندگی کی مالوفات ہیں۔ کہ بخوبی آسائش وآرام میسر آئے۔ یہ بات مال و دولت پر موقوف ہے۔ پھر تقاضائے نزع کرجاتا ہے۔ اور پھر انسان چاہتا ہے کہ اپنے ہم جنسوں میں ممتاز ومقتدر ہو جسکی صورت کمال حکومت وسلطنت ہی ہے بایں ہمہ کہنا جو ہر انسان کی عام زندگی کا نصب العین ہوتی ہیں بلکہ یہ کہنا بالکل درست ہے۔ کہ انہیں کے مجموعہ کا نام دنیا ہے پس عمائد عرب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس چیز کو رکھا جسکو دنیا کی عقل کا ایک فلاسفر یا مدبر تجویز کرسکتا تھا جہاں تک میں عمائد عرب کے ڈیپوٹیشن پر غور کرتا ہوں۔ میں ہرگز تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ قریش کے اس فعل کا محرک کوئی حیلہ سازی یا دسیسہ کاری تھی۔ اور اس سے انکو کچھ فائدہ بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مال و دولت۔ طاقت و قوت دنیوی وجاہت سے تہیدست محض تھے۔ وہ کونسی خطرناک طاقت اور قوت آپ کے پاس تھی۔ جو آپ قریش مکہ کے خلاف استعمال کر سکتے تھے جس سے بچنے کیلئے عمائد مکہ کو اس قسم کی حیلہ سازیوں اور مکر و فریب سے کام لینا پڑتا نہیں نہیں قریش مکہ کا یہ ڈیپوٹیشن بالکل اقتضائے عقل انسانی کے موافق تھا۔ اور اس کی تہ میں حسن نیت کام کرتا تھا۔ وہ اپنے عقل و فکر کے موافق امن اور صلح کا صحیح راستہ اختیار کر کے آیا تھا۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں ہم کو غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بلند اور مقصد عظیم کا اظہار ہوتا ہے دیکھو وہ شخص جو انتہائی مصائب کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اور جو صرف ایک لفظ نہیں کے کہنے سے ان مصائب سے اپنے آپ کو اور اپنی کمزور اور مظلوم جماعت کو نجات دلا سکتا تھا۔ وہ اس دعوت و تبلیغ کو ترک نہیں کرتا ان بندگان خدا کو قربان کرا دینا آسان سمجھتا اور خود ان تکالیف جانستاں میں سے گذرنا لذیذ ترین یقین کرتا ہے۔ مگر ان کی بات نہیں مانتا۔ اور پھر جب دنیا اپنی تمام فوق العادت خوبیوں کے ساتھ اسکے سامنے لائی جاتی ہے۔ اور ایک معاہدہ صلح مرتب ہوتا ہے وہ باوجود امن و سلامتی کا بادشاہ رحمۃ للعالمین ہونیکے خدائے وحید کے نام کو بلند کرنے کے کام کو دنیا کے بدلہ ترک نہیں کرتا۔ وہ اس وقت ان تینوں چیزوں کا محتاج ہے جسکے پاس حکومت و دولت نہیں اور دنیا میں کل انسانی کوششیں اسی مطلب اور مقصود کی تلاش میں ہر وقت لگی رہتی ہے۔ اگر اس کا مقصود دنیا ہوتی۔ اس کا نصب العین حکومت دولت اور نفسانی لذات ہوتیں۔ تو وہ ایک فاتحانہ شان سے وفد قریش کی درخواست کو قبول کر لیتا۔ اور دنیا کا کوئی مدبر اور سیاسی حکیم اس پر اعتراض نہ کرتا۔ مگر آپ کا نصب العین چونکہ یہ نہ تھا اسلئے آپ نے ذرا اسکی پرواہ نہیں کی جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی نظر بلند اور آپ کا مقصد عظیم تھا۔ دنیا اور اس کی شان وشوکت سے آپ کو کوئی الفت اور تعلق نہ تھا۔ یہ واقعہ ایک روشن دلیل ہے اس امر کی کہ

آپ کا نصب العین دنیائے دنی نہ تھا بلکہ دین حق تھا

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جواب عمائد قریش کے سردار کو دیا وہ دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا۔ اور آپ کے کمالات کی ایک بیّن اور روشن تاریخی شہادت ہوگا۔ اس قسم کی ابھی ایک اور کڑی باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب پر عمائد قریش جس قدر برافروختہ ہوسکتے تھے وہ ظاہر ہے۔ انہوں نے اسے اپنی سخت توہین اور ذلت سمجھا۔ اور وہ آخری فیصلہ کے لئے آپ کے چچا ابوطالب کے پاس گئے۔ اور اس کو الٹی میٹم دیدیا۔ کہ یا تو آپ کا ساتھ چھوڑ دو۔ یا پھر ہم سے جنگ کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ ابوطالب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلاکر کہا کہ اے فرزند برادر اب میں ضعیف ہوگیا ہوں مجھ پر اس قدر بوجھ نہ ڈال جسکو میری ضعیف اور بوسیدہ ہڈیاں نہ اٹھا سکیں۔ تم ظاہر ان لوگوں کے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دو۔

قلب سلیم اور آنکھ دوربین لیکر غور کرو! ایک طرف بیکسی! بے بسی اور بے زری ہے۔ اور دنیا جو اپنی تمام شانوں کے ساتھ آئی تھی۔ اسے اس طرح یہ لات ماردی ہے۔ اب جو رہا سہا سہارا اور غمگسار ابوطالب کی صورت میں تھا۔ وہ بھی جا رہا ہے۔ یہ ایک سخت امتحان اور ابتلا کا وقت ہے۔ آپ کا نصب العین اگر دنیا ہوتی تو پہلے عتبہ بن ربیعہ ہی کی آفر کو قبول کرلیتے۔ اور اگر اسے رد کیا تھا۔ تو

ابوطالب کے مشورہ کا احترام کرتے

مگر آپ کا نصب العین کچھ اور تھا۔ آپ نے صاف اور سادے الفاظ میں جو جواب دیا ہے۔ وہ دنیا کی تاریخ میں ابد الآباد کیلئے لانظیر رہیگا آپ نے بتا دیا کہ دنیا کا عیش و عشرت اس کی دولت وحکومت تو کیا ساری وہ اشیاء جن کے وجود سے دنیا کی آسائشیں وابستہ ہیں۔ انکو بھی چھوڑ دینے کو آمادہ ہوں۔ فرمایا۔ اے چچا اگر آفتاب میرے داہنے طرف اور ماہتاب بائیں طرف لاکر رکھ دیا جائے۔ تو بھی میں نہیں رک سکتا

اس جواب کی لطافت اور نزاکت اور ہمہ گیری کا لطف وہ لوگ اٹھا سکتے ہیں۔ جو مظاہر قدرت اور ان کے اثرات پر غور کرتے ہیں اور کائنات پر ان کے عظیم الشان نتیجے سے واقف ہیں مجھے افسوس ہے کہ مضمون کے لمبا ہو جانیکا خوف مجھے اس طرف جانے سے روکتا ہے۔ صرف اس قدر اشارہ کر دینا کافی ہے۔ کہ نظام عالم میں زمین اور اسپر بسنے والی مخلوق اور اس پر پیدا ہونیوالی اشیاء کا انحصار آفتاب و ماہتاب کے ساتھ وابستہ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت لطیف پیرایہ میں دعوت حق کے مقابلہ میں ہر قربانی کو آسان سمجھنا بتا دیا ہے۔

اس واقعہ پر دن ہفتے اور سال گذر گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرہ سال تک مکی زندگی کی تکالیف اٹھاتے رہے اور بالآخر خدا تعالیٰ کے حکم ورضا سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لیگئے اور وہاں جا کر بھی مکہ کا مجبور جسے بوریا بھی میسر نہ تھا۔ بادشاہ وقت بنا حکومت آپ کے قدموں پر نثار ہوتی ہے۔ اور دنیا کے زر و مال آپکے سامنے آتے اور مسجد میں ان کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔ مگر یہ خدا کا محبوب اور خدا ہی کو اپنا محبوب و مطلوب اور معبود یقین کرنے والا۔ عالی ہمت انسان زر و جواہر کے اس ڈھیر پر ایک نظر کرتا اور غربا اور مساکین میں تقسیم کرا دیتا ہے۔ اور آپ ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں فرمائیے کہ آپ کے گرد بیٹھے ان لوگوں کا عجیب ... جو آپ کے لئے ہر قربانی

قربانی کے لئے مسابقت کرنا فخر یقین کرتے ہیں۔ اگر وہ سامنے کا سارا اُٹھا کر اپنے گھر لے جاتے اور اپنے عزیزوں میں تقسیم کر دیتے تو انہیں خوشی ہوتی مگر وہ ان کا محبوب ان کا سلطان دربار سے خالی ہاتھ اُٹھتا ہے۔ وہ دوسروں کو لونڈی غلام تقسیم کر دیتا ہے۔ اور اپنی پیاری بیٹی کو لونڈی مانگنے پر تقرب الی اللہ کی راہ بتاتا ہے۔ یہ واقعات تفصیل چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ تاریخ میں عام ہیں اسلئے میں صرف انکی طرف اشارہ کرتے ہی اس کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ اس دولت واقتدار کے عہد میں آپ کو چھلنی تک میسر نہ تھی کہ آپ آرد جو کی بھوسی کو صاف کر سکیں۔ فطرتاً انسان اپنی داد و دہش میں بیویوں کو سب سے مقدم کر لیتا ہے مگر نہیں اللہ اور اس کا رسول ہی محبوب رہا۔ اور اپنے عمل سے یہی تعلیم کیا۔ زندگی فقیری کی اس شاہی میں گذار دی۔ اور کبھی دنیا کے مالوفات نے آپ کو اپنی طرف متوجہ نہ کیا۔ دنیا کی عظیم الشان فقیہہ خاتون سیدہ عائشہؓ ام المومنین رضی اللہ عنہا گندم کی روٹی دیکھ کر رو پڑتیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہوتے تو آنکھ کھلاتی۔ آپ نے وفات کے وقت کیا چھوڑا۔ ایک زرہ سیدہ یہودیا تھا جب پر آپ نے وفات پائی۔ اور وہی بستر کا کاٹھے رہا تھا کوئی متروکہ نہ تھا۔ ڈھال اور زرہ اتنی پوری تھی۔

میرے دوستو! دنیا کے ہوشمندو۔ اور بزرگو! غور کرو کہ یہ اس شہنشاہ عالم کی وفات ہے۔ جس کا نام لینے پر آج بھی بہت سے سلاطین اپنے جلال کے تخت سے نیچے اُتر آتے ہیں۔ اور آپ کی غلامی پر فخر کرتے ہیں۔ اگر اس کا نصب العین دنیا اور اس کی متاع ہوتی تو کیا وہ ان زریں مواقع کو ہاتھ سے دیدیتا۔ اور کیا جب وہ خود بادشاہ تھا۔ مال و متاع اس کے ہاتھ میں آتا تھا۔ وہ آپ بہرہ مند نہ ہوتا۔ اور عیش و عشرت کے تمام سامان اپنے لئے مہیا نہ کر لیتا؟

یہ ایک لیڈر اور ایمان افروز مطالعہ ہے۔ میں دنیا کے مادہ پرستوں اور طبیعیوں اور علم النفس کے سکالروں اور سیاست کے نقادوں کو دعوت دیتا ہوں۔ کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے ان واقعات پر انصاف اور عقل کیساتھ غور کریں۔ اور دیکھیں کہ آپ کا نصب العین کس قدر بلند اور کس قدر مقدس ہے۔

وہ اپنے ماننے والوں کو دنیا کے فاتح اور بادشاہ بنا دیتا ہے لیکن فتوحات اور حکومتیں اس کا نصب العین نہیں بلکہ اس کا نصب العین ہمیشہ یہ رہا اور رہیگا۔ کہ

خدائے قدوس کا نام ابدتک مبارک ہو

ایک اور ایک ہی خدا کی پرستش ہو۔ انسان کائنات کے کسی فرد کو خدا یا خدا کا شریک سہیم نہ سمجھے بلکہ وحدہٗ لاشریک خدا کا پرستار ہو کر تمام کائنات پر خلیفۃ اللہ ہو کر حکومت کرے۔ اور دعوت و تبلیغ میں انسان کی راہ میں کوئی ترہیب یا ترغیب کبھی روک نہ ہو۔ شیطان زمین کے تمام خزانے اور حکومتیں انکے سامنے اسی طرح پیش کرے جیسے مسیح کو دنیا کی سلطنتیں دکھائی تھیں لیکن خاتم النبیین کے غلام اپنے آقا کے اسوۂ حسنہ کو مدنظر رکھکر اپنے نصب العین کو بلند رکھیں اور وہ دین حق پر نہ دنیا نے دی؟

ہمارا رسول غیروں میں مقبول

از چودھری ظہور احمد صاحب قادیان

کچھ عرصہ سے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ سماجی اپنی بعض سیاسی اغراض کو مدنظر رکھکر اسلام اور بانی اسلام فداہ ابی و امی پر طرح طرح کے بے بنیاد اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ اس ناپاک چال سے سوائے اس کے انکی کوئی غرض نہیں۔ کہ وہ ان سادہ لوح انسانوں کو جو اسلام کی تعلیم سے پورے طور پر واقف نہیں۔ بدظن اور متنفر کردیں۔ اور اس طرح اسلام کی ترقی جو کہ انکے لئے سوہان روح ہو رہی ہے رک جائے۔

ایسے لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ کرنے اور انپر حضور اقدسؐ کی صداقت اور حقانیت بین طور پر ثابت کرنیکے لئے مناسب ہے کہ انکو انہی بھائیوں کی شہادتیں انکے سامنے پیش کی جائیں۔ جنہوں نے پوری تحقیق کے بعد حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک زندگی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے لہذا ان زریں بیانات میں سے چند ایک ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) "حضرت محمد صاحب بانیٔ مذہب اسلام ۔۔۔۔ منجملہ اُن بزرگ اشخاص کے ہیں۔ جنہوں نے قانون قدرت کے موافق جہالت اور تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہو کر دنیا میں بہت کچھ صداقت کی روشنی کو پھیلایا۔ اور لوگوں کو روحانی و دنیاوی ترقی کا راستہ دکھایا"

(سوانح عمری حضرت محمد صاحب مصنفہ پرکاش دیو صفحہ ۳)

(۲) "تنگدل اور متعصب لوگ ایسے بزرگ کی نسبت کچھ ہی کہیں لیکن جو لوگ انصاف پسند اور کشادہ دل ہیں۔ وہ کبھی محمد صاحب کی ان بے بہا خدمات کو جو وہ نسل انسانی کی بہبودی کیلئے بجا لائے۔ بھلا کر احسان فراموش نہیں ہو سکتے۔ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ پرلے درجہ کے تنگدل اور ناحق شناس لوگ ہیں"

(سوانح عمری حضرت محمد صاحب مصنفہ پرکاش دیو صفحہ ۵)

(۳) "میں مذہب اسلام سے محبت رکھتا ہوں اور اسلامی پیغمبر کو دنیا کے بڑے مہاپرشوں میں سمجھتا ہوں۔ آپ کی سوشل اور پولیٹیکل تعلیم کا مداح ہوں"

(لالہ راجپت رائے)

(رام کوتری - نظام المشائخ ۱۹۲۴ء)

(۵) "حضرت مسیح کی وفات کے چھ سو سال بعد جبکہ عرب کی اخلاقی حالت نہایت خراب ہو گئی تھی۔ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو حضرت محمدؐ پیدا ہوئے جنہوں نے بُت پرستی کو مٹا دیا۔ اور عرب کے وحشیوں کو نہایت متمدن بنا دیا۔ عام لوگ انکی دیانتداری اور سچائی کے سبب الامین کہکر پکارتے تھے۔ انہوں نے گمراہوں کو سچا راستہ بتایا۔ اور لوگوں کے اخلاق و اعمال کی اصلاح کی"

(گریٹ ٹیچر مصنفہ ہربرٹ رائیل)

(۶) "حضرت محمد صاحب کا اخلاق نہایت اعلیٰ تھا۔ آپکے نزدیک دنیا دی جاہ کوئی چیز نہ تھی۔ آپ میر و غریب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے تھے۔ آپؐ کی ذات سرچشمہ خیر و برکت تھی۔ آپ نہایت صابر انکسار پسند تھے"

(محمد بدھ اور مسیح مصنفہ مارکس ڈاڈ)

(۷) "آخری پیغمبر محمدؐ نہایت سادہ مزاج اور نہایت خلیق تھے۔ آپکے دماغی اوصاف غیر معمولی اور آپ کی قوت متخیلہ اعلےٰ درجہ کی تھی۔ آپ بہت تیز فہم تھے۔ طبیعت انکسار پسند تھی۔ گفتگو نہایت سنجیدہ قلیل الالفاظ اور کثیر المعانی ہوتی تھی۔ بڑے پرہیزگار اور نیک تھے۔ آپ اپنی وفات تک نہ ہی سرگرمی اور گمراہوں کو ہدایت فرمانے میں مصروف رہے"

(ڈبلیو آئر ونگ)

(۸) "حضرت محمدؐ ایک اولوالعزم اور مقدس ریفارمر تھے۔ انہوں نے عربوں کو بُت پرستی سے روکا۔ اور افعال قبیحہ سے منع کیا۔ خدائے واحد کی عبادت اور پرستش کی پاکیزہ تعلیم دی۔ اخوت ہمدردی۔ اور مساوات کے سبق سے انکے دلوں کو لبریز کر دیا۔ غارتگری اور خونریزی کو ممنوع قرار دیا آپؐ دنیا میں مصلح عظیم بن کر گئے تھے۔ اور آپ میں ایک ایسی برگزیدہ قوت پائی جاتی تھی۔ جو قوت بشری سے بہت زیادہ اعلیٰ وارفع ہے"

(کاؤنٹ ٹالسٹائی)

(۹) "محمدؐ نہایت انصاف پسند۔ رحمدل اور بااخلاق ریفارمر تھے۔ ان کا تحمل اور صبر و استقلال۔ اخلاق انسانی کا ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے"

(لائف آف محمدؐ مصنفہ سر ولیم میور)

(۱۰) "حضرت محمدؐ اور آپ کے اصحاب میں اشاعت دین کے ساتھ دلچسپی رکھنے کے علاوہ یہ صفت بھی پایا جاتا تھا۔ کہ دوسرے اہل مذاہب کیساتھ رواداری اور حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ اہل اسلام کی مظفر و منصور فوجوں نے خواہ ملک شام کو فتح کیا ہو۔ یا افریقہ میں علم تسخیر بلند کیا ہو۔ یا بحر احمر کو عبور کر کے بحیرۂ اسود میں پہنچے ہوں۔ غرض وہ جہاں کہیں بھی گئے۔ قرآن کی تعلیم ان کے مدنظر رہی۔ اور انہوں نے کسی قوم کو بھی محض اس بنا پر تہ تیغ نہ کیا۔ کہ وہ اسلام قبول نہ کرتی تھی"

(رابن سن)

(۱۱) "حضرت محمد کا قلب نہایت صاف شفاف اور انکے خیالات ہوا و ہوس سے بے لوث تھے۔ وہ نہایت سرگرم ریفارمر اور باخدا بزرگ تھے۔ آج بھی انکی صداقت کامیابی کے ساتھ نظر آتی ہے۔

لالہ راجپت رائے { ایک آریہ کے چند سوالوں کا جواب صفحہ ۲۰ }

(۴)
ہندو سمجھ کے مجھ کو جہنم نے دی صدا | جیتے جی میں گیا تو نہ مجھ کو جلا سکا
بولا وہ مجھ پہ کیوں میری آتش ہوئی حرام | کیا وجہ مجھ پہ قابو جو شعلہ نہ پا سکا
کیا نام ہے تو کون ہے مذہب ترا ہے کیا | حیران ہوں میں عذاب بھی تجھ تک نہ جا سکا
سُنکے کہا یہ جائے تعجب ذرا نہیں | واقف نہیں تو میرے دل حق شناس کا
ہندو بھی ہوں مگر ہوں ثنا خوان مصطفےٰ!
اس واسطے نہ شعلہ ترا مجھ تک آ سکا

"اس روشن چشم۔ فراخ حوصلہ۔ کریم النفس۔ معاشرت پسند اور دور بیرونی دل والے بادہ نشین (حضرت صلعم) کے خیالات جاہ طلبی سے کوسوں دور تھے۔ اس شخص کی عظمت میں متانت کی شان نظر آتی تھی۔ اور اس کا شمار ان لوگوں میں تھا جن کا شعار سچائی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ جو فطرتاً بے لوث اور سچے ہوتے ہیں"

ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ مصنفہ ٹامس کارلائل

(۲) "ہر انصاف پسند یہ یقین کرنے پر مجبور ہے۔ کہ حضرت محمدؐ کی تبلیغ و ہدایت خالص سچائی اور خیر خواہی پر مبنی تھی۔ آپ ظاہری شان و شوکت کو بالکل حقیر سمجھتے تھے۔ گھر کے ادنےٰ ادنےٰ کام خود کرتے تھے آگ سلگاتے تھے۔ جھاڑو دیتے تھے۔ اپنی جوتیاں گانٹھتے اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے۔ جو کی روٹیاں کھاتے۔ مگر مہمانوں کو اچھے سے اچھا کھلاتے۔ میرا اعتبار آپ مقدس بزرگ تھے"

(ایڈورڈ گبن)

(۳) "ہر ایک بانی مذہب کی سیرت سے اس کے تحریری مکاشفات کی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت محمدؐ صاحب کی حدیثیں ان حق کی جانچ نصیحتیں ہیں۔ اور انکے افعال نیکی کے نمونے۔ حضرت کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک ہے" (ایڈورڈ گبن)

(۴) "حضرت محمدؐ نہایت با اخلاق اور معتدل بزرگ تھے۔ انکی خدا پرستی اور عظیم فیاضی مستحق تعریف ہے۔ آپ اس قدر انکسار پسند تھے۔ کہ بیماروں کی عیادت کو جایا کرتے تھے۔ غلاموں کی دعوت قبول کر لیتے۔ غریبوں سے بہت زیادہ محبت کرتے اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے۔ بکریوں کا دودھ خود دوہتے اور اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتے۔ بیشک وہ مقدس پیغمبر تھے۔

(سپیچز آف محمدؐ مصنفہ لین پول)

اس کے علاوہ بیسیوں شہادتیں موجود ہیں۔ اور ہزارہا کتب حضور سرور کائنات کی پاک زندگی کے متعلق لکھی جا چکی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے صاف اور بین طور پر معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات جن اخلاق عالیہ کی حامل ہے۔ اس کی مثال پیدائش عالم سے آج تک دنیائے ایک فرد بشر کے اندر بھی ملنا محال۔ بلکہ قطعاً ناممکن ہے بلکہ یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ تمام دنیا کے با اخلاق انسانوں کے اعلیٰ اخلاق کو جمع کر کے آنحضرتؐ کے اخلاق عالیہ سے مقابلہ و موازنہ کیا جائے۔ تو بھی وہ اس پاک ذات مجسم ہستی کے اخلاق کیساتھ پہنے نہ اتر سکینگے۔ جس نے کہ محض مخلوق خدا کی بہتری و برتری کیلئے اپنے آپ کو طرح طرح کی مشکلات اور مصائب میں ڈالا۔ ایسے حالات میں سوائے شریر اور متعصب لوگوں کے کوئی بھی انسان آپ پر نکتہ چینی نہیں کر سکتا۔

سرورِ دو عالم کی مدح

(از زبان فیض ترجمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

مصطفےٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

مورد قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم
جب سے عشق اُس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے

زعم میں اُنکے مسیحائی کا دعوےٰ میرا
افترا ہے جسے از خود ہی بنایا ہم نے

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے

گالیاں سنکے دعا دیتا ہوں اُن لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے

تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

نور دکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و خوار
سب کا دل آتشِ سوزاں میں جلایا ہم نے

نقش ہستی تری اُلفت سے مٹایا ہمنے
اپنا ہر ذرہ تری راہ میں اُڑایا ہم نے

تیرا میخانہ جو اک مرجع عالم دیکھا
خم کا خم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھُو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے

دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے

دیکھکر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آکے مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہمنے

مبلغ اعظم کا استقلال

از جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارک میں بے شمار سبق ہم مسلمانوں کیلئے اور تمام دنیا کیلئے پائے جاتے ہیں۔ مگر تبلیغی کام کرنے والوں کیواسطے حضور کا استقلال اس قابل ہے کہ ہم سب اس پر غور کریں۔ اور اس سے سبق لیں۔

آج جبکہ ہمارے ہاں ریل ہے۔ تار ہے۔ اخبار ہے۔ موٹریں ہیں۔ بشر کیں ہیں۔ ڈاک خانے ہیں۔ اور کروڑوں مسلمان بھی ہیں۔ ہم ذرا سی تبلیغی محنت سے گھبرا جاتے ہیں۔ ریل سے دور جانا پڑے۔ موسم اچھا نہ ہو۔ دشمن کیطرف سے کوئی رکاوٹ ڈالی جائے۔ خرچ کی کمی ہو۔ کھانا حسب منشا نہ ملے۔ تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں۔ اور ہماری ہمت ہم کو جواب دے دیتی ہے۔ لیکن جب مبلغ اعظم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغی مشقتوں کو دیکھتے ہیں۔ تو ندامت ہوتی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ریل بھی نہ تھی۔ تار نہ تھا۔ اخبار نہ تھا۔ اس کے سوا سینکڑوں قسم کی بیشمار مشکلیں کھانے پینے کی ایسی سامنے تھیں۔ پھر حضور سالہا سال تبلیغ کا فرض ادا کرتے رہے۔ حضور سخت گرمی اور سخت سردی کی حالت میں مکہ کے آس پاس قبائل کے ہاں خود جاتے تھے۔ گالیاں اور پتھر کھاتے تھے۔ مگر ہمت نہ ہارتے تھے۔ حالانکہ برسوں اس تبلیغ کا کچھ نتیجہ نہ نکلا تھا۔ مگر ہم صرف ہفتہ دو ہفتہ کی ناکامی سے مایوس ہو جاتے ہیں۔

لہذا اگر ہم واقعی اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل میں تبلیغی کام کرتے ہیں۔ تو ہم کو کسی مشکل کی پروا نہ کرنی چاہئے۔ اور نتیجہ کی خواہش کے بغیر ہر وقت اور ہر دم کام میں لگا رہنا چاہئے۔ کہ سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم کو استقلال کی ہدایت ہوئی ہے۔ ہم اکو اسی اعلیٰ استقلال کو سامنے رکھکر کام کرنا چاہئے۔

انشاء اللہ ہم بھی غالب ہونگے۔ اور ظاہری نتیجہ کے لحاظ سے غالب نہ بھی ہوں۔ تب بھی ہمارا استقلال اور کام میں لگا رہنا آئندہ نسل کو تبلیغی کام میں مستقل مزاج بنا دیگا۔

ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از جناب قاضی محمد یوسف صاحب سنتھیا گلی)

پیدائش

ہمارا ممدوح ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جو آج سے ۱۳۹۵ سال قبل قمری حساب سے۔ اور ۱۳۵۰ سال شمسی حساب سے ملک عرب کے مغربی ساحل صوبہ حجاز کے ام القریٰ شہر مکہ معظمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اکبر حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل میں خاندان قریش کے معزز کنبہ بنو ہاشم میں پیدا ہوا۔ شرک کے اس تاریک ترین زمانہ میں جہاں خود کعبۃ اللہ میں ۳۶۰ بت بغرض عبادت اقوام عرب کے موجود تھے۔ اور یہی خاندان اس بت خانہ کا متولی تھا۔ وہاں آپ کے والد کا نام قدرت ازلی نے عبداللہ یا معبود حقیقی کا بندہ اور اطاعت کرنے والا تجویز کیا۔ اور شر و فساد کے ان خطرناک ایام میں جبکہ یہ لوگ بات بات پر آپس میں کٹ مرتے۔ اور صدیوں بغض و عناد کا سلسلہ جاری رہتا۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام آمنہ قرار دیا۔ جو لفظ امن سے مشتق ہے۔ گویا آپ کے وجود مبارک کا خمیر پیدائش سے ہی ایک طرف خالص توحید سے مرکب تھا۔ اور دوسری طرف فطرتاً امن و صلح آپ کے بدن کا جزو اعظم تھی۔ آپ کے دوران حیات میں نبوت سے قبل عموماً اور بعد از نبوت خصوصاً یہ دو امور آپ کے مذہب اور روزمرہ کی زندگی کے طغرائے امتیاز رہے۔ یعنی اول لا الٰہ الا اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اور تبلیغ کرنا اور مخلوق خدا کو خاص عباد اللہ بنانا۔ جو لفظ عبداللہ میں مضمر تھا۔

دوم اللہ کے بندوں کو اپنے رب کی عبودیت کی طرف امن و آشتی و محبت سے دعوت و تلقین کرنا اور کفر و شرک سے پناہ اور نجات دینا جو لفظ آمنہ میں پوشیدہ تھا۔ ان ہر دو امور کی تحصیل و تکمیل کے واسطے قدرت نے جس مبارک انسان کو چنا وہ ہمارا محمدؐ تھا۔

یتیم اور یتیموں کا والی

ہمارے ممدوح کے والد عبداللہ آپ کی پیدائش کے قریب ہی دار فانی سے گذر گئے۔ اور والدہ چند سال بعد جبکہ آپ ہنوز بچے تھے۔ گذر گئیں۔ اور اس طرح آپ پر یتیمی کا زمانہ عین طفولیت میں وارد ہوا۔ ایک یتیم پر جس قدر مصائب شدائد زمانہ کے ہاتھ سے گذر سکتے ہیں۔ وہ آپ پر گذرے۔

ایام طفولیت اور عالم شباب

ہر انسان خوب جانتا ہے۔ کہ عام طور پر اگر خدا تعالےٰ کا خاص فضل و رحم کسی کے شامل حال نہ ہو۔ تو بچوں کی زندگی ایام طفولیت اور عالم شباب میں خطرناک حالات میں سے گذرتی ہے۔ بالخصوص جبکہ پوری نگہداشت اور عمدہ تربیت کا موقع بھی میسر نہ ہو۔ ہمارے ہادی کی پرورش صحرا نشین بدوؤں میں اور مکہ معظمہ کے کفر گڑھ میں ہوئی ۔ کوئی حکومت یا قانون کسی جرم کے روکنے کے واسطے موجود نہ تھا فسق و فجور کا بازار گرم تھا۔ مگر قدرت الٰہی نے جس طریق پر آپ کی فطرت کو بنایا تھا۔ وہ ایسی پاکیزہ تھی۔ کہ آپ طفلانہ امور سے نفور تھے۔ جو بچے کرتے ہیں۔ یا جوانوں سے سرزد ہوتے ہیں جس وقت آپ نے دعویٰ نبوت کیا۔ آپ کی عمر کا بہترین حصہ گذر چکا تھا۔ چالیسواں سال تھا۔ آپ سے معمر اور آپ کے ہم عمر دونوں قسم کے لوگ موجود تھے۔ کہ آپ نے وحی الٰہی میں اپنی بچپن اور عالم شباب کی زندگی کو بطور بے عیب اور بے داغ زندگی کے پیش کیا۔ اور اپنے مخالفوں کو ان الفاظ میں چیلنج دیا۔ کہ لقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون ٭ یعنی میں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ جو عام طور پر خطرناک حالات سے گذرتا ہے۔ تمہارے درمیان گزارا ہے ذرا اسی کو غور اور تدبر سے دیکھو۔ کیا تم میں سے کوئی ہے۔ جو اس کو داغدار اور بدنما ثابت کر سکے۔ اس چیلنج پر آپ کے شدید ترین مخالفوں کو بھی سخت ناکامی ہوئی۔ اور ابوجہل جیسے اشد ترین مخالف نے بھی کہا انا لا نکذب محمداً انما نکذب ما جاء بہٖ یعنی ہم محمدؐ پر جھوٹ بولنے کا الزام نہیں دیتے۔ بلکہ ہم اس کی وحی کی تکذیب کرتے ہیں۔ کہ وہ خدا کا کلام نہیں۔

اس کے بعد آپ کے دشمن امیہ بن خلف کی شہادت ہے۔ واللہ ما یکذب محمدؐ اذا حدث۔ یعنی خدا کی قسم محمدؐ جب بات کرتا ہے۔ تو جھوٹ نہیں بولتا۔ اس کے بعد آپ کے خاندان قریش کے کفار کی متفقہ گواہی ہے۔ کہ ما جربنا علیک کذباً۔ یعنی اے محمدؐ ہم نے تجھے جھوٹ بولتے کبھی نہیں سنا۔ جب ابوسفیان جیسے مخالف سے ہرقل بادشاہ روم نے دریافت کیا۔ کہ تمہاری محمدؐ کے بارے میں کیا رائے ہے۔ تو اس نے بھی آپ کی صداقت کا اقرار کیا۔

علاوہ ازیں آپ کے چچا ابوطالب جنہیں آپ کی پرورش اور نگرانی کا کافی موقعہ ملا شہادت دیتے ہیں۔ کہ لم ار منہ کذبۃً۔ ولا ضحکاً۔ ولا جاھلیۃً۔ ولا وقف مع الصبیان۔ یعنی میں نے محمدؐ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا۔ نہ کسی سے ہنسی اور مذاق کرتے دیکھا۔ نہ جاہلیت کے کام کرتے نظر آیا۔ اور نہ آوارہ گرد بچوں کی طرف رغبت کرتے پایا۔ یہ آپ کے بچپن کے بارہ میں گواہیاں ہیں۔

آپ کی جوانی کا زمانہ کس طرح گذرا۔ آپ نے حضرت خدیجۃؓ خاندان قریش کی ایک بیوہ کے مال سے تجارت کی۔ آپ نے جس دیانت اور محنت سے اس کے کام کو انجام دیا۔ اور جو تجربہ انہیں آپ کے چال چلن کا ہوا۔ وہ یہ تھا۔ کہ ایک تو انہوں نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ انہیں نکاح میں لے لیں۔

دوم جب آپ نے پہلی مرتبہ حضرت جبرئیل کو غار حرا میں دیکھا اور کشف وحی ہوئی۔ تو آپ نے حضرت خدیجہ سے ذکر کیا۔ اور کچھ پریشانی کا اظہار فرمایا۔ جس پر انہوں نے آپ سے عرض کیا۔ کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم۔ وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔ یعنی خدا کی قسم اللہ تعالےٰ آپ کو ذلیل نہ ہونے دیگا جبکہ آپ اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں۔ غربا اور مساکین کے بوجھ کو اٹھاتے ہیں۔ اور وہ عمدہ کام جو اس زمانہ میں معدوم ہیں آپ کرتے ہیں۔ مہمانوں کو آرام و آسائش پہنچاتے ہیں۔ اور واقعی مصائب اور تکالیف میں لوگوں کی امداد کرتے ہیں۔

جب حضرت ابوبکرؓ سے کسی نے آپ کے نبوت کا دعویٰ کرنے کا ذکر کیا۔ تو انہوں نے بلا تردد و تامل کہا۔ ان کا دعویٰ نبوت سچا ہے۔ کیونکہ وہ صادق اور امین ہیں۔ قبل از نبوت مکہ کے گرد و نواح کے لوگ آپ کو متفق اللفظ ہو کر صادق اور امین کہتے تھے ٭

جمیع مذاہب کے بزرگوں کی عظمت

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل جس قدر نبی اور رسول گذرے۔ وہ صرف خاص ملک خاص قوم اور خاص زمانہ سے محدود رہے۔ اور دوسری اقوام سے انہوں نے کوئی سروکار نہ رکھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہر سابق نبی کی قوم آج سوائے اپنے مذہب کے بانی اور اس کی طرف منسوب ہونے والی کلام کے سابق رسولوں کی نکتہ چین اور عیب جو ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ مبارک انسان ہیں۔ جنہوں نے پہلی دفعہ یہ اعلان کیا۔ کہ (۱) میں تمام رسولوں کی نبوت اور رسالت کی تصدیق کرتا ہوں۔ کیونکہ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ دنیا کی ہر قوم میں کوئی نہ کوئی نذیر اور نبی ہوا ہے۔

۲۔ رسلاً منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک یعنی جس قدر رسول گذرے گیا قرآن میں سب کا ذکر نہیں کیا گیا۔ صرف بعض معروف انبیاء کا ذکر ہے۔

۳ یہ ہر مسلمان کا فرض ٹھہرا دیا کہ لا نفرق بین احد من رسلہ کا اقرار کرے۔ یعنی ہر نبی اور رسول کی صداقت اور رسالت پر ایمان لائے۔

پس صرف ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے۔ جو

مذاہب کے بزرگوں کی عظمت منوا گیا ۔

اقوام عالم کو ایک مرکز اور ایک امام اور ایک شریعت پر ایمان لانے کی دعوت

پھر ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سب سے پہلا وہ رسول ہے ۔ جس نے کل اقوام کو واحد امام کی اطاعت پر جمع ہونے کی تعلیم دی اور وحی الہٰی سے اعلان کیا ۔ یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ۔ اس دنیا کے کل باشندو ائیں تم سب کی طرف ایک رسول ہو کر آیا ہوں ۔ (۲) پھر فرمایا ۔ اعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ۔ یعنی تم سب لوگ مل کر خدا کی اس رسی (سیدنا محمد صلعم) کو مضبوط پکڑ لو ۔

اپنے مقام پیدائش مکہ کو جہاں کعبۃ اللہ تھا ۔ کل اقوام کے واسطے واحد مرکز مقرر کیا ۔ جیسا کہ اذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا سے ظاہر ہے ۔ یعنی کعبۃ اللہ کو خدا تعالےٰ نے تمام دنیا کی اقوام کے واسطے ثواب حاصل کرنے کا مقام بنایا ۔ وہ مقام امن اور دارالامن رہیگا ۔

تعلیم قرآن

اسلام یا شریعت قرآنیہ کوئی نئی تعلیم اور نیا مذہب نہیں ۔ بلکہ ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا ہے ۔ کہ ما کنت بدعا من الرسل میں گذشتہ رسولوں کے خلاف کوئی نئی نبوت یا رسالت یا نیا مذہب اور نئی تعلیم لے کر نہیں آیا ۔ بلکہ مجھے تو حکم ہے فبھداھم اقتدہ یعنی انبیاء ماسبق کی ہدایات مطہرہ اور تعلیمات مقدسہ کی اقتدا اور پیروی کرو ۔ پس وہ کلام الہٰی یا شریعت جو ہمارا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیش کرتا ہے ۔ وہ من حیث المجموع کوئی نئی چیز نہیں بلکہ انبیاء سابقہ کے ذریعہ آنے والی مقدس تعلیمات کا خلاصہ اور گلدستہ ہے ۔ جیسا کہ وہ خود کہتا ہے ۔ ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ ۔ ان ھذا لفی زبر الاولین ۔ یعنی یہ قرآن کتب سابقہ میں موجود ہے ۔ یہ کلام پہلی تحریرات مقدسہ میں موجود ہے ۔ درحقیقت اب دنیا کو اس قسم کے مجموعہ کی ضرورت تھی ۔ جو کل اقوام عالم کے واسطے ہر ملک اور ہر زمانہ میں کار آمد ہو ۔ اور ایسا وہی کلام ہو سکتا تھا ۔ جو جمیع مذاہب کی مقدس تعلیمات کا خلاصہ ہو ۔ اور خلاصہ بھی خود خدا تعالےٰ نے اپنی پاک وحی سے کیا ہو پس یہ گلدستہ ہمارا قرآن ہے جو ہمارا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عین ضرورت کے وقت لایا ۔ تاکہ کل نسل آدم کو ایک کنبہ بنائے ؛

انسانی فطرت کی پاکیزگی

ہمارا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اعلان کرتا ہے ۔ کہ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا ۔ یعنی ہر انسان کی پیدائش فطرۃ اللہ پر ہوتی ہے ۔ اور فطرۃ اللہ پاک اور بے عیب ہے ۔ اس کی تشریح میں یوں فرمایا ۔ کہ کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام فابواہ یھودانہ ویمجسانہ وینصرانہ ۔ یعنی ہر نفس کی پیدائش علی فطرۃ الاسلام ہے یعنی اس کی ضمیر میں اپنے خالق اور مالک کی اطاعت اور فرماں برداری موجود ہے ۔ اس سے آگے اس باپ کا کام ہے ۔ اگر وہ یہودی ہوں ۔ تو اس کو یہودیت کے عقائد اور رسوم منواتے اور ان پر چلاتے ہیں ۔ اگر وہ مجوسی ہوں تو اس کو مجوسیت کے اصول و عمل کا پیرو کرتے ہیں ۔ یا اگر وہ نصرانی ہوں ۔ تو اس کو نصرانیت کے عقائد اور تمدن پر عامل کرتے ہیں ۔ ورنہ پیدائش کے وقت تو وہ فطرۃ اللہ یا علی فطرۃ الاسلام تھا ۔ اس کی فطرت کو درست رکھا ۔ یا خراب کیا ۔ گرد و پیش کے حالات اور واقعات نے

یہ وہ تعلیم ہے ۔ جو نہ توریت دے سکی ۔ نہ نصرانیت اور نہ کوئی دوسرا مذہب ۔ بلکہ یہ صرف اسلام نے ہی جو آدم اور اس کی اولاد کو عند التولید پاک اور بے عیب بتاتا ہے ۔ پس نسل انسان بلحاظ اپنی پیدائش کے ہرگز ہرگز گنہگار نہیں ؛

اس روح اللہ کو جیسا کہ وہ بچپن میں پاک اور معصوم ہے ۔ پاک و صاف رکھنے کے واسطے خدا تعالےٰ نے مزکی اور معلم مبعوث کرنے کا سلسلہ جاری کیا ۔ ان میں سے بعض کو شریعت اور دستور العمل دیا ۔ تاکہ لوگ اس پر چل کر پاک اور صاف رہیں ؛

روح اللہ کی تربیت

ہمارا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان کرتا ہے ۔ ہر روح اللہ جو ہمیشہ پاک رہنا چاہتی ہے ۔ اور اپنے مولد اور اصل کی طرف پرواز کی خواہاں ہے ۔ اس کے واسطے صرف اسلام ہی ایک ذریعہ ہے ۔ یعنی اطاعت الہٰی جیسا کہ ان الدین عند اللہ الاسلام کی وحی کا مدعا ہے ۔ پس ہر انسان علی فطرۃ الاسلام پیدا ہوتا ہے ۔ اور اسلام یعنی اطاعت ہی اس کو پاکیزہ اور مطہر کر سکتی ہے ۔ اور یہ کام صرف اسلام کر سکتا ہے ۔ اور یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم کے مطابق قانون فطرت کے درس کا مدرس اور معلم ہمارا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے ۔ جس نے وحی الہٰی سے کہا ۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ۔ اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ خدا تعالےٰ کے محبوب بنو ۔ تو آؤ میری پیروی کرو ۔ اور میرے نقش قدم پر چلو ۔ اس سے تم ضرور خدا کے محبوب ہو جاؤ گے ۔ پس ہمارا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ہمارا قرآن اور ہمارا اسلام قانون فطرت کی تعلیم دیتا ہے ۔ اور اس کا عامل بنا کر خدا تک پہنچاتا ہے ۔

جنت اور جہنم کیا ہیں

ہمارے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک روح اللہ کا خدا کے قرب میں داخل ہونا ہی حقیقی جنت ہے جیسا کہ اس کی اس وحی سے ظاہر ہے ۔ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔ یعنی جب روح اللہ پاکیزہ اور مطہر رہے یا ہو جائے تو اس کی یہ حالت نفس مطمئنۃ کی ہے اس وقت خدا تعالےٰ اسے کہتا ہے ۔ تو اپنے رب کے قرب میں آ جا ۔ وہ تجھ سے راضی ہے ۔ تو اس سے راضی ہو جا ۔

ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا ہے ۔ کہ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین یعنی جو روح اللہ اطاعت قانون فطرت چھوڑ کر دوسری غیر طبعی راہوں کو اختیار کرے ۔ اور اپنی فطرت کی طہارت کو بگاڑ دے ۔ اور خدا کی عطا کردہ طاقتوں کو مسخ کر دے ۔ تو یہ غیر اسلام ہے ۔ پس خلاف قوانین فطرت و دستور شریعت کر کے کوئی روح اللہ پاک و صاف نہیں رہ سکتی اور خدا تعالےٰ جو مقدس اور مطہر ہے ۔ اسکے پاس جانے کے قابل نہیں رہتی ۔ اور نہ اس کی محبوب اور مقبول ہو سکتی ہے ۔ پس روح انسانی کے اس حالت میں ہونے کے باعث اس کو جو اللہ تعالےٰ سے جدائی اور افتراق اور قرب سے محرومیت ملتی ہے ۔ اس کا نام دوزخ یا جہنم ہے ۔

ہمارا محمد اپنے شاگردوں کو کیسا بنانا چاہتا ہے

ہمارا محمد نہ صرف یہ تعلیم دیتا ہے ۔ کہ پیدائش سے ہر انسان روح اللہ اور مطہر و پاک ہے ۔ بلکہ ساتھ ہی یہ تعلیم بھی دیتا ہے ۔ کہ یہ روح اللہ اپنی فطرت کی رو سے مسلم ہے کیونکہ اس کی تولید علی فطرۃ الاسلام ہے ۔ پس مسلم کے جہاں ایک معنے یہ ہیں ۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کا مطیع اور فرمانبردار ہو وہاں ایک معنے یہ بھی ہیں ۔ کہ مخلوق خدا سے عموماً اپنے اور ہم جنسوں کے ساتھ خصوصاً امن اور آشتی سے رہے ۔ اور اس کے ہاتھ اور زبان سے کسی بھی نوع کو ناجائز ضرر اور تکلیف نہ پہنچے ۔

ذرا غور کا مقام ہے ۔ جو شخص اپنے ہر مرید اور شاگرد سے اس قسم کی تعلیم کا اقرار لیتا ہے ۔ اور اس کو امن و صلح کا

مجسمہ بناتا ہے۔ بھلا وہ کب اس کے خلاف جبر و اکراہ اور تعدی کی تعلیم دے سکتا ہے۔ جیسا کہ بعض سیاہ باطن دشمنان محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی جہالت یا شرارت سے کہتے ہیں۔

مذہبی آزادی ہمارا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی سب سے پہلا انسان ہے۔ جس نے عرب جیسے بے علم اور تاریک ملک میں ہر شخص کو اپنی ضمیر کے مطابق عمل کرنے کا حق دیا۔ اور صاف صاف فرمایا۔ لکم دینکم ولی دین یعنی ہم کسی انسان کو اس کے ضمیر کے خلاف کسی تعلیم پر چلنے پر مجبور نہیں کرتے۔ ہر شخص آزاد ہے۔ جس بات کو حق اور صداقت جانتا ہے۔ اس پر آزادی سے عامل ہو۔ تمہارے واسطے وہ راستہ جو تم کو پسند ہے۔ اور ہمارے واسطے وہ جو ہمیں پسند ہے۔ پھر فرمایا لا اکراہ فی الدین یعنی مذہبی امور کی دعوت اور تبلیغ میں اور اس مذہب پر عمل کرنے میں کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو برخلاف اس کے ضمیر کے مجبور نہ کرے۔

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں۔ کہ دنیا میں ہر مذہب نے اپنی تعلیم کے منوانے میں جبر و اکراہ سے کام لیا ہے۔ ہاں وہ صرف اسلام ہی ہے۔ جو اشاعت اور تبلیغ کے واسطے ابتداء سے لیکر آج تک تلوار یا جبر و اکراہ کا محتاج نہیں ہوا اگر مسلمانوں نے تلوار ہاتھ میں لی یا چلائی ہے۔ تو سخت ظلم اور تعدی برداشت کرنے کے بعد صرف اس غرض سے کہ جان کی حفاظت کریں۔ اور مذہبی آزادی حاصل کریں۔ اور بس۔

طریق تبلیغ ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دین کی تبلیغ کے واسطے جو طرز قرار دیتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن یعنی جب کبھی اپنے مذہب کی تبلیغ کرو۔ تو لوگوں کو خدا کے مشن کی طرف دعوت دیتے ہوئے ہوش مندانہ اور حکیمانہ کلام کرو۔ جو مدلل اور معقول ہو۔ اور لوگوں کے ضمیر کو متوجہ کرنے والا ہو۔ اور جب لوگ تمہاری حکیمانہ کلام کو سنکر تمہاری طرف مائل اور متوجہ ہوں تو ان کو بہتر سے بہتر پند و نصائح کرو جس سے ان کے دل متاثر ہوں۔ اور جب ان کے دلوں پر اثر ہو اور وہ تم سے کوئی بات دریافت کرنا چاہیں۔ تو ان کو احسن طریق اور بہترین پیرایہ میں سمجھاؤ۔ تاکہ ان کو نفرت نہ ہو۔ آج دنیا میں بعض مذاہب اپنا پرچار کرتے ہوئے سب سے اول دوسرے مذاہب کے مقدس بانیوں اور ان کی پاک کتب پر نکتہ چینی کرتے اور تمسخر اڑاتے ہیں۔ مگر اسلام نے ایسا کرنے کی تعلیم ہرگز نہیں دی۔ بلکہ اس سے روکا ہے ؛

انسان کا جینا مرنا ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اکمل ترین تعلق باللہ کے اعلیٰ مقام پر تھا۔ یعنی اس کا کھانا پینا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا۔ مرنا۔ جینا خدا کیلئے اور اس کی رضا مندی کیلئے تھا۔ جیسا کہ وہ کہتا ہے۔ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین۔ تو دوسری طرف اس نے شفقت علیٰ خلق اللہ میں قولی و عملی طور سے وہ نمونہ قائم کیا جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ الغرض انسانی ضروریات کے تمام شعبوں میں بہتر سے بہتر نمونہ اور تعلیم چھوڑ گئے۔ وہ ثابت

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھل

(از مولوی عبدالحمید صاحب تبلیغی سیکرٹری جماعت احمدیہ دہلی)

محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللّٰہ ورضوانا

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں\
وحشیوں میں دین کا پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار\
پر بنانا آدمی۔ وحشی کو ہے اک معجزہ\
معنئے راز نبوت ہے اسی میں آشکار\
نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے\
قوم وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار\
روشنی میں مہر تاباں کی بھلا کیا فرق ہو\
گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنگبار\
(مسیح موعود)

حضرت سرور کائنات صلعم کی پاکیزہ زندگی اور قوت قدسیہ کا اثر مختلف پہلوؤں سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ منجملہ ان کے ایک پہلو یہ بھی ہے۔ جو کہ مذکورہ بالا آیت میں ذات باری تعالےٰ نے بیان فرمایا ہے۔ کہ محمد صلعم۔ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ آگے اس دعویٰ کا ثبوت یوں دیا۔ کہ ان لوگوں کو دیکھو جو آپ کے اخلاق و محاسن کے مظہر۔ آپ کی تعلیم و تربیت کی مثال ہیں۔ آپ کی ہدایت و ارشاد کے مخاطب اول۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ آپ کے فیض صحبت سے بہرہ یاب تھے۔ اول اول جب دنیا کے اس سب سے بڑے انسان نے دنیا کو عقائد و اعمال کی اصلاح کی دعوت دی۔ تو ریگستان عرب کے ایک ذرہ نے بھی اس کا جواب نہ دیا۔ لیکن صداقت کے اثر و تربیت پذیری کے جوہر نے چند ہی دنوں میں اس کے آگے پیچھے۔ دائیں بائیں غرض ہر طرف ان جان نثاروں کی قطاریں کھڑی کر دیں۔ جن کے وجود سے دیگر انبیاء علیہم السلام کی تاریخ یکسر خالی ہے۔ عرب کے مقابلہ میں عرب کے طبائع کے مقابلہ میں۔ عرب کی قدامت پسندی کے مقابلہ میں عرب کی بت پرستی اور شرک و بدعت کے مقابلہ میں عرب کے ادیان کے مقابلہ میں اور دنیا کے کل دیگر مذاہب کے مقابلہ میں آپ نے جس طرح اپنے مقدس فرض کو سرانجام دیکر۔ دنیا کی سب سے گری ہوئی۔ وحشی قوم کو جو سانپوں کے لئے مار اور بھیڑیوں کیلئے موجب ننگ تھی وحشیانہ عادات سے انسان اور انسان سے مہذب انسان اور مہذب انسان سے با اخلاق۔ اور با اخلاق سے با خدا انسان بنایا۔ اس کی نظیر تلاش کرنا محال ہے۔ اگر یہ خدا کے تصرف اور آپکی توجہ کا اثر نہ تھا۔ تو پھر وہ کیا چیز تھی۔ جو ان مردوں کو اسلام کی طرف کھینچ لائی۔ جن میں سے اکثر کفر آپ کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے تھے۔ لیکن پھر اسی مقدس انسان کے آستانہ پر آگرے۔ جو بیکس اور مسکین اور بے زری کی حالت میں مکہ کی گلیوں میں تنہا اور اکیلا پھرتا تھا۔ یہ یقیناً حضرت سرور کائنات صلعم کی ذات بابرکات ہی تھی جس نے ایک آن میں ان کی کایا پلٹ کر انہیں کندن بنا دیا۔ اور ان کو ایسا خدا دکھا دیا۔ کہ باوجود آفتوں اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑنے کے وہ آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔

ذیل کی باتوں سے بآسانی معلوم ہو سکیگا۔ کہ کس طرح رسول خدا صلعم نے نفوس بشریہ کو تہذیب اخلاق کے کمال تک پہنچا کر مذہب۔ علم سیاست۔ اخلاق غرض ہر پہلو سے دنیا کا استاد بنا دیا ؛

توحید صحابہ کرام توحید کے کلمہ کو راس الاعمال سمجھتے تھے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کی وفات کا وقت آیا۔ تو رونے لگے۔ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ نے پوچھا۔ آپ کیوں روتے ہیں ؟ کیا موت کے ڈر سے ؟ بولے خدا کی قسم نہیں بلکہ واقعات مابعد الموت کا خوف ہے۔ بیٹے نے تسکین دی۔ اور کہا۔ آپ عمر بھر نیک کام کرتے رہے۔ رسول اللہ کا فیض صحبت پایا۔ اور آپ نے مصر و شام میں فتوحات کیں۔ بولے تم نے ان سب سے بہتر چیز شہادت لا الٰہ الا اللّٰہ کو تو چھوڑ ہی دیا۔

حضرت ابو فکیہہؓ مبتلائے عذاب کفار تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی جب ان کے آقا صفوان نے ایک گبریلے کی طرف اشارہ کرکے حقارت آمیز لہجہ میں کہا۔ کہ تیرا خدا یہی تو نہیں۔ تو بولے کہ میرا اور تیرا دونوں کا خدا حضرت اللہ تعالےٰ ہے۔

شرک سے بیزاری زمانہ جاہلیت میں جھاڑ پھونک۔ گنڈے وغیرہ کا عام رواج تھا۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا۔ بی بی نے گلے میں گنڈا ڈال رکھا ہے۔ توڑ کے پھینکدیا۔ اور کہا۔ کہ آل عبداللہ شرک سے بے نیاز ہیں۔

حضرت ہند بنت عتبہؓ جب ایمان لائیں۔ تو گھر میں جو بت نصب تھا۔ اس کو توڑ کر پھینکدیا۔ اور کہا کہ ہم تیری نسبت بڑے دھوکے میں مبتلا تھے۔

عبادت صحابہ کرام عبادت میں خاص لذت محسوس کرتے تھے۔ ایک دفعہ ماہ رمضان المبارک آیا۔ تو صحابہ نے کہا۔ یا رسول اللہ اس مہینے میں عبادت میں خاص لطف آیا ہے۔ دوسرے مہینوں میں بھی ایسی عبادت بتائیے۔ خود قرآن مجید گواہی دیتا ہے۔ کہ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللّٰہ کہ صحابہ ایسے لوگ ہیں۔ جن کو تجارت کے کاروبار خدا کی یاد سے نہیں روکتے۔

حضرت عمرؓ کو جس دن زخم لگا۔ اسی رات کی صبح کو

لوگوں نے نماز فجر کے لئے جگایا۔ تو بولے ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں چنانچہ اسی حالت میں کہ زخم سے خون جاری تھا۔ نماز پڑھی۔

اکل حرام سے اجتناب صحابہ کرام اگرچہ تنگ دست اور فاقہ مست تھے۔ لیکن حلال طیب کے سوا اکل حرام سے آلودہ نہیں ہو سکتے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بہت کچھ مال دے کر یزید کی بیعت پر آمادہ کرنا چاہا۔ اور اسی غرض سے حضرت عمرو بن العاص کو ان کی خدمت میں بھیجا۔ لیکن انہوں نے کہا۔ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ اور پھر کبھی نہ آؤ۔ میرا دین تمہارے درہم و دینار کے معاوضہ میں بک نہیں سکتا۔ میری صرف یہ خواہش ہے۔ کہ دنیا سے جاؤں تو میرا ہاتھ پاک و صاف ہو۔

شراب نوشی سے اجتناب شراب کی حرمت کے ساتھ ہی صحابہ کرام نے اس دیرینہ عادت کو اس طرح ترک کر دیا۔ گویا انہوں نے جام و ساغر کو کبھی منہ ہی نہیں لگایا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں ابو عبیدہ۔ ابو طلحہ اور ابی بن کعب کو شراب پلا رہا تھا۔ کہ رسول اللہ صلعم نے حرمت شراب کی منادی کروائی۔ ابو طلحہ نے مجھ سے کہا کہ نکل کے دیکھو کیسی آواز ہے؟ میں گھر سے نکلا اور پلٹ کے کہا کہ شراب حرام ہو گئی"۔ ابو طلحہ نے مجھ سے کہا۔ تو شراب گرا دو۔ اور لوگوں نے اس کثرت سے شراب گرائی۔ کہ مدینہ کی گلیاں بہنے لگیں۔

بدکاری سے اجتناب صحابہ کرام میں عفت و عصمت کا ایسا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ کہ سخت سے سخت نازک موقعوں پر بھی ان کا دامن اس معصیت سے آلودہ نہیں ہونے پاتا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ فرماتے تھے۔ کہ مجھے یہ پسند ہے کہ میری ناک بدبو سے بھر جائے۔ لیکن یہ پسند نہیں کہ اس میں کسی اجنبی عورت کی خوشبو آئے۔ حضرت عائشہ کے کانوں میں جب واقعہ افک کی بھنک پڑی تو بیہوش ہو کر گر پڑیں۔

شرم و حیا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے کہا کہ آپ حمام کیوں نہیں کرتے۔ بولے میں پسند نہیں کرتا۔ کہ میری شرم گاہ پر کسی کی نظر پڑے۔ اس نے کہا تو تہ بند باندھ لیجئے۔ بولے میں کسی دوسرے کی شرمگاہ کو بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

دیانت حضرت عقیل غزوۂ حنین سے پلٹے تو بی بی کو سوئی لا کر دی کہ اس سے کپڑا سینا۔ اتنے میں رسول اللہ صلعم نے منادی کروائی کہ سب مال غنیمت لا کر اکٹھا کریں۔ انہوں نے فوراً بی بی سے سوئی لے کر مال غنیمت میں داخل کر دی۔

استغنا ایک بار عبدالعزیز بن مروان نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو لکھا کہ میرے دربار میں اپنی ضرورتیں پیش کیجئے انہوں نے جواب میں لکھا۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ اوپر کا ہاتھ

نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ خیرات اس شخص سے شروع کرو جس کے تم کفیل ہو۔ نہ میں تم سے کچھ مانگتا۔ اور نہ اس رزق کو واپس کرتا ہوں۔ جو خدا مجھ کو تمہارے ذریعہ سے دیتا ہے۔

جانوروں پر شفقت ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا کہ ایک چرواہا ایک جگہ بکریاں چرا رہا ہے۔ اگر دوسری جگہ اس سے بہتر نظر آئی۔ تو کہا کہ وہاں لے جاؤ کیونکہ قیامت کے دن ہر راعی سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائیگا۔

صبر و ثبات کفار نے جب حضرت حبیبؓ کو شہید کرنا چاہا۔ تو انہوں نے نہایت اطمینان کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ اگر تم کو یہ خیال نہ ہوتا کہ میں مرنے سے ڈرتا ہوں تو ان رکعات کو اور طویل کرتا۔

تحفظ عزت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جس روز شہید ہوئے اسی روز اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ انہیں دیکھ کر بولیں بیٹا قتل کے خوف سے ہرگز کوئی ایسی شرط نہ قبول کر لینا جس میں تم کو ذلت برداشت کرنی پڑے۔ خدا کی قسم عزت کے ساتھ تلوار کھا کر مر جانا اس سے بہتر ہے کہ ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار برداشت کی جائے۔

مسکین نوازی حضرت حارثہؓ اندھے ہو گئے تھے۔ اس لئے دروازہ سے ایک دھاگا باندھ رکھا تھا جب کوئی مسکین آتا۔ تو ٹوکری سے کھجوریں لیتے اور دھاگے کے سہارے سے دروازے تک آ کر اس کو دیدیتے۔ گھر والوں نے کہا۔ ہم آپ کا یہ کام کر سکتے ہیں۔ بولے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مسکین کو دینا بُری جگہ پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

قوم کے غم کا اثر

(حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا کلام)

مدت سے پارہ ہائے جگر کھا رہا ہوں میں
میری کمر کو قوم کے غم نے دیا ہے توڑ
کوشاں حصول مطلب دل ہوں مگر اسقدر
کچھ اپنے تن کا فکر ہے مجھکو نہ جان کا
دکھ درد سے ہے پینگ محبت کی بڑھ رہی
میں رو رہا ہوں قوم کے مرجھائے پھول پر
بیمار روح کے لئے خاک شفا ہوں میں
پھر کیوں نہ مجھکو مذہب اسلام کا ہو فکر
دل اور جگر میں گھاؤ ہوئے جاتے ہیں کہ جب
مرگ پسر پہ بیٹھتی ہے جیسے ماں کوئی
دل میرا ٹکڑے ٹکڑے ہوا ہے خدا گواہ
تسکین وہ مرے لئے بس اک وجود تھا
برکت سے سب کی سب ہی جہاں جہاں گا
شیطاں سے جنگ کرنے میں جاں تک لڑا دونگا
افسوس ہے کہ اس کو ذرا بھی خبر نہیں
کہتا ہوں سچ کہ فکر میں تیری ہی غرق ہوں

رنج و محن کے قبضہ میں آیا ہوا ہوں میں
کس ابتلا میں ہائے ہوا مبتلا ہوں میں
کہتا ہوں تم کو سچ ہمہ تن التجا ہوں میں
دین محمدی کیلئے مر رہا ہوں میں
مدت ہوئی کہ چین سے نا آشنا ہوں میں
بلبل تو کیا ہے اس سے کہیں خوشنوا ہوں میں
ہاں کیوں نہ ہو کہ خاک در مصطفےٰ ہوں میں
جب ان کے دل سے معتقد تیرا ہوا ہوں میں
چاروں طرف فساد بڑے دیکھتا ہوں میں
حالت پہ اپنی قوم کے یوں پیٹتا ہوں میں
غم دور کرنے کے لئے گو ہنس رہا ہوں میں
تم جانتے ہو اس سے بھی اب تو جدا ہوں میں
ورنہ مری بساط ہے کیا اور کیا ہوں میں
یہ عہد ذات باری سے اب کر چکا ہوں میں
جس سنگدل کیواسطے یاں مرمٹا ہوں میں
اے قوم! سن کہ تیرے لئے مر رہا ہوں میں

ایثار ایک غزوہ میں حضرت عکرمہ حضرت حارث اور حضرت سہیل زخم کھا کر زمین پر گر پڑے۔ نزع کا وقت تھا۔ ایک شخص پانی لایا۔ اور حضرت عکرمہ کو پلانا چاہا۔ بولے پہلے سہیل کو پلا آؤ۔ ان کے پاس آیا تو بولے حارث کے پاس لے جاؤ۔ بالآخر کسی کے منہ میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گیا۔ اور سب نے تشنہ کامی کی حالت میں جان دیدی۔

عفو و درگذر صحابہ کرام والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس کے مصداق تھے۔ ایک بار حضرت صفوانؓ مسجد میں چادر بچھا کر سو رہے تھے۔ ایک شخص آیا۔ اور چادر کو چرا لیجانا چاہا۔ انہوں نے اسے پکڑا۔ اور نبی کریم صلعم کی خدمت میں لائے آپ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ تو بولے کیا ۳۰ درہم کیلئے آپ اسکا ہاتھ کاٹتے ہیں۔ میں یہ چادر اس کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہوں قیمت بعد کو ادا کر دیگا فرمایا میرے پاس لانے سے پہلے ہی کیوں نہ معاف کر دیا۔

محبت اولاد اور انکی پرورش حضرت جابر بن عبداللہ کے والد نے متعدد صغیر السن لڑکیوں کو چھوڑ کر انتقال کیا۔ تو حضرت جابر نے ان کی پرورش کی غرض سے ایک ثیبہ عورت سے شادی کی۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کنواری لڑکی سے کیوں نہیں شادی کی کہ وہ تم سے کھیلتی۔ تم اس سے کھیلتے۔ بولے باپ شہید ہوا۔ اور صغیر السن لڑکیاں چھوڑ گیا اس لئے ایسی عورت سے نکاح کرنا پسند کیا۔ جو ان کی خبر گیری کرے ان کے بالوں میں کنگھی کرے۔ اور ان کے تمام کام انجام دے۔

ہمسایوں کیساتھ سلوک صحابہ کرام نہ صرف اپنے عزیز و اقارب بلکہ ہمسایوں تک کیساتھ نہایت عمدہ سلوک کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے

ایک بکری ذبح کی۔ پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ گھر والوں سے پوچھا کہ تم نے ہمارے یہودی ہمسایہ کے پاس گوشت بھیجا یا نہیں؟ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ جبرائیل نے مجھکو ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کی اس شدت سے وصیت کی۔ کہ میں سمجھا کہ اس کو شریک وراثت بنا دیں گے۔

غلاموں کے ساتھ سلوک صحابہ کرام غلاموں تک کی آسائش کا خیال رکھتے۔ اور کبھی سخت کام نہیں لیتے تھے۔ ایک بار ایک شخص حضرت سلمان فارسی رضؓ کے پاس آیا۔ دیکھا کہ بیٹھے ہوئے آٹا گوندھ رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ غلام کہاں ہے؟ بولے ہمنے اس کو ایک کام کیلئے بھیجا ہے۔ اس لئے یہ پسند نہیں کیا۔ کہ اس سے دو دو کام لیں۔

حسنِ معاملت صحابہ کرام کے لین دین کے تعلقات بھی نہایت اعلیٰ تھے۔ وہ ادائیگی قرض کا خیال رکھتے۔ قرضداروں کو مہلت دیتے۔ اور بسا اوقات قرض معاف کر دیتے دوسروں کی جانب سے قرض ادا کرتے۔ اور وصیتوں کو پورا کرتے۔ بیبیوں کے درمیان عدل قائم رکھنے کا یہاں تک خیال رکھتے۔ کہ حضرت معاذ بن جبل جب ایک کی باری ہوتی۔ تو اس دن نہ دوسری کے گھر کا پانی پیتے تھے۔ نہ اس کے گھر کے پانی سے وضو کرتے تھے۔

طرزِ معاشرت صحابہ تکلفات اور سامان آرائش سے پرہیز کرتے تھے۔ تجارت اور اپنا کام خود کرتے۔ اور دست سوال دراز کرنے سے نفرت کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر زہد و قناعت کی وجہ سے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ ایکبار ان کو کسی نے جوارش دی۔ اور کہا کہ یہ کھانا ہضم کرتی ہے۔ بولے میں تو مہینوں پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتا۔ مجھے اس کی کیا ضرورت ہے۔

ان تمام حالات پر نظر ڈالنے سے ہر عقلمند انسان آسانی کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ کہ یہ حضرت سرور کائنات صلعم کی قوت قدسیہ اور روحانی توجہ کا نتیجہ تھا۔ کہ درندے با اخلاق اور باخدا انسان بنگئے۔ اگر آسمانی کتابوں کا یہ بیان صحیح ہے۔ کہ اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے۔ اور برا درخت برا پھل لاتا ہے۔ اچھا درخت برا پھل نہیں لا سکتا۔ نہ برا درخت اچھا پھل لا سکتا ہے۔ کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں۔" تو اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کے لگائے ہوئے درخت سے ایسے اعلیٰ پھل نکلے۔ کہ کسی دوسری جگہ اس کی نظیر تلاش کرنا محال ہے۔ پس سوچنے کا مقام ہے۔ کہ جو پاک انسان اپنی روحانی قوت سے دوسروں میں ایسا عظیم الشان تغیر پیدا کر سکتا ہے۔ اس کی اپنی زندگی کیسی پاک اور مطہر ہوگی۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

خاتم النبیین کے احسانات ہندوؤں پر

(از شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات قدسی صفات اور حضور کی اقدس واکمل تعلیم پر ہندو خواہ کس قدر بھی اعتراض کریں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جس قدر فائدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی اور آپ کی لائی ہوئی تعلیم سے یہ قوم اس وقت اٹھا رہی ہے۔ اتنا یہ اپنے مذہبی پیشواؤں کے طرز عمل اور ان کی تعلیم سے بھی نہیں اٹھاتی۔ ہندو تمدن و ہندو دھرم میں اس قدر خامیاں اور نقائص ہیں۔ کہ اس پر عمل پیرا ہو کر یہ قوم کبھی مہذب اقوام میں شمار نہیں ہو سکتی۔ اس وجہ سے مجبور ہو رہی ہے۔ کہ اپنی مذہبی تعلیم کو پس پشت ڈالکر اور اس سے صریحاً پہلوتہی کر کے اسلام کی تعلیم پر گامزن ہو۔ تا ان تباہ کن اور اخلاق سوز اثرات سے محفوظ رہ سکے۔ جو ہندو دھرم کی تعلیم کی متابعت کا لازمی نتیجہ ہیں۔ ذیل میں چند ایک امور پیش کر کے یہ ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ ہندو قوم کس طرح اپنے مذہبی احکام کو خیر باد کہکر علانیہ اسلامی تعلیم پر کاربند ہو رہی ہے۔

توحید

اسلام دنیا میں پہلا اور آخری مذہب ہے۔ جس نے خدا تعالیٰ کی توحید کو صحیح طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور شرک فی التوحید کو ایک گناہ عظیم اور ناقابل معافی قصور ٹھیرا کر دنیا کو وحدت کا سبق دیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء (۵-۳۰)

اس کے مقابلہ میں آج سے چند سال ہی قبل ہندو مت کے ماننے والے لاتعداد دیوتاؤں کی پرستش کو ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔ لیکن آج انہی میں سے ایک ایسی جماعت پیدا ہو چکی ہے۔ جو وحدت الٰہی پر ایمان رکھنے کی مدعی ہے۔ مجھے اس وقت اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ کہ وہ صحیح طور پر موحد کہلا سکتے ہیں یا نہیں۔ بلکہ صرف یہ دکھانا مقصود ہے۔ کہ توحید کا خیال ان کے دلوں میں جاگزیں ہو چکا ہے اور وہ کثرت پرستی کو وحدت پرستی سے تبدیل کر چکے ہیں گو اپنی آبائی ذہنیت کے اثرات کے ماتحت وہ اس کو اچھی طرح نہ سمجھ سکے ہوں۔

ڈاکٹر تارک ناتھ داس صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی کا ایک مضمون مورخہ ۱۲ جون ۱۹۲۶ء کے آریہ اخبار تیج میں شائع ہوا ہے جس میں آپ لکھتے ہیں:۔

"آریوں کے مذہبی فلسفہ کی ترقی کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ کثرت پرستی وحدت پرستی میں تبدیل ہو گئی۔ اندر، سورج اور مختلف دیوتاؤں کی جگہ ایک پرماتما کی پوجا ہونے لگی"

ہندوؤں کے اس مذہبی عقیدہ میں یہ اہم تبدیلی دکھانے کے بعد اب یہ ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ ہندو تمدن میں کہاں تک اسلامی تعلیم کی اتباع ہو رہی ہے۔

نکاح بیوگان

نکاح بیوگان ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جو آج آریہ سماج میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ سوامی دیانند صاحب بانی آریہ سماج اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"برہمن۔ کھشتری اور ویش ورنوں میں کھشت یونی عورت اور کھشت ویریہ مرد کا پنر وواہ نہ ہونا چاہئیے"۔
(ستیارتھ پرکاش باب ۴ صفحہ ۱۳۰)

مگر اس حکم پر ہندوؤں کا سب سے روشن خیال طبقہ آریہ سماج کہاں تک عمل پیرا ہے۔ اس کے لئے آریہ اخبار تیج (۱۵) اکتوبر ۱۹۲۶ء کے حسب ذیل الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

"ایک صحت ور عورت کو ماں بننے کے حق سے روکنا ایک نہایت ہی شدید ظلم ہے۔ جو اس پر روا رکھا جا سکتا ہے مگر یہ ظلم ہم اپنی زندگی کے ہر ایک منٹ میں کر رہے ہیں"۔

سوامی دیانند کے پیروؤں کی ان کے صریح حکم سے ایسی علانیہ روگردانی اور قرآن پاک کی تعلیم وانکحوا الایامیٰ منکم (۱۸-۴) کہ اپنی بیواؤں کا نکاح کر دو پر عمل اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ ہندو دھرم کی تعلیم سے جیسے سوامی جی نے پیش کیا۔ ہندوؤں کو جن تکالیف کا سامنا ہو رہا تھا۔ ان کا علاج انہوں نے تعلیم اسلام میں پایا۔ اور یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ان پر ایک ایسا عظیم الشان احسان ہے۔ جس کو فراموش کرنا ان کی پرلے درجہ کی بے مروتی کا ثبوت ہوگا۔

طلاق

پھر قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ جب مرد اور عورت کا اکٹھا رہنا کسی وجہ سے مشکل ہو رہا ہو۔ تو وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا لاجناح علیکم ان طلقتم النساء ناقابل برداشت حالات میں عورتوں کو طلاق دینے میں گناہ نہیں۔

مگر اس کے مقابلہ میں ہندو دھرم میں وہ مرد و عورت جو ایک دفعہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جائیں کسی صورت میں بھی علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ اور ہندو قوم اس بات کو فخر یہ پیش کیا کرتی ہے کہ

"ویدک دھرم میں پتی اور پتنی کا سمبندھ وہ پوتر سمبندھ ہے۔ جسے سوائے موت کے دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی"

اور سوامی دیانند صاحب کا بھی صاف حکم اس بارہ میں موجود ہے۔ کہ

"عورت و مرد کا بچھوڑا کبھی نہ ہونا چاہیئے"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۹ باب ۴)

ہندو اس معاملہ میں بھی اسلامی تعلیم کی متابعت اور اپنی مذہبی تعلیم کو ترک کرنے پر ہی حالات زمانہ کی وجہ سے مجبور ہوئے ہیں۔ چنانچہ ملاپ (۳۰ر نومبر ۱۹۲۸ء) تحریک کرتا ہے۔ کہ "خاص حالتوں میں طلاق جائز قرار دیا جائے" اور پھر یہی نہیں بلکہ اس پر عمل بھی شروع ہو چکا ہے۔ چنانچہ ملاپ ۲۶ر نومبر ۱۹۲۸ء میں مندرجہ ذیل خبر درج ہے۔

"امرتسر ۲۱ر نومبر۔ کٹڑہ دولو کی ایک عورت مسماۃ رام بھائی نے اپنے خاوند کے خلاف اس بناء پر طلاق کی درخواست دی ہے۔ کہ مجھے وہ مارتا رہتا ہے۔ اور بدمعاشی کرنے پر مجبور کرتا ہے.... خاوند نے پولیس کے ڈر سے اسے طلاق دیدیا"

گوشت خوری

اور دیکھئے قرآن کریم نے سوائے ان جانوروں کے جن کا گوشت مضر صحت یا مخرب الاخلاق ہے۔ باقی جانوروں کا گوشت حلال قرار دیا ہے۔ جیسے فرمایا۔ الیوم احل لکم الطیبات (مائدہ) تمام پاکیزہ چیزیں کھانا تمہارے لئے جائز ہے۔ مگر سوامی دیانند صاحب بانی آریہ سماج گوشت خوری کو یہاں تک ناجائز سمجھتے ہیں۔ کہ اس کے استعمال کرنے والے کو ملیچھ کے دل آزار لقب سے ملقب فرماتے ہیں۔ لکھا ہے۔

"شراب و گوشت کھانے پینے والے ملیچھ کہ جن کا جسم شراب اور گوشت کے ذروں سے پُر ہے۔ ان کے ہاتھ کا نہ کھا دیں"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۰۵)

مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے متبعین نے بھی آپ کے خلاف چلنے کی قسم کھائی ہوئی ہے۔ اس مسئلہ میں بھی آپ کے پیرو آپ کے خلاف چلکر اسلامی تعلیم کی معقولیت پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر مونجے نے جو ہندوؤں کے ایک معتقد رہنما ہیں۔ ہندو مہا سبھا کے اجلاس بمبئی اور پراونشل ہندو سبھا انبالہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"کم از کم ساتنیوں کے دھرم میں شاستر کے مطابق مانس کھانا پاپ نہیں ہے۔ اور اپنی بڑھتی ہوئی دقتوں کو روکنے کیلئے یہی واحد ذریعہ ہے" (ملاپ ۹ر نومبر ۱۹۲۸ء)

دعا

ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔ کہ انسان کو اپنے اعمال کی جزا سزا ضرور بھگتنی پڑتی ہے۔ اور خدا تعالےٰ اسے کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ خواہ انسان کس قدر بھی معافی مانگے۔ اور اس کے آگے گڑگڑائے اس لئے دعا مانگنا ایک بے فائدہ بات ہے۔ کیونکہ خدا اسے قبول نہیں کر سکتا۔ مگر اسلام ہمیں بتاتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ دعاؤں کو سنتا اور ان کو قبول کرتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (بقرہ-۲۳) اور فرمایا۔ ادعونی استجب لکم (مومن ۶) اور رسول کریم صلعم نے تو یہاں تک فرمایا ہے۔ کہ الدعاء مخ العبادۃ۔ یعنی دعا عبادت کا مغز ہے۔ لیکن سوامی دیانند صاحب نے دعا کے متعلق اسلامی تعلیم کا مضحکہ اڑاتے ہوئے لکھا ہے۔

"دیکھئے مسلمانوں کی غلطی کہ جو اپنے مذہب کے نہیں۔ ان کے مارنے کے واسطے خدا سے دعا کرتے ہیں۔ کیا خدا سادہ لوح ہے جو ان کی بات مان لیگا؟..... اگر خدا ایسا طرفدار ہے۔ تو دیندار آدمیوں کی عبادت کے لائق نہیں ہو سکتا"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۹۳ باب ۱۴)

مگر دیکھئے اسلامی تعلیم کا مضحکہ اڑانے والے اور قبولیت دعا کو خدا تعالےٰ کی طرفداری پر محمول کرنے والے سوامی دیانند جی کے پیرو کس طرح اپنے عمل سے ان کی تعلیم کا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔

بھائی پرمانند صاحب جو آریہ سماج کے روح رواں سمجھے جاتے ہیں۔ اور جنہیں آریہ سماجی دیوتا سروپ سمجھتے ہیں۔ پشاور میں ایک تقریر میں ہندوؤں کو نصیحت کرتے ہیں۔

"آپ تمام اگر کوئی اور قربانی نہیں کر سکتے۔ تو ہر روز صبح پانچ دس منٹ کیلئے پرماتما سے پرارتھنا کریں۔ کہ دکھ دور ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اگر تمام ہندو صرف یہی حربہ اختیار کریں۔ تو قوم کے دکھ ضرور دور ہو جائیں" (ملاپ ۵ر مئی ۱۹۲۸ء)

دیوداسیاں

ہندوؤں میں ایک مذہبی رسم یہ بھی ہے۔ کہ مندروں پر کنواری لڑکیاں بطور نذر چڑھائی جاتی ہیں۔ جن کو دیوداسیاں کہتے ہیں۔ مگر یہ رسم بے شمار خرابیوں اور مضرات کا موجب ہو رہی ہے جنہیں تہذیب بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا رھبانیۃ فی الاسلام کا حکم دیکر ایسی راہبانہ زندگی کی ممانعت فرما دی ہے۔ اور اب اس کے مضرات سے آگاہ ہونے کے بعد اور اس کے بداثرات سے محفوظ رہنے کے لئے ہندو بھی اس تعلیم کا نفاذ بذریعہ قانون کروانے کی کوشش میں ہیں چنانچہ مدراس کونسل میں ایک ہندو ڈاکٹر مستھو لکشمی نے یہ تجویز پیش کی کہ

"مندروں پر دیوداسیوں کا چڑھایا جانا بند کیا جائے"

(تیج ۲۶ر نومبر ۱۹۲۸ء)

سمندر یاترا

ہندو دھرم میں تو یہاں تک خامیاں اور کوتاہیاں ہیں کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو ہندوؤں کی زندگی دوبھر ہو جائے چنانچہ سمندر پار جانا بھی ان کے ہاں کفر کے مترادف ہے۔ چنانچہ کانشی کے پنڈتوں سے ان لوگوں کے متعلق فتویٰ پوچھا گیا۔ جو سمندر یاترا کرتے ہیں۔ پنڈتوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ

"یہ دھرم شاستر کے بالکل خلاف ہے" (پرکاش ۲۲ر جنوری ۱۹۲۸ء)

کیا ہندو اپنے دھرم شاستر کی اس تعلیم کو قابل عمل سمجھتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اپنی بہتری اسی میں سمجھتے ہیں۔ کہ اس حکمت آموز تعلیم پر عمل کریں۔ جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل ہوئی۔ یعنی فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین (نحل ۶)

قریبی رشتوں میں شادی

اسلام نے قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنے کی اجازت جن مصالح کی بنا پر دی ہے۔ ان پر تفصیل روشنی ڈالنے کی نہ اس وقت گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔ اس جگہ صرف یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ ہندو بھائی اپنی عادت سے مجبور ہو کر ہمیشہ اس کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں۔ مگر اب حالات اور تغیرات زمانہ سے مجبور ہو کر وہ اس کو بھی اختیار کر رہے ہیں۔

چنانچہ آریہ اخبار ملاپ (۳۰ر اپریل ۱۹۲۸ء) راوی ہے۔ کہ

"پشاور کے ایک کھچرو رام گھرانے کی لڑکی کی شادی لاہور کے ایک معزز کھچرو رام گھرانے کے لڑکے سے ہوئی ہے۔ ہم ذات ہونے کے سوائے یہ آپس میں خالہ زاد بہن اور بھائی بھی ہیں"

شدھی

مضمون لمبا ہو گیا۔ اس لئے صرف ایک بات اور پیش کر کے اسے ختم کیا جاتا ہے اسلام تبلیغی مذہب ہے۔ اور مسلمانوں کیلئے تبلیغ کرنا فرض قرار دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف (۴-۴)

لیکن زمانہ کی نیرنگی دیکھئے۔ آج وہی ہندو جن کے دھرم شاستر میں شودروں کے لئے اس قدر سخت قوانین موجود ہیں۔ اپنا تمام زور اچھوت ادھار پر صرف کر رہے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ دیگر امور کی طرح اس امر میں بھی ہندو دوستوں نے اپنی مذہبی تعلیم کو پس پشت ڈالکر اسلامی تعلیم کی خوبی کا عملی طور پر اعتراف کیا ہے۔

اب سوچنے کا مقام ہے۔ کہ جب ہندو عملی طور پر اس تعلیم پر کاربند ہیں۔ جو رسول خدا محمد مصطفےٰ کے ذریعہ دنیا پر نازل ہوئی تو کیا یہ بہتر نہیں۔ کہ وہ ظاہرا طور پر جو غیریت کی نقاب اوڑھے ہوئے ہیں۔ اسے بھی چاک کر کے اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اور اگر ان میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں تو کم از کم اس محسن کو جس کے واسطے نازل شدہ تعلیم سے وہ اس قدر فوائد حاصل کر رہے ہیں۔ اور اس مقدس انسان کو جو اس حالت میں جب وہ مذہبی و تمدنی نقائص کی وجہ سے گھبرا کر سراسیمہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے سامنے ایک ایسی شاہراہ پیش کر دیتا ہے

ع۔ جس پر وہ بلاخوف و خطر چل سکتے ہیں۔ برا کہنا اور دل آزار طریق پر اس کا ذکر کرنا ہی چھوڑ دیں ؎

ہادیان مذاہب کی نسبت ہمارا طرز عمل کیا ہونا چاہیے

(از جناب لالہ دنی چند صاحب ایڈووکیٹ انبالہ)

مکرم من ایڈیٹر صاحب الفضل

تسلیم۔ آپ کا عنایت نامہ آیا۔ جو خدمت آپ نے میرے سپرد کی ہے۔ میں اسکو بجا لانا اپنے لئے نہ فقط ایک بردرانہ فرض سمجھتا ہوں بلکہ باعث راحت بھی سمجھتا ہوں۔ آپ کا منشاء اس امر کا شاہد ہے کہ آپ ہندو اور مسلمانوں کے درمیان خوشگوار تعلقات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ میں خود ان بیقرار اشخاص میں سے ہوں۔ کہ جو ہندو مسلم تعلقات کے کرۂ ہوائی سے ہر ایک قسم کی سمیت کے اثرات کو جتنی جلدی ہو سکے۔ دور کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ پرسوں ہی میرا چھ سالہ لخت جگر مجھ کو داغ مفارقت دے گیا ہے۔ اور میں غم و الم کے دریا میں غرقاب ہوں لیکن آپکے ارشاد کی بجا آوری کو فرض اولین سمجھ کر سطور ذیل میں سرانجام دینے کی کوشش کرونگا۔

میں مسلم نہ ہوتا ہوا آنحضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کی غیر معمولی اور عظیم الشان ہستیوں میں سے سمجھتا ہوں۔ اور اسلئے جو چند خیالات میں ان کی نسبت ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ وہ صدقدل سے کرتا ہوں۔

میں اس بات کا قائل ہوں۔ کہ روز آفرینش سے دنیا بترتیب روز افزوں ترقی کرتی چلی آئی ہے۔ جس غیر معمولی انسان نے کسی ملک یا دنیا کی اخلاقی یا سوشل یا پولیٹیکل حالت کو بہتر بنانے میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ وہ تمام دیگر انسان کے شکریہ کا مستحق ہے۔ اس امر سے کوئی انصاف پسند شخص انکار نہیں کر سکتا۔ کہ آنحضرت محمد صاحب نے دنیا کے اندر غیر معمولی تبدیلی پیدا کی۔ آپ کی پیدائش سے پہلے کا زمانہ زمانہ جاہلیت کے نام سے بجا طور پر موسوم ہے ملک عرب میں کئی قسم کی خرابیاں موجود تھیں۔ وہ آپ نے یک قلم دور کیں۔ انسان کو یہ سبق دیا۔ کہ وہ اشرف المخلوقات ہے اور ایک ایسی عالمگیر برادری کی بنیاد ڈالی۔ جس میں ہر ایک انسان کو مساوات کا درجہ دیا۔ خدا کی نسبت جو دنیا میں پہلے خیال موجود تھا۔ اسکے اندر وحدانیت کے مسئلہ کی تعلیم و تلقین دے کر ایک بڑی اصلاح پیدا کی۔ یہ باور کرنا ہوا۔ کہ مذہب کی شاہراہ میں بڑی ترقی اور تبدیلی کی ضرورت ہے۔ میں آنحضرت کے مشن کی نسبت خراج تحسین ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا ایک عظیم الشان شخصیت کا ثبوت یہ ہے۔ کہ وہ اپنی مثال سے کئی غیر معمولی انسان بنی نوع انسان کی خدمت کیلئے پیدا کر دیتا ہے اس معیار سے آنحضرت کا درجہ دنیا کے ہادیوں کی صف اول میں آتا ہے۔ آپ نے حضرت عمر۔ ابو بکر صدیق۔ حضرت عثمان۔ اور حضرت علی کو بنایا۔ جنھوں نے اپنے اپنے وقت میں آنحضرت کے مشن کو غیر معمولی فروغ دیا۔

ہر ایک غیر مسلم کا فرض ہے کہ وہ ایک ایسے غیر معمولی انسان کو عزت سے یاد کرے۔ سب لئے اور میری سمجھ میں ہر ایک غیر مسلم کے لئے آنحضرت کی عزت کرنے کے لئے یہ قطعی دلیل ہے کہ میں ایسا کرنے سے ان کے لاکھوں کروڑوں پیرؤوں کے جذبات اور احساسات کی قدر کرتا ہوں۔

میں ہر ایک مسلم سے بھی یہی امید کرتا ہوں۔ کہ وہ غیر مسلم ہادیوں اور رشیوں کی بھی ویسی ہی عزت کرے۔ اگر ہم ہندو اور مسلم یہ طریق عمل باہمی اختیار کر لیں۔ تو بہت سے جھگڑے جو ہماری نادانی اور تنگدلی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ رفع ہو سکتے ہیں۔ میں اپنے مسلم بھائیوں سے درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر کوئی غیر مسلم اپنی کم فہمی کی وجہ سے کوئی نازیبا لفظ آنحضرت کی شان میں کہے۔ تو اسکو قومی پرخاش کی وجہ نہ بنائیں۔ اشعار ذیل سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ آنحضرت کے زمانہ میں آپکی نسبت تو کیا۔ خدا کی نسبت بھی کیا کیا نہیں کہا جاتا تھا۔

قیل ان اللہ ذو ولد
قیل ان الرسول قد کہنا
ما نجا اللہ والرسول معاً
من لسان الورٰی فکیف انا

(ایڈیٹر) ہم جناب لالہ صاحب کے ممنون ہیں۔ کہ انہوں نے باوجود اپنے بچہ کی فوتیدگی کا سخت صدمہ ہونے کے ہماری گذارش کو قبول کر کے مضمون ارسال فرمایا۔ اور اس میں بہترین خیالات کا اظہار کیا۔ جیسا کہ ناظرین کرام متعدد مضامین میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ بانی اسلام علیہ السلام نے وحی الٰہی کے ماتحت ہر قوم کے بزرگوں کی تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود نے اسپر خاص زور دیا اور اسکے لئے پیغام صلح کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے۔

ریاض نبوت کے پھولوں کا سرتاج پھول

(از جناب مولوی برکت علی صاحب لائق لدھیانہ)

دو چار گھڑی کے ہنسنے پر بھی ہو پامالی پھولوں کی
عبرت کا ایک مرقع ہے۔ ہر تیتی مالی پھولوں کی

جو تیغ دہشت چاک گریباں۔ پرنے پرنے سار اد نا ہے
کس کا جگر جو دیکھ سکے آشفتہ حالی پھولوں کی

قزاق خزاں جب آئیگا۔ بازار چمن لٹ جائے گا
اڑ جائیگی خوشبو پھولوں کی سب لیکر لالی پھولوں کی

اک مست الست کو گلشن میں مدہوش بنانے آئی ہے
ہر آنکھ رسیلی نرگس کی۔ ہر لال پیالی پھولوں کی

ہے ماہ جمال عندلیبوں میں ہر شعلہ رو رخساروں میں
کچھ شان جمالی پھولوں کی کچھ شان جلالی پھولوں کی

ہے جس کے داغ الفت نے گلزار کھلایا سینے میں
میں اس شہر میلے پھول کردوں یہ جا کر ڈالی پھولوں کی

کالے کالے بادل چھائے مے نوشوں کے ساقی آئے
کس کیف میں آکر جھوم رہی ہے ڈالی ڈالی پھولوں کی

یہ ہنستے ہیں اس رونے پر وہ اس ہنسنے پر روتی ہے
ہے خام خیال شبنم کی۔ یا خام خیالی پھولوں کی

مجھ میں اس میں کچھ فرق نہیں۔ ہم سوز و ساز کا فرق مگر
میں منت کش ہوں کانٹوں کا بلبل متوالی پھولوں کی

کر پیدا شان محبوبی اے خدمت اپنا کانٹوں سے
یاں کانٹے نیزے تانے کرتے ہیں رکھوالی پھولوں کی۔

اے چرخ کہن کیا بھولا ہے ان تاروں کی قندیلوں پر
آ دیکھ تجلی باغستانوں میں دیوالی پھولوں کی

اک پھول جو تھا سب پھولوں کا سرتاج ریاض نبوت میں
اس پھول کو لیکر مالی نے اک ہار بنالی پھولوں کی۔

گلزار ختم نبوت میں۔ جنت کی باد بہاری ہے
اک پھول نے کھل کر گلشن میں کیا شان نکالی پھولوں کی

ہر شعر مرا موسیقی ہے۔ ہر بیت میں حسن حقیقی ہے
کچھ تان اڑائی بلبل کی۔ کچھ شان اڑالی پھولوں کی

مستور فروغ حسن کی کرنوں میں اک حسن کا سورج ہے
عالم ہے انوکھا پھولوں کا دنیا ہے نرالی پھولوں کی

ہر صبح سویرے صحن چمن میں ڈھونڈ کے لاتی ہے
دلدادہ حسن کو لائق صورت بھولی بھالی پھولوں کی

خاتم زمان کے فیضان بیکران

(جناب مولوی ذوالفقار علیخان صاحب گوہر کے قلم سے)

محمد پیش خیمہ تھا خدا کے فضل و رحمت کا
مدینہ تھا وہ صدق و عدل و حلم و علم و حکمت کا

پھنسی تھی کفر و شرک و جہل کی دلدل میں دنیا
دیا اس نے سہارا سب کو اپنے دست شفقت کا

اٹھایا نسل انسانی کو اس نے زور وحدت سے
فرشتوں سے بڑھایا مرتبہ انساں کی رفعت کا

جھکایا اس نے انساں کو فقط اللہ کے آگے
کہ یک در گیر محکم گیر گنجینہ ہے راحت کا

مٹایا امتیاز نسل و رنگ و قوم و ملک اس نے
بچھایا ایک دستر خوان ایمان و اخوت کا

غلامی کی ہر اک زنجیر آ کر کاٹ دی اس نے
کیا یک لخت استیصال استبداد و نخوت کا

رنگا شاہ و گدا کو اس نے اک رنگ اخوت میں
زہے قسمت غلاموں کو کیا وارث حکومت کا

نہ بھولیگا کبھی احسان اس کا عالم نسواں
کیا مسدود جبر اس نے دروازہ ہلاکت کا

بنایا انکو مردوں کیطرح ہر فضل کا وارث
کیا بچوں پہ سایہ انکی آغوش محبت کا

سکھائے اس نے وہ اخلاق و آداب کریمانہ
کھلا جنسے کمال ارتقا انساں کی فطرت کا

دیا چھوٹوں کو اس نے درس تکریم بزرگانہ
بڑوں پر بار ڈالا اس نے چھوٹوں کی حفاظت کا

سکھایا اس نے آنکھوں کو حیا و شرم کا شیوہ
کہ طوفان تمدن ڈھا نہ دے ایوان عصمت کا

زبانوں کو سبق شیریں کلامی کا دیا اس نے
کیا در بند بہتان۔ افترا و کذب و غیبت کا

دلوں کے پاک رکھنے کا یہ گر اس نے ہے سمجھایا
فروج جسم کا حافظ نگہباں ہے طہارت کا

عداوت میں بھی رحم و عدل کو قائم رکھا اس نے
یہی ہے منتہا انسان کے داد و عدل و نصفت کا

حقوق عبد و معبود حقیقی اس نے سمجھا کر
شرف مخلوق پر انسان کو بخشا فضیلت کا

فقیرانہ بسر کی زندگی خود بادشاہی میں
کہ استحکام تھا اسمیں ہی آئین حکومت کا

رعایا کو بنایا اس نے امن عام کا حامی
مٹایا انکے دل سے نقش ہر نوع بغاوت کا

مٹا دی اس نے دل سے ہر بدی و جرم کی خواہش
دکھا کر مرتبہ انسان کو نیکی کی عظمت کا

یہی وہ حریت ہے نور ایماں سے جو ملتی ہے
اسی میں راز مضمر ہے ہر آزادی ملت کا

حکومت کو بنایا دستگیر بیکساں اس نے
امارت کو کیا پابند محتاجوں کی خدمت کا

خلافت کو مقید کر دیا آئین شوریٰ سے
تعلق کر دیا مضبوط راعی و رعیت کا

کیا حکام کو پابند عدل و رحمت و شفقت
رعیت کو دیا حکم اس نے حاکم کی اطاعت کا

بڑھایا اس نے ذوق علم و شوق ارتقا ایسا
بنا سینہ ہر آدمی کا خزانہ علم و حکمت کا

وفائے عہد صدق قول انسان پر کیئے لازم
محافظ کر دیا ان کو امانت اور دیانت کا

بنایا بھیڑیوں کو بکریوں کی طرح نرم اس نے
جو بزدل تھے کیا شیر انکو میدان شجاعت کا

امیروں پر غریبوں کی خبر گیری مقرر کی
غریبوں کو سبق اس نے پڑھایا صبر و غیرت کا

امور دیں میں دنیا کو عطا کی اس نے آزادی
کیا مسدود دروازہ ہر اک جبر و کراہت کا

مٹا دی سیرت غارتگری و قتل و سفاکی
کیا برباد لشکر فتنہ و ظلم و جہالت کا

نفوس قدسیہ پیدا کئے انفاس قدسی سے
دکھایا چشم ظاہر بیں کو نظارہ حقیقت کا

ملایا عالم فانی کو ذات جاودانی سے
کیا آئینہ کثرت کو جاذب نور وحدت کا

کیا وہ ربط قائم خالق و مخلوق میں اس نے
رہے گا جس سے سرسبز و ثمرور باغ ملت کا

نہ ہو کیوں رحمۃ للعالمین پھر ذات پاک انکی
کیا امت کو جس نے وارث انعام نبوت کا

خدارا اے شفیع روز محشر رحم فرمانا
کہ ہے محتاج گوہر آپکے لطف شفاعت کا

یہ بیچارہ ضعیف و ناتواں بیمار و بے کس ہے
سہارا آپ کا ہے یا خدا کے فضل و رحمت کا

اٹھ لے گوہر قلم لے ہاتھ میں لکھ مطلع ثانی
صلہ جس کا ہو یہ۔ کھٹکا مٹے روز قیامت کا

(باقی پھر کبھی)

مَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

(از جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سابق سردار جگت سنگھ قادیان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات۔ آپکی قربانیاں آپکی عبادات۔ اور آپکے تقویٰ پر قلم اٹھانا اور پھر بالاستیعاب اس میں کامیاب ہوجانا ایسا ہی مشکل ہے جیسے کسی بے پایان بحر ذخار میں شناوری کا ارادہ کرنا۔ اور پھر کنارے پر بھی پہنچنے کی امید رکھنا ‌+

آپ کے اخلاق کریمہ اور آپکے وجود باجود میں مروت اور رحمت انسان سے لے کر ادنیٰ درجہ ذی ارواح تک جس صفائی اور خوبی سے نظر آتی ہے وہ کسی دوسرے وجود میں تلاش کرنا گویا سورج کے ہوتے ہوئے کسی ایسی چیز کو تلاش کرنا ہے جو روشنی کے لئے کچھ کام آسکتی ہے۔ انسانی اخلاق کی اصلاح کے لئے ایثار علی النفس وہ چوٹی کا اصل الاصول ہے جس کے پیدا ہوجانے سے پھر انسان کسی جگہ بھی اخلاقی کمزوری نہیں دکھا سکتا۔ مگر آپ کے طفیل آپ کی امت میں بکثرت یہ چمکتا ہوا جوہر نظر آنے لگا وہی وحشی اور بدوی جو بات بات میں غیر چھوڑ اپنوں کے خون کے پیاسے ہوجایا کرتے تھے۔ یوں ٹھنڈے ہوگئے جیسے کوئی منوں برف میں دب کر ابھی ابھی نکلا ہو ‌+

ایسا کیوں ہوا اسکی کیا وجہ تھی؟ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا۔ مشرق اور مغرب کا پرورش کنندہ جس کے سوا کوئی مقصود اور محبوب اور مطلوب نہیں ہے اسی کو اپنا وکیل بنا یہی وہ عقیدہ ہے جس نے اس بے لگام قوم کو سفاکی اور قزاقی سے روک کر دنیا اور دنیا کے بسنے والوں میں محبت اور آشتی کے دودھ سے ہر چھوٹے اور بڑے کی پرورش کے لئے آمادہ اور مجبور کردیا۔ وہ خوب سمجھ گئے تھے کہ ایسے لم یزل قادر اور قیوم آقا میں ربوبیت رحیمیت عفو اور کرم اور بے پایان احسان کے وہ صفات ہیں جن کے ذریعہ ہرکس وناکس ایک احسن نظام کے ماتحت اپنی زندگی کے ایام ہر طرح کی غفلتوں اور کوتاہیوں کے ہوتے ہوئے بے انتہا نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بسر کررہا ہے۔ یہی وہ ایمان تھا جس نے انکی کایا پلٹ دی اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کے ماتحت رحمۃ للعالمین کے طفیل دنیا پر بار بار ابر رحمت بن موسلادھار بارش کی طرح برسے ‌+

اللہ اللہ! وہ کیسا رحیم دل تھا جس سے ایک دو نہیں۔ دس بیس نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں نے یہ سبق پڑھا اسے خوب یاد کیا۔ اور اپنے اخلاق کی فہرست میں سب سے اول اسے جگہ دی۔ اسی طرح ایثار علی النفس نے گویا عملی صورت اختیار کرلی۔ اور مخلوقات کی پرورش میں وہ سرگرمی دکھائی جسکی نظیر نہ تو پہلے کسی نے دیکھی اور نہ ہی اب کسی غیر میں کوئی دیکھ سکتا ہے ‌+

فی الواقعہ اسی رحم اور ایثار علی النفس کو اگر نصب العین کرلیا جائے تو پھر تمام اخلاقی شعبوں میں خود بخود ہی انسانی تمدن کی بہبودی اور آسایش ایسے نمایاں طور سے نظر آنے لگتی ہے جیسے چمکتے ہوئے ستاروں میں چاند کی چمک نہایت صاف طور سے روشن اور عیاں نظر آتی ہے۔ یہ صفت خاص طور پر ارحم الراحمین نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ودیعت کی اور آپ کے وجود کو اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کی صفت سے متصف اور مزین فرماکر قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کے اعلیٰ وارفع مقام پر کھڑا کیا۔ آپ نے خدا تعالےٰ کے صفات کا علم حاصل کیا۔ ان کے صفات میں اپنے آپ کو رنگین کیا۔ پھر اسی بات کی تعلیم اپنے متبعین کو دی اور انکو بھی اسی رنگ میں رنگین کیا۔ تب اس دنیا سے آپکی رحلت ہوئی ‌+

ذوالقربیٰ کو ان کے حقوق دینا۔ غربا۔ یتامیٰ۔ مسافروں اور مساکین کی نگرانی کرنا۔ پڑوسیوں کے ساتھ خواہ وہ اپنے ہوں یا بیگانے ہر طرح سلوک کرنا۔ اقوال میں احسن اقوال اختیار کرنا۔ صدق کو اپنا وظیرہ بنانا۔ غیبت اور بہتان سے پرہیز کرنا وغیرہ۔ پھر افعال میں اپنے حقیقی اور محسن آقا کی عبادت اور اسکی یاد میں دن رات سے اکثر حصہ نکالنا۔ طیب مال کمانا انکو صدقہ و زکوٰۃ اور خیرات کے رنگ میں مخلوقات کی بہتری کے لئے خرچ کرنا۔ ماں باپ کا ہمدرد ہونا۔ محسن کو اس کے احسان سے بڑھ کر بدلہ دینا۔ یا کم از کم اسکے ویسا ہی سلوک کرنا۔ گھر میں عورتوں کے ساتھ لوجہ اللہ معاشرت کو سرانجام دینا۔ خِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَائِھِمْ تم میں سے اچھے وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لئے اچھے ہیں) پر عمل پیرا ہونا صنف نازک کے لئے لَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ کے سنہری اصل کو قائم کرنا اور اس کو عملی جامہ پہنانا۔ سیاسیات میں بغاوت سے منع فرمانا۔ عدل و انصاف اور تقویٰ کو جنگ و جدال میں نظر رکھنا۔ فَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عوقبتم بہ پر عملدرآمد کرنا۔ پھر اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر قسم مظالم اور حق تلفیوں سے کنارہ کش ہونا ‌+

تجارت میں۔ اموال کی ادارۃ میں خیانت غش اور ناجائز کمی یا زیادتی کے متعلق مفصل ہدایات فرمانا۔ سود لینے سے جس سے اکثر حصہ مخلوقات کا جو نہایت ہی مفلسی اور جفاکش ہوتا ہے برباد ہو جاتا ہے سختی سے منع فرمانا۔ ہر قسم کے ناجائز طریق جن سے لوگوں کے اموال میں دست برد کیجا سکتی ہے بالکل ہی روک دینا۔ اور اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ پر خاص طور سے زور دینا۔ تا لوگ بطور احسان غربا اور ناداروں کے بوجھ اٹھائیں نہ کہ سود لے کر الٹا اس پر دگنا تگنا بوجھ لاد دیں ‌+

تمدنی خوشحالی کے لئے انسان کے خیالات۔ اس کے دل و دماغ کی اصلاح کے اصول قائم کرنا۔ مثلاً لَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ (بری تدبیر ہمیشہ کرنے والے پر ہی پڑتی ہے) کا ارشاد فرمانا۔ یا برے ظنون خدا تعالیٰ پر رکھنے یا ناجائز حسد کو دل میں جگہ دینے وغیرہ وغیرہ سے روکنا۔ انسان کے لئے ایسا ذخیرہ صداقتوں کا روزانہ تلاوت کے لئے مقرر کرنا جس میں تمام کُتُبٌ قَیِّمَةٌ لیجنڈ سنہری اصول کو اپنے ساتھ سے جمع کرا چکی ہیں جس میں نیکی بدی کے متعلق مفصل ہدایات موجود ہیں اور جو انسان کے لئے خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا کرانے میں دن رات برقی طاقت سے بڑھ کر کام کرتی ہیں۔ نیز اپنے اعمال صالحہ کا عمر بھر کا ذخیرہ ایک نقاد قوم کی تحویل میں دے جانا۔ اسی طرح انسانی زندگی کے مقصد پر بحث کرنا۔ اسکے تنزل اور ارتقاء کے تمام اسباب مفصل طور سے انکی آنکھ کے سامنے رکھ دینا۔ اسکی زندگی پر اس کے وجود کی علت غائی پر مدلل اور پوری توجہ دلانا۔ یوم آغاز سے لیکر آخری دن تک تقویٰ اور طہارت پر انکو عمل پیرا ہونیکی تلقین کرنا۔ اور اس راہ میں ہرکس وناکس کے جور و تشدد برداشت کرنا۔ کیا یہ تمام امور ایسے نہیں ہیں جو آپ کے وجود محض آپ ہی کے فیض سے مخلوقات میں شائع ہوئے۔ اور لحاظ بالخصوص نفسانیت سی رحیمانہ آواز آپ کے کان تک پہنچانے کی ضرورت پیش آئی ‌+

یہی رحم اور کرم اور عفو کی صفت جو انسان کی تربیت کے لئے ازحد ضروری ہے اور جو رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ کے اظہار کے لئے انسانی جامے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بے مثل وجود میں انعکاسی رنگ لئے ہوئے تھی۔ ان الٰہی الفاظ میں ہمیں صاف طور سے نظر آرہی ہے۔ یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَاِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ

لیتے ہیں۔ اف ایسا رحیم کریم انسان۔ ایسی بے مثل الٰہی اخلاق میں رنگین ہونیوالی ہستی جسکو بار بار کہا جاتا ہے کہ رحم کی حد ہوتی ہے آخر بس بھی کروگے۔ موجودہ زمانے کے نا عاقبت اندیش لوگوں میں خواہ وہ اپنے ہوں یا بیگانے اِلّا ماشاء اللہ وقلیل ماھم، ایسی بری طرح بدنام ہے کہ نعوذ باللہ۔ آپکو کیا کچھ نہیں کہا جاتا ہے اور کیا کچھ ہے جو ہم نے اپنے ناہموار افعال سے آپ کی طرف منسوب کرانے میں کسر چھوڑی ہے۔ اعاذنا اللہ وعافانا منہ +

انسان کے لئے ایسا رحیم اور بہی خواہ وجود جو اس کو اُن بتوں سے چھڑاتا ہے جو کسی طرح بھی کام کی چیز نہیں ہیں اور اسپر وہ بُت پرست قوم سیخ پا ہو کر آپ کو دھمکیاں دیتی ہے ستاتی ہے گھر سے نکالتی ہے۔ آپ کا سر لانے پر سو اونٹ کا انعام ٹھہراتی ہے مگر وہ جلاوطن ہوتا ہے گھر بار اور آبائی وطن کو خیر باد کہتا ہے سفر کی تکلیفیں اٹھاتا ہے۔ اُنکے حملوں کا دفاع عدل اور تقویٰ پر کاربند ہو کر کرتا ہے مگر جب پھر اُن پر قابو پاتا ہے تو انکو لا تثریب علیکم الیوم کہکر بالکل ہی معاف کر دیتا ہے۔ دشمن خون کا پیاسا سخت انتظار کے بعد تلوار لے کر جبکہ آپؐ آرام میں ہیں سر پر آ پہنچتا ہے مگر پھر جب وہ آپؐ کے وار کے نیچے آتا ہے تو آپ والعافین عن الناس پر عمل فرماتے ہیں اور اس کو بھی بالکل معاف کر دیتے ہیں آپؐ نے خیر اندیش باپ کیطرح بنی نوع انسان کی بہبودی میں سرگرمی اور جانفشانی سے کام لیا۔ اور اس کے ہر شعبہ زندگی میں بہترین رہنما کی طرح اس کی رہنمائی کی +

ملک کے خیر خواہ کے لئے تین ہی بڑے صفات ضروری ہوتے ہیں۔ بنی نوع انسان کے تمدن کی اصلاح۔ اسکی بہبودی اور آسائش کی افزونی بے زبان حیوانات پر مناسب رحم پھر خالق کے حقوق کی پہچان یعنی اسکی تمام نعمتوں پر شکر گذاری کرنا۔ سوان ہر سہ امور میں آپ نے انسان کی ایسی رہنمائی کی ہے کہ اسکی نظیر قرون اولیٰ میں کسی دوسرے وجود میں بالکل ہی مفقود المثال ہے +

بعض مذہبی رسوم ایسے ہیں کہ ان میں رہبانیت کا طریق جو خالق کے ایک حصہ مخلوق کو بالکل ہی باطل کر رہا ہے مروج ہے بعض وہ ہیں جو اخلاقی پہلو میں محض نرمی اور گرمی ہی کی تلقین کرتے ہیں۔ مگر آپ نے اپنے حقیقی خالق کی ہر چھوٹی بڑی خلق کی بحسب منازل نہایت ہی مناسب قدر کی ہے اور اپنے تمام کے تمام اقوال و اعمال میں خدا تعالیٰ کے اخلاق پر گہری نظر ڈالتے ہوئے اس کے صفات کے ساتھ ساتھ اپنی تمام حرکات اور سکنات کو عابدانہ حیثیت میں بالکل ہی تابع اور مطیع کر دیا ہے۔ گھر کے اندر اگر آپ صنف نازک کے متعدد نفوس میں عدل و انصاف سے زندگی بسر کر کے خدا تعالیٰ کی اس خلق کی بے انتہا قدر کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ تو میدان کارزار میں بھی آپ بچوں اور عورتوں اور بوڑھوں پر جو در اصل باعث فتنہ و فساد نہیں ہیں۔ رحیم اور کریم نظر آتے ہیں۔ اور وقاتلوا الذین یقاتلونکم کی قید مقررہ سے ذرہ بھر بھی قدم باہر رکھنا پسند نہیں فرماتے۔ اس لئے کہ رب العٰلمین۔ الرحمٰن الرحیم وغیرہ صفات سے موصوف ہستی دن رات میں قریباً ہر دو تین گھنٹے کے بعد علاوہ ذکر و شغل کے ضرور ہی آپؐ کے سامنے آ جایا کرتی تھی جس کے رحیمانہ صفات آپ کے اقوال اور افعال میں وہی کریمانہ تغیر پیدا کرتے رہتے تھے جو آپکے حقیقی آقا میں بوجہ اتم و اکمل ہر ذرہ مخلوق کے لئے اپنا کام کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں +

لہذا آپؐ کے اخلاق میں خواہ وہ کسی حصہ زندگی میں نظر آئیں یہی رحیمانہ پہلو صاف طور سے نظر آتا ہے۔ مثلاً عدل اور انصاف ہیں۔ اپنوں اور بیگانوں سے نرمی اور مروت ہیں جانوروں پر رحم اور انکی اچھی طرح سے خبر گیری ہیں۔ بڑوں کی تکریم ہیں۔ چھوٹوں پر شفقت ہیں۔ خدام پر نظر عنایت رکھتے ہیں۔ انسان کی ترقی کے اسباب ہیں۔ انکی پیدائش کی علت غائی ہیں نیز انکی ترقی کے انتہائی مقام ہیں +

بالخصوص انسان کی ساری عمر کی سعی کو عمدہ نتائج میں نمودار کرنے کے لئے آخرت کے مسئلے پر خاص طور سے زور دینا اور اُس کو اچھی طرح سے سمجھانا۔ یہ آپؐ کا اتنا بڑا احسان مخلوق خدا پر ہوا ہے کہ اس کے صلے میں خواہ کتنی بھی دعا آپؐ کے لئے کوئی کرے اس کا معاوضہ کما حقہٗ بالکل ہی ادا نہیں کر سکتا اللھم صل وسلم وبارک علیہ کما تحب وترضیٰ انک حمید مجید۔ الٰہی تو جیسی برکت پسند کرتا ہے اپنی حمد اور مجد کے موافق آپؐ پر رحمت اور برکت نازل فرما +

انسان کی حقیقت کیا ہے اس کے خالق کی اسکی خلق میں کیا غرض ہے۔ پھر اس کے صفات انسان کی پرورش میں کہاں تک اپنا کام کرنا چاہتے ہیں۔ انسان کس طرح ان صفات میں رنگین ہو کر بسبب اتحاد کامل کے فنا سے بچ سکتا ہے۔ اور دائمی زندگی اور دائمی نعماء کو حاصل کر سکتا ہے۔ الغرض یہ تمام باتیں جن کے سمجھنے پر ہی انسان کی دائمی راحت منحصر ہے ان پر آپ نے وہ روشنی ڈالی ہے کہ کتب سابقہ میں اسکی نظیر ملنا تو ممکن تو اس کا عشر عشیر بھی باوجود سر توڑ کوشش کے آپ کہیں اگر دیکھنا چاہیں تو ہرگز ہرگز نہ دیکھ سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر امم میں تقوٰی اور طہارت اور تزکیہ نفوس میں جڑ گہرا اثر کرنے والی بات دیعنی خدا تعالیٰ کے صفات کی تفصیل اُنپر گہری نظر اور پھر ان کا تقاضا انسانی پیدائش اور اسکی پیدائش کی علت غائی ہیں) مفصل نہ مذکور ہونے کی وجہ سے وہ آسمانی الہام کی بارش جو ایمان کی کھیتی کو بوجہ اتم و اکمل سیراب کر سکتی ہے۔ بالکل مفقود اور محض عنقا رکھتی ہوئی نظر آتی ہے منعم علیہ قوم کی خوشہ چینی سے کوئی کوئی فرد اگر کچھ فائدہ بھی حاصل کرے تو وہ اس مقدس قوم کی ہی طرف منسوب کیا جائیگا نہ کسی غیر کی طرف +

مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ پر مفصل آگاہی بخشنے سے انسان پر ایسا ہی احسان کیا ہے جیسے کسی کو دہکتی ہوئی آگ سے نکال کر یکدم راحت بخش اور ٹھنڈے مقام میں رکھ دینے سے کیا جا سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ہم نے تجھ کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس کلام کی تصدیق ہم آپ کے ہر حصہ اخلاق میں عیاں طور سے دیکھتے اور پاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انّا نحن نزّلنا الذکر وانا لہ لحافظون میں آپ کے اخلاق فاضلہ کو ثابت اور قائم رکھنے کی خوشخبری اور بشارت محدود زمانے کے بجائے غیر محدود زمانے تک ممتد اور دراز کر کے مخلوقات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کے دامن سے وابستہ ہونے کی تاکید کی۔ اور تمام فیوض سماوی کے حصول کے لئے آپکی اطاعت اور آپ کی اتباع کو لازمی اور ضروری قرار دیا۔ انّ فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید افسوس اُن پر جو حضرت عیسٰی کی آمد کے منتظر ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ آسمان سے آئینگے۔ اور اب تک زندہ ہیں۔ بھلا ان کی اتباع میں وہ خوبی کہاں +

کتنی نا انصافی ہے۔ کتنا بڑا ظلم ہے کہ محض تعصب کی بنا پر ایک انسان کے تمام حالات پر نظر ڈالنے کے بغیر اسکی طرف بُرے افعال منسوب کر کے اس سے دشمنی اور عناد رکھنا اسے خواہ مخواہ بُرا بھلا کہتے رہنا اپنا فرض منصبی سمجھ رکھا ہے یہ تو ایسی ہی مثال ہے کہ ایک شخص نہایت ہی سیدھا اور پختہ رستہ بنائے تا کہ لوگ اس پر چلکر جلد منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔ مگر چند گمراہ اور راہ راست سے الگ ہونے والے دیکھ کر یا انکی حالت زار پر نظر غائر ڈالکر کوئی ناہموار اور راست بنانے والے کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دے۔ ہُو بہو یہی مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے وجود کے متعلق چسپاں کیجا سکتی ہے۔ ہم اگر بُرے ہیں ہمارے افعال اگر ناگفتہ بہ ہیں۔ اگر ہم جادہ مستقیم سے الگ ہو کر بھٹک گئے ہیں۔ ہم میں اگر سو قسم کی نہیں ہزار قسم کی بُرائیاں ہیں اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا قصور۔ ہم سے جیسا سلوک کرنا ہے کرو۔ ہم کو ہمارے بُرے افعال کی پاداش میں گلا گھونٹ کر مارنا ہے تو مارو۔ ہم نے ہمارے اعمال

مطابق جیسا بھی دل کھول کر سلوک کرنا ہے کرو۔
چشم ما روشن دل ما شاد۔ مگر اللہ بر لئے خدا
س بابرکت وجود کو کیوں کوستے ہو جسکے ہر قول میں
جسکے ہر فعل میں جسکی ہر رفتار میں جسکی ہر طرز میں
تمہارے لئے محض خیر ہی خیر نظر آ رہی ہے اور جسمیں
ر زندہ رُوح کے لئے اگر ہے تو ایسی رحمت اور
یسی شفقت جو کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ ہاں
تعصب کی پٹی آنکھوں پر بندھی ہو تو پھر کسی کے
بس کی بات نہیں ؛

دیکھئے آپ فرماتے ہیں ان اللہ رفیق یحب
رفق فی الامر کلہ۔ خدا تعالیٰ رفق کرنیوالا
ہے۔ رفق کو ہر امر میں پسند کرتا ہے۔ پھر فرماتے
ں ان الرفق لا یکون فی شیئ الا زانہ
لا ینزع من شیئ الا شانہ۔ رفق جس
میں بھی ہوگا۔ اسکی زینت کا باعث ہوگا۔ اور
س چیز میں نہ ہوگا اسکو بُرا ہی بنائے گا۔ پھر
ا تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے خذ العفو۔ عفو
ا ہمیشہ کا وتیرہ بناؤ۔ پس جس انسان کے اخلاق
بنا ر ان امور پر ہو وہ کس طرح دنیا میں مخلوقات
لئے سختی یا درشتی یا ناروا زیادتی کو جائز
ر دے سکتا ہے یا خود کبھی ایسا کر سکتا ہے انبیاء
م السلام امین ہوتے ہیں جو کہتے ہیں وہ خود بھی
تے ہیں ؛

ایک مبارک وجود جو تیرہ سو سال سے زیادہ
ہوا کہ ہم سے جُدا ہو چکا ہے اسکے ہر سکون
اسکی ہر حرکت میں ہمارے لئے بہبودی اور
یش اور ہر قسم کی راحت ہے جس نے چند مٹھی
ور چند کھجوروں پر اپنے دن گزار دیئے ہوں
و دولت سے لوگوں کے گھروں کو اور بھیڑوں
ا ور اونٹوں سے انکی وادیوں کو بھر دیا ہو
س نے اپنی قوم کو تو صدقوں کے لینے سے
مگر جو سائل کو کبھی رد کرنا نہ جانتا ہو۔ جو
ود و سخا میں ابر نیساں کیطرح مخلوقات پر
ا ہو۔ جو مخلوقات کی بھلائی کے لئے شب
ی میں اتنا کھڑا رہتا ہو کہ پاؤں سوج
ہوں۔ جو راتوں کو اُٹھ کر انکے لئے دُعائیں
ہو۔ جو اپنی نیم شبی دُعاؤں میں اتنا سرگرم
و کہ اسے روکنے کی ضرورت پیش آتی ہو۔
ے انسان کو اسکے حقیقی آقا سے ملانے کے
لئے ہر مصیبت کو بخوشی برداشت کر کے اس راہ میں جان تک جانے کی پرواہ نہ کی ہو۔ وہی جو سر سے پاؤں تک لہو لُہان ہو کر پھر بھی انکی زندگی اور قیام کا بصد حرص خواہاں ہوا ہو۔ ہاں وہ نہایت ہی رحیم اور کریم ہستی جو انسان کو انسان پر فخر اور غرور اور تکبر کرنے سے روک کر اُن میں حقیقی اخوت اور مساوات قایم کرنے کا خواہاں رہی ہو۔ جس نے انسان کے وجود کو قیمتی اور نایاب سمجھ کر اسکو زمینی سے آسمانی بنانے میں اپنے سارے اوقات کو وقف کر دیا ہو۔ جس کے وجود سے ان کھیتیوں کی حفاظت کی گئی ہو جو نہایت ہی قیمتی ہیرے اور لعل دُنیا میں بکھیرتی رہتی ہیں اور جن پر دُنیا کی اکثر آبادی کا انحصار ہے۔ وہ انسان ہاں وہ فخر کائنات اوّلین و آخرین۔ وہی جو انسانی جامے میں مجسم رحم و کرم سے خمیر شدہ ہستی تھی۔ اس پر طرح طرح کے الزام لگائے جاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اجرنا فی مصیبتنا واخلفنا خیرًا منہ ؛

ہم بصد منت التجا کرتے ہیں کہ کسی قوم کے مقدس افراد کو ہرگز ہرگز بُرائی اور مذمت اور دشنام دہی سے یاد نہ کیا جائے۔ اس سے قلوب میں اشتعال پیدا ہو کر باہمی نفاق اور عداوت پیدا ہوتی ہے اور فضاء عالم میں ایسی ایسی ابتری اور خرابی کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ کہ کسی طاقتور بادشاہ کی ہر قسم کی کوشش سے بھی ممکن نہیں کہ وہ رُک سکے ؛

وہ محسن انسان جسکی فطرت عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم کہ اس پر گراں گزرتا ہے وہ سب کچھ جس سے تم تکلیف میں پڑو اور ہر بھلائی کے لئے تمہارے حق میں حریص ہے کیا اُسکی ذات اسی قابل ہے کہ بجائے رحمت اور درود بھیجنے کے اُس کو بُرے الفاظ سے یاد کیا جائے اور ان تمام بدیوں کو آپ کی طرف منسوب کیا جائے۔ جن کو آپ لاکھوں انسانوں سے ہٹانے والے تھے نہ کہ خود کرنے والے ؛

کیا ایسا شخص جو واللہ لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ (قسم ہے اللہ کی نہیں ایمان لاتا ہے تم میں سے کوئی بھی حتیٰ کہ جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے۔ وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے) پر عمل کرنے اور کرانے والا ہو۔ کیا کسی انسانی سوسائٹی میں کسی طرح بھی قابل نفرت ٹھیرایا جا سکتا ہے۔ اگر نہیں تو پھر کتنا افسوس ہے کہ ایسے شخص کو بلا وجہ کوسا اور بُرا بھلا کہا جائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نعت سے چند اشعار

فرمودہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

در دلم جوشد ثنائے سرورے — آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشق یارِ ازل — آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے
آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق است — ہمچو طفلے پروریدہ در برے
آنکہ در بر و کرم بحرِ عظیم — آنکہ در لطف اتم یکتا دُرے
آنکہ در جود و سخا ابرِ بہار — آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
آں رحیم و رحمِ حق را آیتے — آں کریم و جودِ حق را مظہرے
آں رخِ فرخ کہ یک دیدارِ او — زشت رو را میکند خوش منظرے
آں دلے روشن کہ روشن کردہ است — صد درونِ تیرہ را چوں اخترے
آں مبارک پے کہ آمد ذاتِ او — رحمتے زاں ذاتِ عالم پرورے
احمدِ آخر زماں کز نورِ او — شد دلِ مردم زخور تاباں ترے
از بنی آدم فزوں تر در جمال — وز لآلی پاک تر در گوہرے
بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ — در دلش پُر از معارف کوثرے
بہرِ حق داماں ز غیرش برفشاند — ثانیئے او نیست در بحر و برے
آں چراغش داد حق کش تا ابد — نے خطرے نے غم ز بادِ صرصرے
پہلوانِ حضرتِ ربِ جلیل — بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے
تیر او تیزی بہر میداں نمود — تیغ او ہر جا نمودہ جوہرے
کرد ثابت بر جہاں عجزِ بتاں — وا نمودہ زورِ آں یک قادرے
تا نماند بے خبر از زورِ حق — بُت ستا و بُت پرست و بُت گرے
عاشقِ صدق و سداد و راستی — دشمنِ کذب و فساد و ہر شرے
خواجہ و مر عاجزاں را بندۂ — بادشاہ و بیکساں را چاکرے
آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید — کس ندیدہ در جہاں از مادرے

پاکؐ محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

وکان خلقہ القرآن

ازجناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب۔ اکمل۔ قادیان

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ صلوٰۃ اللہ رب العالمین کی پاکیزہ زندگی کو قریب سے دیکھنے والی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپؓ نے ایک ہی فقرے میں حضور انورؐ کی زندگی کا نقشہ کھینچ دیا۔ کہ کان خلقہ القرآن۔ پس جو کچھ میں لکھوں گا۔ ان آیات قرآنی کی بناء پر ہوگا۔ جو ذہن میں مستحضر ہو سکیں گی۔

خدا تعالےٰ سے تعلق کا تو یہ مقام تھا۔ کہ ارشاد ہوا۔ ثم دنا فتدلّٰی۔ فکان قاب قوسین او ادنٰی۔ یعنی ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل۔ اور مخلوق سے یہ حال کہ فرمایا انک لعلٰی خلق عظیم۔ تو خلق کے اعلےٰ مدارج پر فائز ہے بشر ہر حال بشر ہے۔ انواع و اقسام کی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ آپؐ کی نسبت فرمایا۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک ویھدیک صراطا مستقیما وینصرک اللہ نصرا عزیزا۔ یعنی سب انسانی کمزوریوں بشری۔ فروگذاشتوں اور ان کے نتائج سے آپ کی حفاظت کی جاتی ہے۔ ہر بات میں صراط مستقیم دکھایا جاتا ہے۔ اور کامیابی۔ باعزت کامیابی دی جاتی ہے۔

یہاں تک کہ آخر آپؐ کو مقام ستائش میں اٹھایا گیا۔ عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ دنیا آپؐ کی تعریف سے بھر گئی۔ اور مذمت کرنے والوں کا کھوج اکھوڑا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا۔ کہ ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک ورفعنا لک ذکرک۔ آپؐ کے تمام بوجھ ہلکے کر دئے گئے۔ بلکہ ان سے سبکدوش کئے گئے۔ اور آپؐ کا نام آپؐ کا ذکر اقوام عالم میں بلند ہوا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ اس سے بہتر اور برتر مقام کسی انسان کا ہو سکتا ہے۔ جو آپؐ کو ذات خداوندی سے بخشا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ اول علامہ نور الدین رضی اللہ عنہ سے ایک بار میں نے عرض کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں کوئی ایک کلمہ ہو کہ اس سے بڑھ کر نہ ہو۔ مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔ میاں تم تو شاعر ہو۔ ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ عرض کیا۔ کوئی ارشاد خداوندی ارشاد ہوا۔ رب السموات والارض فرماتا ہے۔ وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ فضل ہر قسم کے مکارم کو حاوی ہے۔ پھر جسے خدا تعالےٰ عظیم فرمائے۔ اس کا قیاس انسانی دماغ کیا کر سکتا ہے۔ آپؐ کی پاکیزہ و مطہر زندگی کے متعلق حضرت مسیح موعود نے میرے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ اور اپنی ایک کتاب میں بھی لکھا ہے قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین۔

آپؐ کی عبادت۔ آپؐ کی قربانی۔ آپؐ کا جینا۔ آپؐ کا مرنا۔ سب اللہ رب العالمین کے لئے تھا۔ اس میں کسی چیز کو آپؐ نے شریک نہیں فرمایا۔ آپ سب سے بڑھ کر اپنے مولےٰ کے فرمانبردار تھے۔ بحکم بار بتعالےٰ ہے۔ اس کا اعلان کرو۔ کہ میں ایسا ہوں۔ تانکتہ چین عیب چین اپنا زور لگائیں۔ اور باوجود ان کی بیہودہ سرائیوں کے یہ ثابت ہو کہ دنیا میں ایک ہی بزرگ ہستی تھی۔ جس کی حیات و ممات اللہ کے لئے تھی۔ اور جو سب سے بڑھکر فرمانبردار بندہ تھا۔"

"زندگی پاکیزہ زندگی اپنی ذات میں کیسی ہی اچھی ہو۔ اگر دوسروں کے لئے نفع رساں نہیں۔ تو کچھ بھی نہیں جب آریوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک زندگی پر ناروا حملے کئے گئے۔ اور ایک رسالہ الہام نام سے شائع ہوا۔ تو اس کا خلاصہ حسب الحکم اس خاکسار نے تیار کر کے اپنے سید و مولےٰ حضرت مسیح موعودؑ کے حضور میں پیش کیا۔ جس پر چشمہ معرفت نام کتاب لکھی گئی۔ حضورؑ کا معمول تھا۔ کہ ظہر کے وقت جب مسجد مبارک میں تشریف لاتے۔ تو جو مضمون زیر تصنیف ہوتا۔ اکثر اس پر تقریر فرماتے۔ آپؑ نے فرمایا۔ آریوں نے نبی کریمؐ کی زندگی کے متعلق اعتراض کیا ہے۔ ہم نے اس کے متعلق لکھا ہے" یہ تو ہر تابع اپنے متبوع کی نسبت دعوےٰ کریگا۔ کہ وہ پاک تھا۔ اور یوں امر مشتبہ ہو جائیگا پس کیوں نہ دیکھا جائے کہ اس متبوع نے اپنے تابعین کی زندگی میں کیا تغیر پیدا کیا۔ تاریخی واقعات اس بات پر بہترین شاہد ہونگے۔ کہ پاکوں کا سردار کون تھا۔ کس کی قوت قدسیہ نے کروڑوں انسانوں کی زندگی سنوار دی۔ عرب کے رہنے والوں کے پہلے حالات پڑھو۔ خود ان کے شعروں میں ان کا اپنا اقرار دیکھو۔ اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح یکسر کایا پلٹ دی۔ ان کو وحشی سے انسان با خدا انسان بنا دیا۔ وہ نقشہ دیکھو۔ تو خود ہی ثابت ہو جائیگا کہ حضورؐ کی زندگی کیسی پُرتاثیر (یہی لفظ فرمایا) تھی۔ دوسروں کو وہی نورانی کر سکتا ہے۔ جو خود نور کا چشمہ ہو۔

پس اس پہلو سے بھی آپؐ کی ذات بابرکات بے مثل و بے نظیر ثابت ہوتی ہے۔ دوسروں کی زندگی بہتر بنانے کی فکر آپؐ کو کس حد تک تھی۔ اللہ تعالےٰ کی گواہی ہے۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ یہ ہمدردی بنی نوع انسان کا انتہائی مقام ہے۔ جو آپؐ کو دیا گیا۔ لوگ پتھر مارتے ہیں۔ آپؐ کا جسم مبارک لہولہان ہوتا ہے۔ مگر زبان پر یہی الفاظ ہیں۔ رب اغفر لقومی انھم لا یعلمون۔ ایسی ایسی باتوں پر جب غور کیا جائے۔ تو بے اختیار زبان پر یہ آیت جاری ہوتی ہے۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ حضورؐ کا وجود باجود تمام دنیا کے لئے سراپا رحمت تھا۔ چنانچہ آپؐ کی شان میں آیا ہے۔ النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰتہ والانجیل۔ یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم (پ ۹) یعنی آپؐ نیک باتوں کا حکم دیتے۔ اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں۔ پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے۔ اور ناپاک کو حرام فرماتے ہیں۔ اور ان کی ان رسم و رواج۔ الف و عادت کے بوجھوں اور بندھنوں سے گلو خلاصی کراتے ہیں جن میں وہ آج تک گرفتار تھے۔ یہ مقام تفصیل نہیں چاہتا۔ کہ آپؐ کا وجود مسعود کس کس طرح پر رحمۃ للعالمین ثابت ہوا۔ اپنے ماننے والوں کے لئے آپؐ کیا تھے۔ عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم۔ تمہاری چھوٹی سی چھوٹی تکلیف بھی رسولؐ کو گراں گذرتی ہے۔ وہ تمہاری بہبودی کا بھوکا ہے ایمان لانے والوں پر شفقت کرنے والا مہربان۔ اپنے منکروں کے لئے آپؐ کیسے تھے۔ یہ اوپر بیان ہو چکا۔ اپنے ہمسروں میں آپؐ کا کیا مقام تھا۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ یعنی آپؐ صرف اللہ کے برگزیدہ رسول ہی نہ تھے۔ بلکہ نبوت کے کمالات آپؐ پر ختم ہو چکے۔ ؎

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ نوع انسان باقی ہو۔ اور نبوت و رسالت کا سلسلہ بند ہو جائے۔ کیونکہ وجعلنا من الماء کل شیء حی جب جسمانی زندگی پانی کے بغیر ناممکن ہے۔ تو روحانی زندگی وحی و الہام کے مصفی پانی کے بغیر کیونکر قائم رہ سکتی ہے البتہ یوں ہوا۔ کہ آپؐ کے آنے سے نبوت کا معیار بلند ہو گیا اب وہی نبی ہو سکتا ہے۔ جو آپؐ کے تمام کمالات اپنے آئینہ قلب میں منعکس کرے۔ اور تو من شدی من تو شدم کا مصداق

اور اپنی کینونت پر خاتم النبیین کی مہر تصدیق رکھتا ہو۔ کیونکہ حضورؐ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور آپؐ کا افاضہ کمال تاقیامت جاری۔ یہ مقام اور کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔ اور کیونکر دیا جاتا۔ جبکہ جلوہ آفتاب حقیقت بحیثیت ظرف و بہ کیفیت صفائے آئینہ قلب ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اپنا علاقہ چھوڑ رہے ہیں۔ تو فرماتے ہیں۔ انی مھاجر الی ربی سیھدین۔ حضرت موسیٰ اپنی قوم کو ساتھ لے کر نکلے۔ آگے دریا پیچھے فرعون اور اس کا لاؤ لشکر۔ تو فرمایا کلا ان معی ربی سیھدین میرے ساتھ میرا رب ہے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب آپؐ کی قوم نے نکالا اور آپؐ غار ثور میں پناہ گزیں ہوئے۔ تو عین اس وقت جبکہ کفار اشرار غار کے دہانہ پر پھر رہے تھے۔ اپنے صاحب سے فرماتے ہیں لاتحزن ان اللہ معنا۔ اس معی کی بجائے معنا کو دیکھئے۔ اور لاتحزن کو پڑھئے۔ تا معلوم ہو۔ آپؐ عالمین کے لئے سچے رہنما اور اپنے ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی ہر قسم کے حزن وخوف سے نجات دینے والے تھے۔ آپؐ کی زندگی ایسی پیاری زندگی تھی۔ کہ جو آواز پہلے دن آپؐ نے اٹھائی۔ اس کے مطابق لوگوں کو دیکھ لیا۔ اور پھر آپؐ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپؐ کا کام یہ بتایا گیا ہے یتلوا علیھم اٰیاتہ۔ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔ سو آپؐ نے احکام الٰہی کو پہونچایا۔ اور خوب پہونچایا۔ آیات الٰہی کو پڑھ کر سنایا۔ اور خوب سنایا۔ حتےٰ کہ ہزاروں کے مجمع میں علی الاعلان تین بار کہا۔ اور زبانوں نے گواہی دی۔ جی حضور پہلے آپؐ تن تنہا تھے۔ جب آپؐ نے انی رسول اللہ الیکم جمیعا کی آواز اٹھائی۔ اور ظلمات سے نور کی طرف لانا اپنا مقصد بتایا۔ اور آخر اپنی آنکھوں سے حضور نے یہ نظارہ دیکھا۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ اللہ کی نصرت اور فتح آگئی۔ اور ان آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں فوجوں کی فوجیں لوگ داخل ہوئے ہیں۔ مگر یہ لوگ پہلے کس حال میں تھے۔ اور پھر کیسے بن گئے۔ فرماتا ہے

اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علےٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ خدا کے فضل سے دلوں میں ایسا اتحاد پیدا ہوا کہ بھائی بھائی بن گئے۔ مختصر یہ کہ آگ کے گڑھے پر تھے اور اس سے نکال لئے گئے۔ اس کے بعد

نبی کریمؐ کی تعلیم اور نبی کریمؐ کی قوت قدسی سے کیا بن گئے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ منکروں کے مقابل میں مضبوط ان کا کوئی اثر اپنے اندر نہیں لیتے۔ وہ بلحاظ اپنے اخلاق و اعمال کے کوئی اور ہی مخلوق معلوم ہوتے ہیں۔ البتہ آپس میں ایک دوسرے کے صفات حسنہ سے اثر پذیر ہیں۔ تو انہیں ہر وقت خدا کے حضور جھکے ہوئے اسی کے آستانہ الوہیت پر پڑے ہوئے اور اس کے فضل و رضامندی کے جویاں پائیگا۔ فرمانبرداری کے آثار ان کے بشروں سے ہویدا ہیں۔ پھر ان کی یہ خوبیاں انہی تک محدود نہیں۔ بلکہ وہ ایسے لوگ بن گئے۔ کہ سب قوموں سے بہتر و برتر۔ جو بطور نمونہ دوسری اقوام کے مقابل میں پیش ہو سکتے تھے بلکہ ان کے ہادی و رہنما۔ ان کو نیکیوں کی تحریک کرنے والے برائیوں سے روکنے والے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ والسٰبقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ یعنی نہ صرف وہ جنہوں نے فیض صحبت نبوی اٹھایا۔ مقتدائے عالم بنے بلکہ جنہوں نے اتباع کیا۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے سرٹیفکیٹ سے سرفراز ہوئے۔ اور دین و دنیا میں ان کی حالت ایسی اچھی بن گئی۔ کہ انہیں تکلیف نہ رہی۔ بلکہ ان کے قلوب حماقی بکھر گئے۔ اور وہ ایسے باغوں کے رہنے والے بن گئے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں۔ یعنی امن و آسائش کے تمام سامان مستقل و مسلسل طور پر پانے والے۔ یہ سب کچھ اتفاقیہ طور سے نہیں ہو گیا۔ بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر پہلے ہی سے

مسلمانوں کی حالتِ زار کا نقشہ

بیان کردہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی

وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزم مقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی

وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی
وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی

وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی
خلق خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی

دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی

حمق آگیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی
کسل آگیا ہے دل میں جلاوت نہیں رہی

وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی

دنیا و دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
اب تمکو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی

وہ انس و شوق و وجد وہ طاعت نہیں رہی
ظلمت کی کچھ بھی حد و نہایت نہیں رہی

ہر وقت جھوٹ۔ سچ کی تو عادت نہیں رہی
نورِ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

سو سو ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی
نیکی کے کام کرنے کی رغبت نہیں رہی

خوانِ تہی پڑا ہے۔ وہ نعمت نہیں رہی
دیں بھی ہے ایک قشر حقیقت نہیں رہی

مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی
دل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی

سب پر یہ اک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
اک پھوٹ پڑ رہی ہے مودت نہیں رہی

تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
صورت بگڑ گئی ہے۔ وہ صورت نہیں رہی

بشارت سنادی گئی تھی کہ ایسا ہوگا۔ مخالفت کرنے والوں کا زور ٹوٹ جائے گا۔ بلکہ وہ شکست کھا کر بھاگیں گے سیھزم الجمع ویولون الدبر اور فرمایا ولسوف یعطیک ربک فترضی۔ ہم تمہیں وہ کچھ دینگے۔ کہ تو راضی ہو جائیگا اور وللاخرۃ خیر لک من الاولی تیری ہر پچھلے آنے والی حالت پہلی سے اچھی ہوگی۔ گویا دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہوگی چنانچہ اس پر آپ کی زندگی اور بعد کے واقعات شاہد ہیں۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے جن القابات سے یاد فرمایا ہے ان میں آپ کی زندگی اور مقصد بعثت کا خلاصہ دیدیا ہے انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا وبشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا۔ سبحان اللہ آپ کا وجود باجود ایک روشن آفتاب ہے۔ جس سے مذہبی دنیا کا نشیب وفراز آشکارا ہو رہا ہے۔ آپ پر ماننے والوں کے لئے اللہ تعالےٰ کا فضل کبیر ہیں۔ آپ کی جلالت شان کے بارے میں ایک بار میں نے حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ کوئی ایسی آیت بتائیے۔ جس سے صریحاً یہ ظاہر ہو۔ کہ آپ کے احکام کی تعمیل میں ہماری نجات ہے۔ ان دنوں چکڑالوی صاحب کے مضمون شائع ہو رہے تھے۔ کہ کلام الٰہی میں الرسول۔ رسول اللہ سے مراد قرآن مجید ہے نہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ نے فرمایا۔ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم نص صریح ہے اطاعت نبوی پر۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کی شان کس قدر بلند ہے۔ اور آپ کا حکم کس قدر لابد۔ مبارک وہ جو آپ پر ایمان لائے۔ اور آپ کی اطاعت میں خدا کی اطاعت سمجھتے ہیں۔ وصلے اللہ علیہ وآلہ وخلفائہ وبارک وسلم

مصطفےٰ پر سلام

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مصطفےٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

پاکوں کے سردار کی پاکیزہ زندگی

(مولوی محمد نذیر صاحب مولوی فاضل لائل پور کے قلم سے)

آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے جبکہ دنیا میں ہر طرف ظلمت وتاریکی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ اور خدا پرستی کی جگہ اصنام پرستی۔ انسان پرستی۔ ہوا۔ آگ۔ پانی اور اجرام سماوی کی پرستش نے لے رکھی تھی۔ اور ہر طرف فسق وفجور کا بازار گرم تھا عرب کی بنجر اور ویران سرزمین میں بادیہ نشینوں کے درمیان سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفےٰ (فداہ امی وابی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا۔ اس زمانہ میں کوئی بدی اور بدکاری نہ تھی جس کا اہل عرب میں وجود نہ پایا جاتا ہو۔ عرب میں کوئی منظم حکومت نہ تھی۔ یہ لوگ وحشیوں اور درندوں کی طرح معمولی معمولی باتوں پر لڑتے رہتے تھے۔ یہ لڑائیاں صدیوں تک جاری رہتی تھیں۔ اور ان میں قبیلے کے قبیلے تلوار کے گھاٹ اتر جاتے تھے۔ بت پرستی۔ شراب خوری۔ جوئے بازی۔ اور زنا ان کا دن رات کا مشغلہ تھا۔ ان کی فطرت یہانتک مردہ ہو چکی تھی کہ وہ ان تمام ننگِ انسانیت افعال پر علانیہ اپنی نظموں میں فخر کیا کرتے تھے۔ ان حالات میں اہل عرب میں کسی قابل جوہر کا ظہور نا ممکن تھا مگر اللہ تعالےٰ نے رجوع برحمت کیا۔ کہ پاکوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ ایسی پاکیزہ فطرت لیکر آئے۔ کہ باوجود پیدائشی یتیم ہونے کے اور گرد وپیش کے مخرب اخلاق حالات کی موجودگی کے آپ نے ایسی پاکیزہ زندگی کا ثبوت دیا۔ کہ دوست دشمن آپ کا مداح تھا۔ آپ نے اپنی پاکیزہ اور بااخلاق زندگی کا ایسا عجیب اور بے نظیر نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس نے اہل عرب کی کایا پلٹ دی۔ اور ان وحشیوں کو انسان اور پھر انسان سے باخدا انسان بنا دیا۔ جس زمانہ میں توحید کی دھندلی سی روشنی بھی کسی انسان تک نہیں پہونچ سکتی تھی۔ اس زمانہ میں آپ نے لوگوں کو توحید کا سبق سکھایا۔۔

گو حضور علیہ السلام نے جب اپنے خیالات کی اشاعت شروع کی تو آپ کی شدید مخالفت کی گئی۔ آپ کا بائیکاٹ کیا گیا۔ آپ کو طرح طرح کی ایذائیں دی گئیں۔ آپ کے قتل کے منصوبے کئے گئے آپ کو اپنا وطن تک چھوڑنا پڑا۔ مگر باوجود اس شدید مخالفت کے آپ کے پائے ثبات اور استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی۔ اور آپ کے شدید سے شدید معاندین کو بھی آپ کی پاکیزہ زندگی کی گواہی دینی پڑی۔ ذیل میں اس پاکوں کے سردار کی پاکیزہ زندگی پر چند شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ تاکہ جو لوگ حضور علیہ السلام کے متعلق غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ انہیں معلوم ہو کہ آپ کیسے پاکیزہ فطرت انسان تھے۔ اور آپ کی پاکیزہ اور بے لوث زندگی پر حملے کرنا حق وصداقت کا خون کرنا ہے۔

گھر والوں کی شہادتیں

ابو طالب کی شہادت ابو طالب حضور علیہ السلام کے مربی اور چچا تھے۔ آپ حضور علیہ السلام کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ [illegible] کذبۃ ولا ضحکا ولا جاھلیۃ ولا وقفنا [illegible] الصبیان۔ کہ نہیں دیکھا میں نے آپ کو جھوٹ بولتے ہوئے۔ نہ ہنسی مذاق کرتے ہوئے۔ نہ جاہلیت کے کام کرتے ہوئے۔ نہ بازاری لڑکوں کے ساتھ میل جول رکھتے ہوئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شہادت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کی پہلی بیوی حضور علیہ السلام کو مخاطب کرکے گواہی دیتی ہیں:-

کلا واللہ ما یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق

ہرگز نہیں اللہ کی قسم اللہ آپ کو ناکام رکھکر رسوا نہیں کریگا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جو چیزیں معدوم ہوں انہیں کماتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور حادثات میں حق کی مدد کرتے ہیں۔

شدید معاندین کی شہادتیں

ابو سفیان کی شہادت ابو سفیان جو حضور علیہ السلام کا سخت معاند تھا حضور سے کئی لڑائیاں لڑ چکا تھا۔ ہرقل شہنشاہ [illegible] کے سامنے پیش ہوا۔ ہرقل نے اس سے حضور علیہ السلام کے متعلق [illegible] کیا۔ کیا تم نے نبی (علیہ السلام) کے دعوے سے پہلے کبھی اس کا کوئی جھوٹ دیکھا یا اسے جھوٹ کی تہمت لگائی گئی؟ ابو سفیان نے جواب دیا [illegible] پھر پوچھا گیا اس نے کبھی عہد بھی توڑا ہے؟ ابو سفیان نے جواب دیا [illegible]

ابو جہل کی شہادت ابو جہل آپ کا چچا جو آپ کے خون کا پیاسا تھا۔ ایک دفعہ زمانہ نبوت میں حضور علیہ السلام کو مخاطب کرکے کہتا ہے:-

"انا لا نکذبک ولکن نکذب بما جئت بہ"

یعنی ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے۔ بلکہ اس بات کو جھوٹا کہتے ہیں جو تو لایا ہے۔

امیہ بن خلف کی شہادت یہ بھی آپ کا جانی دشمن تھا۔ سعد بن معاذ نے اسے خبر سنائی۔ کہ آنحضرت صلعم نے تیرے قتل کی پیشگوئی کی ہے۔ یہ سن کر اس نے گھر جاکر بیوی سے ذکر کیا۔ اور کہا:-

واللہ ما یکذب محمد اذا حدث

کہ اللہ کی قسم محمد جب کوئی بات کہتا ہے۔ تو جھوٹ نہیں بولتا۔

نظر بن حارث کی شہادت یہ شخص اشد معاندین میں سے تھا۔ لیکن جب اس نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ محمد جھوٹا ہے۔ (نعوذ باللہ) بے اختیار بولا:۔

تحقیق محمد (صلعم) تم ہی میں ایک چھوٹا سا بچہ ہوتا تھا اور تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ اخلاق والا تھا۔ وہ سب سے زیادہ راست گفتار تھا۔ اور سب سے زیادہ امین تھا۔ اور اس کے متعلق تمہاری یہی رائے رہی۔ حتٰی کہ جب تم نے اس کی زلفوں میں سفیدی دیکھی۔ یعنی وہ بوڑھا ہوگیا۔ اور وہ لایا تمہارے پاس جو کچھ بھی لایا تو تم یہ کہنے لگے۔ کہ وہ ساحر ہے۔ نہیں خدا کی قسم کہ وہ جھوٹا تو ہرگز نہیں

...عرب ...شہادت حضور علیہ السّلام کو خدا کا حکم ملا۔ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔ کہ اپنے قریبیوں کو ڈراؤ۔ تو حضور علیہ السلام کوہ صفا پر تشریف لے جا کر قریش کے تمام قبیلوں کو نام بنام پکارا سب جمع ہوگئے۔ تو حضور نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں۔ کہ اس کی پچھلی وادی میں ایک جرار لشکر ہے۔ جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو میری بات مان لوگے؟ اس پر سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا۔ ہاں مانیں گے۔ ہم نے تجھ کو ہمیشہ صادق پایا ہے۔

یہ چند شہادتیں حضور علیہ السّلام کے خطرناک اور جانی دشمنوں کی... دشمن کی نظر ہمیشہ عیوب پر ہوا کرتی ہے۔ اسے تو مخالف کی باتیں بھی عیب دکھائی دیا کرتی ہیں۔ پس دشمن کے منہ سے مخالف کے متعلق اچھی بات نکل جانا ایک ایسی زبردست شہادت ہے۔ جو اس کی سیرت پر روشنی ڈالنے کے لئے بہترین شہادت صادق ترین شہادت ہوتی ہے۔ حضور علیہ السّلام کے متعلق آپ کے اعداء کی جتنی شہادتیں پیش کی گئی ہیں۔ وہ حضور کی بے لوث پاکیزہ زندگی پر نہایت وضاحت سے روشنی ڈال رہی ہیں۔

...ل و اخلاق حسنہ سے پاکیزہ زندگی پر شہادات

...پرستی حضور علیہ السّلام کی خدا پرستی کا یہ عالم تھا۔ کہ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے۔ سواری پر سوار ہوتے وقت۔ سفر پر جاتے ...بستی میں داخل ہونے کے وقت۔ سفر سے واپسی کے وقت ...شام۔ دوپہر۔ سہ پہر۔ عشاء کے وقت۔ رنج و راحت وعسر ویسر ...وقت۔ ہمیشہ التزام سے خدا کو یاد کرتے۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر عبادت ...تنی دیر کھڑے رہتے کہ حضور کے پاؤں متورم ہو جاتے حضور علیہ ...خدا کو اتنا یاد کرتے۔ کہ آپ کے متعلق یورپ میں یہ مشہور ضرب المثل ہو گیا ...عشق محمدٌ علٰی ربّہٖ۔ کہ محمد (صلعم) تو اپنے رب کا عاشق ہے ...کی تمام دعائیں جو آپ ہر موقعہ پر مانگا کرتے تھے۔ لفظاً لفظاً ...کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ جن کو پڑھ کر معلوم ہو سکتا ہے۔ آپ کا

دل نہایت پاکیزہ جذبات سے بھرپور تھا۔ اور آپ کے قلب میں ہمیشہ محبت و عظمت الٰہی موجزن رہتی تھی۔ آپ کے متعصب سے متعصب سوانح نگار بھی اس امر کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ خدا پرستی میں حضور علیہ السّلام اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر اسپرنگر جیسا متعصب عیسائی لکھتا ہے:۔

"جس کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا تھا۔ اور جس کو نکلتے ہوئے آفتاب اور برستے ہوئے پانی۔ اور اگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا یہ قدرت نظر آتا تھا"

ایڈیٹر خالصہ سماچار اپنے گوردوپب ۱۹۱۵ء کے لیڈنگ آرٹیکل میں لکھتا ہے:۔

"ہم محمد صاحب کی سوانحعمری پر غور کرتے ہیں۔ تو ان کی سوانح میں اگر کوئی سب سے زیادہ خوبی والی بات نظر آتی ہے۔ تو وہ اللہ پر ایمان ہے۔ یہ خوبی ہے جس کا کمال ہم ان کی ذات میں دیکھتے ہیں"

زُہد یا ترک دنیا ترک دنیا کا مفہوم حضور علیہ السّلام کے نزدیک یہ نہ تھا کہ انسان گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں چلا جائے۔ آپ کے نزدیک ایسا کرنا۔ بزدلی اور قانون قدرت کی مخالفت تھی آپ کے نزدیک قابل تعریف زہد اور ترک دنیا یہ تھا کہ معاشی حالات میں رہتے ہوئے اور گھر کا کاروبار کرتے ہوئے پھر دنیا کی محبت انسان کے دل پر سرد ہو۔

(۱) حضور علیہ السّلام پر دنیا کی محبت ایسی سرد تھی۔ کہ آپ دنیا میں رہتے ہوئے اس دنیا کے انسان نظر نہ آتے تھے۔ جب حضور علیہ السّلام نے اپنے مشن کی تبلیغ شروع کی۔ تو اس وجہ سے لوگ آپ کے سخت دشمن اور خون کے پیاسے ہوگئے۔ آپ اور آپ کے تھوڑے سے ماننے والوں کو ہر طرف سے جور و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ آپ پر عرصۂ زندگی اس طرح تنگ کیا گیا تھا کہ آپ کعبہ میں جا کر عبادت الٰہی کرنے سے بھی محروم کر دئے گئے تھے۔ کفار مکہ نے حضور کی تنگدستی۔ ناداری اور بے سروسامانی کا عالم دیکھ کر خیال کیا کہ شائد محمد (صلعم) دنیا حاصل کرنے کے خیال سے اپنے خیالات کی اشاعت سے باز نہیں آتا۔ اس پر انہوں نے آپ کو لالچ دینا چاہا! مگر قربان جاؤں پاکوں کے سردار حضرت محمد مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کہ آپ کے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی۔ اور صاف جواب دیا:۔

"مجھے نہ مال و دولت کی خواہش ہے۔ نہ حکومت کی۔ مجھے خدا نے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ میں تم کو خدا کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ اگر تم اس کو قبول کرو۔ تو تم دنیا و آخرت میں خوشحال رہوگے۔ اگر تم اسے قبول نہیں کرتے تو خدا مجھ میں اور تم میں فیصلہ کریگا"

یہ ایک ہی واقعہ فطرت سلیمہ رکھنے والے انسان کے لئے حضور علیہ السلام کی پاکیزہ بے لوث اور زاہدانہ زندگی پر کافی سے زیادہ گواہ ہے

(۲) پہلا واقعہ تو تنگدستی اور بے سروسامانی کے وقت کا تھا۔ اب ایک واقعہ اس وقت کا لکھا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ نے اس پاکوں کے سردار کو دولت حشمت اور حکومت بھی عطا کی۔ یہ مقدس انسان جسے اس کی قوم نے پامال کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ اب خدا کی تائید و نصرت سے ایک صاحب اقتدار بادشاہ ہے۔ مگر اس کی زندگی کیسی سادہ ہے۔ تمام دنیا کی تاریخوں کو چھان مارو۔ کسی بادشاہ اور صاحب اقتدار شخص کی زندگی میں آپ کو یہ بات نظر نہ آئے گی۔ یہ دونوں جہان کا بادشاہ کھجور کی چٹائی پر لیٹا پڑا ہے۔ بدن پر چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں۔ آپ کے مخلص دوست حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور کو اس حال میں دیکھتے ہیں۔ تو انہیں صدمہ ہوتا ہے۔ آبدیدہ ہو کر عرض کرتے ہیں۔ اے دو جہان کے بادشاہ قیصر و کسریٰ تو اپنے محلات میں نرم گدیلوں پر آرام کرتے ہیں۔ اور آپ دو جہان کے بادشاہ ہو کر اس قدر تکلیف اور عسرت سے زندگی بسر کرتے ہیں! قربان جاؤں پاکوں کے سردار صلعم پر آپ جواب میں فرماتے ہیں:۔

"میں تو دنیا میں ایک مسافر کی طرح ہوں۔ جو سفر پر جا رہا ہو۔ اور رستہ میں تھوڑی دیر کے لئے کسی درخت کے سایہ میں آرام کر کے پھر اپنے سفر پر چل دے"!

فروتنی و انکساری ایک شخص آنحضرت صلعم کے پاس آیا۔ دونوں جہان کے سردار کو دیکھ کر اس پر ایسی ہیبت طاری ہوئی۔ کہ مارے ڈر کے کانپنے لگ گیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

"ڈرو نہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو قریش کی ایک عورت کا لڑکا ہوں۔ جو سوکھا گوشت کھا لیا کرتی تھی"

ایفائے عہد ابو حمسا سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ نبی صلعم کے ساتھ آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے میں نے ایک معاملہ کیا تھا۔ ادائیگی میں کچھ بقیہ باقی رہ گیا تھا میں نے آپ سے وعدہ کیا۔ کہ میں آپ کو اسی جگہ پہنچا دیتا ہوں۔ لیکن گھر آکر میں اس بات کو بھول گیا۔ اور تین دن کے بعد مجھے یاد آیا۔ اس جگہ آیا۔ تو حضور علیہ السّلام ابھی تک اسی جگہ ہی تشریف فرما تھے۔ باوجود اس قدر تکلیف کے آپ نے صرف اتنا فرمایا۔

"اے جوان تم نے مجھے تکلیف دی۔ میں یہاں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں"

رحم و عفو و ہمدردی بنی نوع انسان (۱) حضور علیہ السلام مکہ سے طائف پیادہ تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں کے لوگ مکہ والوں سے بھی زیادہ سختی سے پیش آئے۔ آپ پر ٹھٹھا اڑایا گیا۔ گالیاں دی گئیں۔ چھیڑیں لگائی گئیں۔ اور وعظ کے دوران میں آپ پر اس قدر اینٹیں برسائیں

کہ آپ لہو میں تر بتر ہو گئے۔ اور پاؤں میں لہو جم جانے کی وجہ سے وضو کے لئے جوتا اتارنا بھی مشکل ہو گیا۔ ایک دفعہ آپ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ زید نے آپ کو پیٹھ پر اٹھایا۔ باہر لا کر آپ کے منہ پر پانی چھڑکا۔ تو آپ ہوش میں آئے۔ ان تمام تکلیفوں کے باوجود آپ نے فرمایا۔ کہ میں ان لوگوں کے لئے بددعا نہیں کرتا۔ اگر یہ ایمان نہیں لاتے۔ تو امید ہے۔ کہ ان کی آئندہ نسل ایمان لائے گی۔

(۲) جنگ احد میں حضور کا سامنے کا دانت مبارک ٹوٹ گیا۔ منہ زخمی ہو گیا۔ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ صحابہؓ پر یہ بات شاق گذری۔ کہنے لگے۔ کاش آپ ان کے لئے بددعا کرتے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ اللہ کی طرف بلانے والا۔ اور رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور پھر دعا فرمائی اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے۔ کیونکہ وہ (میرا مرتبہ) نہیں پہچانتی۔

(۳) جب حضور علیہ السلام مکہ میں فاتحانہ شان کے ساتھ داخل ہوئے۔ اور تکلیفوں کا زمانہ ختم ہو گیا۔ تو جن لوگوں نے آپ کو اور آپ کے متبعین کو ایذائیں پہونچائی ہوئی تھیں۔ اس اقتدار کو دیکھ کر اب یقین رکھتے تھے۔ کہ آنحضرت صلعم انہیں قتل کر کے ان کی بیخکنی کر دینگے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا۔ کہ انہیں معاف کر دیا۔ اور فرمایا۔

"لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔ اذھبوا فانتم الطلقاء"

کہ آج تم پر کوئی مواخذہ اور ملامت نہیں۔ خدا تمہیں معاف کرے۔ اور وہ تمام رحم کرنے والوں سے بڑھکر رحم کرنیوالا ہے۔ جاؤ۔ اب تم آزاد ہو۔

یہ چند واقعات بطور نمونہ حضور علیہ السلام کے عفو و رحم کے متعلق پیش کئے ہیں۔

کیا اسلام کی اشاعت تلوار سے ہوئی

اسلام پر یہ اعتراض کرنیوالے۔ کہ اس کی اشاعت تلوار سے ہوئی ہے۔ غور کر کے اس اوپر کے واقعہ کو دیکھیں۔ رسول کریم صلعم کے لئے اس سے بڑھکر آسانی سے تلوار چلانے اور جبراً مسلمان بنانے کا اور کونسا موقعہ ہو سکتا تھا مگر آپؐ نے نہ صرف تلوار نہیں اٹھائی بلکہ انہیں معاف کر دیا۔ اور اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

رسول کریم صلعم کی پاکیزہ زندگی اور اخلاق حسنہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ سمندر میں سے ایک قطرہ بھی نہیں۔ کئی اخلاقی پہلو ابھی تک ایسے باقی ہیں جنہیں کسی گنجائش کیوجہ سے چھوا تک بھی نہیں گیا۔ تاہم بصیرت رکھنے والے انسان کے لئے اوپر کے واقعات اس بات کو معلوم کرنے میں کافی مدد دے سکتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم بے نظیر پاکیزہ زندگی رکھنے والے انسان تھے۔

سیدِ کونین کی نعت

(از جناب محمد احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل کپورتھلہ)

ہے نام یا محمد خیر الانام تیرا
محبوبِ کبریا ہو جو ہو غلام تیرا

شمس الضحیٰ تو ہی ہے بدر الدجیٰ تو ہی ہے
جاری ہے رات اور دن اِک فیضِ عام تیرا

تو فخرِ اوّلیں ہے سرتاجِ آخریں ہے
باقی ہے تا قیامت وعظ و پیام تیرا

ہر آن وحیِ حق سے کی تو نے لب کشائی
مُردے ہوں جس سے زندہ وُہ ہے کلام تیرا

اَوجِ کمال تیرا وہم و گماں سے برتر
ہر لحظہ راہِ حق میں ہے تیز گام تیرا

سب نعمتیں ہیں مضمر اک تیری پَیروی میں
اللہ کس قدر ہے عالی مقام تیرا

پھر منعقد ہوا ہے دربارِ عام تیرا
جاری ہُوا ہے پھر سے دُنیا میں کام تیرا

آخر زماں کا نقشہ اخبار میں تھا جو کچھ
ہو کر رہا ہے پُورا سارا کلام تیرا

شان و شکوہ تیری پھر ہو گئی دوبالا
امدادِ دینِ حق کو پہونچا غلام تیرا

وہ مرسل و مسیحا وُہ مہدی اور عیسےٰ
آثار میں ہے آیا جس پر سلام تیرا

حلقہ بگوش اس کے یعنی غلام تیرے
پھیلا رہے ہیں ہر سُو عالم میں نام تیرا

اِک جوشِ سرمدی ہے باکیف بیخودی ہے
پھر محفلِ جہاں میں ہے دورِ جام تیرا

تو سرورِ جہاں ہے اور دلبرِ زماں ہے
ہر اک پہ ضَوفشاں ہے حسنِ تمام تیرا

تو اپنی جانِ جاں ہے تجھ سا کوئی کہاں ہے
تو بحرِ بیکراں ہے میں تشنہ کام تیرا

مظہر کی یہ دُعا ہے ہر لحظہ التجا ہے
ہو دردِ عشق یارب دل میں مدام تیرا

بانیٔ اسلام کے چند بے نظیر کارنامے

(مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری مولوی فاضل قادیان کے قلم سے)

قریباً ڈیڑھ ہزار سال پیشتر جب دنیا تاریک تھی اور ظلمت و تاریکی کا دور دورہ تھا۔ تمام عالم پر شب دیجور چھا رہی تھی۔ مخلوق خدا آستانۂ الوہیت کو چھوڑ کر مردم پرستی و بت پرستی میں مشغول تھی۔ صحرائے عرب میں فاران کی وادیوں سے نورِ خدا جلوہ گر ہوا جس نے شرک کی تاریکی کو مٹا دیا۔ بانیٔ اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے جس ماحول میں نشوونما پایا۔ اس کے تاثرات سے محفوظ رہتے ہوئے توحید الٰہی کا ادعا بذات خود ایک معجزہ ہے۔ مگر اس دعوت حقہ کے بعد آپ کو جن حالات و واقعات میں سے گذرنا پڑا وہ آپ کی صداقت پر برہان قاطع ہیں۔ تمام ملک تمام دنیا کے خلاف۔ اپنی قوم و خاندان کے مخالف آپ نے لا الٰہ الا اللہ کی ندا بلند کی۔ چاروں طرف سے دشمنی و عناد کی خطرناک رو چلنے لگی۔ قوم کے دانشمندوں نے وعظ و نصیحت۔ ترغیب و ترہیب۔ رعب و دبدبہ وغیرہ کے ذریعہ اس الٰہی حکم کی تعمیل سے باز رکھنے کی جدوجہد کی۔ لیکن اس بیکس و ناتوان مگر مجسمۂ عزم و ہمت کے سامنے ان کی ایک پیش نہ گئی۔ انہوں نے سیف و سنان کے ذریعہ اس پودے کو کچلنا چاہا۔ اور اس نخل کو کچلنے کی کوشش کی۔ مگر وہ آواز دبائی نہ جا سکی۔ بلکہ اکناف عالم میں اسے قبولیت حاصل ہوئی۔ اور لوگ جوق در جوق اس پر دیوانہ وار لبیک کہتے ہوئے جمع ہو گئے۔ شرک اپنی تمام تاریکیوں سمیت کافور ہو گیا اور توحید قائم ہو گئی۔ اسی زبردست تاثیر کا نتیجہ ہے کہ تین خدا یا بے شمار دیوتاؤں کے پجاری بھی موحد کہلانے پر مجبور ہو گئے۔ اور آج روئے زمین پر شرک کرنے والے بھی مشرک کہلانا پسند نہیں کرتے معبودان باطلہ کی بے بسی اور کمزوری کو محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا پر واضح کر دیا۔ اور خدا کی ذات۔ صفات۔ افعال اور قدرتوں میں اس کی وحدانیت کو ثابت کیا۔

کرد ثابت بر جہاں عجز بتاں ✿ وانمودہ زور آں یک قادرے
تا نماند مخبر از زور حق ✿ بت ستا و بت پرست و بت گرے

آریہ اور عیسائی اسلام کی نقل میں توحید کے دعویدار بنتے ہیں اور وید اور انجیل سے اسے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اسلام کی زبردست فتح ہے۔ کیونکہ یہ کتابیں تو اسلام سے صدیوں پیشتر موجود تھیں مگر وہ توحید کی بجائے شرک کے پھیلانے میں آلہ کار بنائی گئیں۔ آگ، پانی، اور سورج کو قابل عبادت سمجھا گیا۔ روح القدس اور مسیح کو جامۂ الوہیت پہنایا گیا۔ اور آج بھی آریہ جیو اور پرکرتی کو خدا (خود بخود ہونیوالا) قرار دیتے ہیں۔ اور مسیحی مسیح کی الوہیت کا دم بھرتے ہیں۔ مگر باایں ہمہ وہ مشرک کہلانا عار خیال کرتے ہیں۔ اور اپنے تئیں توحید پرست بتلاتے ہیں۔ لیکن اے کاش کہ وہ حقیقی توحید پر ہوتے ہوں۔ جس میں نہ روح نہ مادہ اور نہ روح القدس شریک ہو سکے

بانیٔ اسلام نے اپنی ذات کی نسبت کیا خوب فرمایا۔ لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ المسیح (الحدیث) کہ مجھے تم حد سے نہ بڑھانا جیسا کہ اہل عیسائیت نے حضرت مسیح کے متعلق غلو سے کام لیا۔

(۲)

اسلام کے ظہور کے وقت ہر قوم جداگانہ حیثیت رکھنے کے باعث دوسروں کے مذہب اور ان کے بزرگوں کا واجبی احترام کرنے کیلئے تیار نہ تھی۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی غیر محدود رحمت کو اپنی چار دیواری میں محدود قرار دیتی تھی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا۔ کہ وہ ان بانیان مذاہب کو جو اس کی مقررہ حد سے باہر مبعوث ہوئے ہوں۔ نہایت ناگفتہ بہ الفاظ سے یاد کرتی تھی۔ اور آج تک کرتی ہے۔ آریہ سماج کا تمام گندہ لٹریچر اسی محور کے گرد چکر لگاتا ہے عیسائیت کی دلآزار روش اسی آخری نتیجہ ہے۔ ہندو دھرم نے آریہ ورت کو مخصوص کیا۔ تو یہودیت اور عیسائیت نے "خاندان اسرائیل" کی قید لگا دی۔ مگر بانیٔ اسلام علیہ السلام کی پاک تعلیم نے جہاں پر ذات باری کی حقیقی عزت کو قائم کیا۔ وہاں پر اس جنگ انبیاء کے موجب عقیدہ اور بنی نوع انسان میں نفرت انگیز خیال کا بھی کلی استیصال فرمایا۔ چنانچہ قرآن مجید کا اعلان ہے وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر (فاطر) ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت "۔ کہ ہر قوم اور ہر ملک میں الٰہی مشعل بردار پیدا ہوئے اور انہوں نے مقدور بھر کوشش کی کہ دنیا صراط مستقیم پر گامزن ہوں"

اس واضح اعلان نے دنیا کے تمام پاکبازوں کی عزت کو قائم کر دیا۔ اور مسلمانوں پر واجب ہو گیا۔ کہ وہ نہ صرف ان کا لیڈر یا ایک ریفارمر کے احترام کریں۔ بلکہ انکو اپنا نبی اور رسول تسلیم کریں۔ اسی بنا پر مسلمان دنیا بھر کے رشیوں۔ نبیوں اور مقدسوں کو مانتے ہیں۔ اور ان کی عزت کرتے ہیں۔ کیا یہ سنہری اصل و خیال کسی اور الہامی کتاب یا کسی اور بزرگ نے پیش کیا؟ برگزیدوں کی عزت کی حفاظت کا سہرا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر ہے۔ اس عظیم الشان انقلاب کا دنیا پر کیا اثر ہوا یہ ایک ظاہر بات ہے آج یہ آواز ہمہ گیر معلوم ہوتی ہے کہ مذاہب کے بانی اور بزرگ خدا رسیدہ لوگ تھے مگر اسکی ابتداء اسی معصوم عربی شہزادے کے دہن مبارک سے ہوئی جسے دنیا کا کوتہ عقل طبقہ صغریٰ قرار دیتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

(۳)

بانیٔ اسلام کی بعثت کے وقت دنیا نسلی تعصبات کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ اونچ نیچ کا خیال تمام عالم پر مسلط تھا۔ شودر اور برہمن کے اختلاف۔ مختون و نامختون کے افتراق سے ایک طوفان بے تمیزی برپا تھا۔ کہ ناگہاں حریت کا علمبردار اور مساوات انسانی کا پیغامبر خطۂ عرب سے نمودار ہوا۔ اور اس نے ان تمام ناجائز اور سراسر مفسدانہ امتیازات کو یکسر مٹا دیا اس نے دنیا کو وحدت عالم کا درس پڑھایا۔ اور اخوت کا جام چلایا۔ اس نے شودر اور برہمن کی تفریق کو غلط قرار دیا اور تمام بنی نوع انسان کو خدا کے قرب کے لحاظ سے یکساں بتلایا اور اپنے عمل سے اس تعلیم کو مکمل کر دیا جب کہ آپ نے ایک قریشی نادی حضرت زینبؓ کا رشتہ ایک آزاد کردہ غلام زیدؓ کے ساتھ کر دیا۔ آپ نے مختون و نامختون کا قضیہ ختم کر دیا۔ جبکہ آپ نے انی رسول اللہ الیکم جمیعاً کا اعلان فرمایا۔ کہ میں تم سب کالے و گورے۔ مشرقی و مغربی۔ مختون و نامختون کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دعوت دینے آیا ہوں۔ آج جب کہ تعلیم اپنے عروج پر ہے۔ تمدن بام رفعت پر پہنچ گیا ہے۔ انسانوں کا ایک معتد بہ حصہ انسانی حقوق سے محروم ہے۔ امریکہ میں کالے لوگ انسانیت سے خارج سمجھے جاتے ہیں۔ یورپین قومیں ایشیائی باشندوں کو حقوق انسانیت سے برطرف کرنے کے درپے ہیں۔ ہندوستان ویدک دھرم کے اجارہ دار صدیوں سے مخلوق خدا کے کثیر حصہ کو مظالم کا تختۂ مشق بنا رہے ہیں اہل دنیا کے اس انسانیت سوز سلوک کے خلاف مذہبی طور پر سب سے پہلی آواز بانیٔ اسلام نے بلند کی اور آپ نے اعلان کیا۔ کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (الحجرات)

کہ سب انسان ایک ہی شاخ کے پتے اور ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ ان میں خاندان اور قبائل محض شناخت کے لئے ہیں معزز اور غیر معزز کا معیار تقویٰ ہے۔ [illegible] حق۔

اس ارشاد باری کے بعد "وحدت عالم انسانی" کا ادعا اسلام کی ہی صدائے بازگشت ہے۔ کیا قرآن مجید سے پہلے کسی الہامی کتاب میں عالمگیر مساوات اور انسانی اخوت کا باب موجود ہے؟ ہرگز نہیں! بانیٔ اسلام کی اس ندائے حق پر اقتدار پسند جابر چیں بجبیں ہوئے۔ اور آپ سے پرخاش رکھنے لگے۔ آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے ان تکالیف کو برداشت کیا۔ جو انسانیت کے نام پر آپ کو دی گئیں۔ مگر مظلوم طبقہ کی عزت کو قائم کرنے میں ذرا دریغ نہ کیا۔ آخرکار حق کی فتح ہوئی۔

اسلام نے لفظی طور پر ہی اس حق کو ادا نہیں کیا۔ بلکہ نماز جیسے روزمرہ کے فریضہ میں اسکی عملی تصویر پیش کی ہے۔ جبکہ تکبیر صلوٰۃ ہوتے ہی محمود و ایاز اور شاہ و گدا ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر اپنے

خالق کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ یہ روزانہ پانچ وقت کا سبق ناقابل فراموش ہے۔ چنانچہ آج تک مسلمان اس اچھوت پن کے ایسا چارہ ظلم سے محفوظ ہیں۔ جس نے ہندو قوم کی بنیاد کو کھوکھلی کر دی ہے۔ وہ دن بالکل دروازہ پر ہیں۔ کہ جب اسلامی اصول کے مطابق انسانیت کے حقوق کو مساوی حیثیت دی جائے گی اور اب دنیا زیادہ دیر تک اس ناپاک غلامی کو برداشت نہیں کر سکتی۔ بولشویک تحریک اسی تشدد کا نتیجہ ہے۔ اگرچہ وہ افراط سے کام لے رہے ہیں۔ ہندوستانی اچھوتوں میں بھی بیداری کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ اور ہندو انہیں انسانی حقوق دینے کے لئے مجبور ہو رہے ہیں۔ چنانچہ بنارس کے ایک جلسہ کی روئیداد یوں شائع ہوئی ہے۔

"گذشتہ شام کو ٹاؤن ہال میں جو عام جلسہ ہوا اس میں کئی سرکردہ اور مشہور اصحاب نے تقریریں کیں۔ جن میں بنارس کے کئی بارسوخ پنڈت اور سنیاسی شامل ہیں اس جلسہ کے صدر بنارس ہندو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر تھے۔ کئی سپیکروں نے ہندوؤں سے اپیل کی کہ وہ ان نام نہاد اچھوتوں کے ساتھ انسانوں جیسا سلوک کریں موجودہ زمانہ میں ہندو دھرم کو جس مصیبت کا سامنا ہے اسکی وجہ سے پرانی رسوم کو بدل دینے کی ضرورت پیش آئی ہے"۔ پرتاپ ۲۹ مارچ ۱۹۲۸ء صفحہ

اگر بنظر غائر دیکھا جائے۔ تو یہ بھی سراسر اسلام کی فتح ہے۔ اس تمام انقلاب کا موجب بانی اسلام کی وہ پاکیزہ مساعی ہیں جو آپ نے نوع انسان کے لئے سر انجام دیں۔ اور انسانیت کی عزت کو قائم کیا۔ ؎

منت او بر ہمہ سرخ و سیاہے ثابت است
آنکہ بہر نوع انسان کرد جانِ خود نثار

(۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ عین کمزوری اور انتہائی بے بسی کے اوقات میں شروع ہوا۔ اور دعوے سنتے ہی خویش و اقارب بھی بیگانے بن گئے۔ تمام خورد و کلاں آپ کے نیست و نابود کرنے کے درپے ہو گئے۔ آپ نے ایک عظیم الشان اصلاح کا بیڑہ اُٹھایا۔ اہل عرب جو فسق و فجور میں غرق۔ اور بدی و بدکاری میں منہمک تھے۔ وہ بات تک سننے کے روادار نہ تھے۔ بلکہ آپ کے راستہ میں ہر قسم کی رکاوٹیں پیدا کرتے تھے۔ لیکن آنحضرت کے انفاس قدسیہ نے چند سال میں ایک حیرت انگیز انقلاب اور عجیب و غریب تبدیلی پیدا کر دی۔ گویا عرب کی کایا پلٹ دی۔ جو آپ کی راست بازی پر بین شہادت ہے۔ اس انقلاب روحانی کے متعلق ایک متعصب آریہ لالہ شام لال جی ستیارتھی ایڈیٹر اخبار ملیٹین لاہور یوں تحریری سے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"حضرت محمدؐ کی طاقت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ کوئی انسانی دماغ اس کے مقابلہ کا خیال نہ کر سکتا تھا۔ ان دنوں ہر چہار طرف سے لوگوں کے گروہ کے گروہ محمد صاحب کے مذہب میں شامل ہونے کے لئے آتے تھے۔ اور ان کی نبوت کا کلمہ پڑھتے تھے۔ بت پرستی شراب نوشی سود خواری اور بدچلنی وغیرہ جرائم میں بڑی کمی ہو رہی تھی جو لوگ عورت کی ذرا قدر بھی نہ کرتے تھے۔ وہ عورتوں کے حقوق سمجھنے لگے۔ اور عرب کی زمین میں بلغار م کا نعرہ بلند ہو گیا"۔ (دنیا کے دو مذہبی بلغار صفحہ ۱۹۱)

کیا ان حالات میں ایک صاف دل انسان کیلئے اس بات کے ماننے میں کوئی عذر ہو سکتا ہے۔ کہ فی الواقع بانیٔ اسلام خدا تعالیٰ کے برحق رسول تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت آپ کے شامل حال تھی۔ ورنہ ایک عاجز انسان کہاں اور یہ انقلاب کہاں!

(۵)

مشہور ضرب المثل ہے۔ کہ "لا تسئل عن المرء وسل عن قرینہ" یعنی انسان کے عادات و اطوار اخلاق و اوصاف کو جاننے کے لئے اس کے دوست بہترین پیمانہ ہیں حضرت مسیحؑ نے بھی فرمایا ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ نبیوں کا پھل وہ پاکیزہ جماعت ہوتی ہے۔ جیسے وہ اپنی شبانہ روز محنتوں اور مساعی سے پروان چڑھاتے ہیں۔ اور اپنے بعد اپنے مشن کو پورا کرنے والی قرار دیتے ہیں۔ وہ جماعت جس نے کسی رسول کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کیا۔ اور اس کے نور سے منور ہوئے۔ انہیں صحابہ کہا جاتا ہے۔ وہ اس نبی کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی اس نبی کی تربیت کاملہ اور روحانیت جاذبہ کا نمونہ ہوتے ہیں۔ اگر ان کے اندر ایثار و قربانی۔ جان نثاری و جانفشانی رشد و صلاح ہمت و استقلال۔ اطاعت و فرمانبرداری اور تقویٰ و طہارت پیدا نہ ہو بلکہ وہ ویسے کے ویسے ہی زنگ آلودہ اور سیاہ دل ہیں۔ تو یقیناً یہ امر اس مدعی نبوت کی منقصت کا باعث ہوگا۔ کیونکہ وہ لوگ جو اس کے دروازہ پر سیر ہونے کے لئے آئے اور اپنے قلب کو پاک و مطہر بنانا چاہتے تھے۔ اگر وہ ساری عمر تگ و دو کے باوجود ہنوز روز اول کے مصداق ہیں تو اس کی کامیابی کا کیا نشان ہے۔ پس نبی کی فضیلت و برتری کا معیار اس کی تیار کردہ جماعت کی اخلاقی و روحانی حالت ہوا کرتی ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر بانیان مذاہب میں جہاں اور بہت سے امتیازی فرق ہیں۔ وہاں یہ خصوصیت بہت ہی نمایاں ہے کہ آپ نے اپنے صحابہ کی نہایت اعلیٰ تربیت فرمائی۔ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے بے نظیر فداکاری و جاں نثاری دکھائی۔ انصار (مدینہ منورہ کے اصلی باشندوں) سے آنحضرت نے حسب معاہدہ دریافت کیا۔ کہ ہم مدینہ کی حدود سے باہر جا کر دشمن کی مدافعت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ لوگ مجبور نہیں کہ ہمارے ساتھ چلیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ تو انصار کے سردار نے کہا۔ کہ جب ہم پر آپ کی صداقت روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے۔ تو اب رائے کا کیا سوال ہے۔ ہم آپکے دائیں لڑیں گے بائیں لڑیں گے۔ آگے اور پیچھے لڑیں گے۔ دشمن آپ تک نہ پہنچ سکیگا تاوقتیکہ وہ ہماری لاشوں پر سے نہ گذر جائے۔ ہم اصحاب موسےٰ کی طرح "اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون" کہنے والے نہیں۔

اس دلیرانہ جواب سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں آنحضرت کی محبت کس درجہ گھر کر چکی تھی۔ اور وہ آپ کے اشارہ پر کس طرح قربان ہونے کو تیار تھے۔ ایسے متعدد واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں جب نہایت تنگی و تکلیف کے وقت صحابہ کرام مردانہ وار اپنی جان پر کھیل گئے۔ اور انہوں نے مال و جان کی کچھ پرواہ نہ کی۔

(۶)

جنگ تبوک سے واپسی پر تین مخلصین کعب بن مالک۔ ہلال بن امیہ اور مرارہ بن خلف زیر عتاب ہوئے۔ کیونکہ ان کے پاس جنگ تبوک میں شامل نہ ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اور انہوں نے خود اقبال جرم کر لیا۔ جس پر دربار نبوی سے تا الہام الٰہی ان لوگوں سے کلام و سلام کا سلسلہ بند کرنے کا ارشاد صادر ہوا۔ انہیں سخت قلق ہوا۔ کعب جو ایک نوجوان امیر آدمی تھا۔ گھر میں بھی نہ بیٹھ سکتا تھا۔ ان کی بیویاں بھی ان سے علیحدہ کر دی گئی تھیں۔ کعب بازار میں آتا مسجد میں آتا۔ السلام علیکم کہتا مگر جواب نہ پاتا۔ وہ بات پوچھتا کوئی جواب نہ دیتا۔ اسی حالت پریشانی میں وہ اپنے چچیرے بھائی کے باغ میں گیا۔ جو اس کا یار غار تھا۔ اس سے سارا قصہ سنایا کہ تم جانتے ہو کہ میں منافق نہیں صرف سستی ہو گئی ہے۔ مگر اسنے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف آسمان کی طرف اشارہ کر دیا۔ کعب شکستہ خاطر ہو کر واپس آ رہا ہے۔ کہ ایک اجنبی اس کا پتہ پوچھتا۔ اس کے پاس آ کر اسے ایک خط دیتا ہے۔ وہ خط عیسائی بادشاہ کا ہے۔ جس میں وہ کعب کے اس معاملہ کو اسکی تذلیل قرار دیتے ہوئے اسے اپنے ہاں آنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور عزت و احتشام کا وعدہ کرتا ہے کعب وہ شکستہ دل کعب جسے کوئی سلام کا جواب بھی نہیں دیتا اس خط کو پڑھ کر آگ بگولا ہو جاتا ہے۔ ایلچی کو سائز لیکر پانچ سے گذرتا ہے۔ اور ایک دہکتے ہوئے تنور میں اسے ڈال کر کہتا ہے اس خط کا یہ جواب ہے۔ قاصد مایوس ہو کر چلا جاتا ہے۔ کعب اور اس کے ساتھیوں کی پچاس دن تک یہی حالت رہتی ہے۔ حتیٰ کہ بقول خدا ان پر زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنے نفسوں سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں درگاہ ایزدی کے سوا کوئی پناہ نظر نہیں آتی۔ تب الہام نازل ہوتا ہے۔ اور ان کی توبہ منظور کی جاتی ہے

(۷)

کیا یہ واقعہ صحابہ کرام کی پاکیزگی اور ان کے تزکیہ نفس پر زبردست شاہد نہیں۔ ورنہ اس قدر خوفناک امتحان اور اتنی سخت

آزمائش پر کیونکر پاس ہو سکتے تھے۔ کعب اور اس کے ساتھیوں سے غلطی ہوئی۔ مگر اس غلطی کا ازالہ جس طریق پر انہوں نے کیا اس سے ظاہر ہے کہ یہ غلطی ان کے لئے کس قدر دکھ کا کام دے گئی۔ کیا اس فداکاری اور خلوص قلبی کو تلوار یا زبردستی کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! یہ جذبہ اطاعت اور بے نظیر عقیدت بجز حقیقی محبت کے پیدا نہیں ہو سکتی پس ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلعم کو بے انتہا قوت جاذبہ دی گئی تھی۔ تب ہی وہ عرب کے وحشی اور بدترین قوم کی اصلاح میں کامیاب ہوئے۔ اور ان کے دلوں میں آپ کے لئے انتہائی عقیدت پیدا ہو گئی۔ جس کو دشمن سے دشمن بھی اعتراف کرتا ہے۔ چنانچہ لالہ شام لال جی سستیارتھی ایم اے۔ مصنف، ایڈیٹر اخبار پرتین لاہور نے اپنی کتاب "دنیا کے مذہبی ریفارمر" میں حسب ذیل الفاظ لکھے ہیں:-

"حضرت محمد دنیا کی وہ بڑی شخصیت ہے جس پر دنیا کی طاقت رعب اور ہیبت جس قدر فخر کرے تھوڑا ہے موسے کو اپنی زندگی میں بہت کامیابی حاصل نہ ہوئی مسیح اپنی زندگی میں مارا مارا پھرتا رہا۔ لیکن محمد کو اپنی زندگی میں ہی وہ کامیابی حاصل ہوئی۔ جس کی مثال اس وقت دنیا میں ملنی مشکل ہے۔ موسے کے شاگردوں نے کئی دفعہ موسے سے منہ پھیر لیا۔ اور اسکے حکم سے روگردانی کی مسیح کے خاص شاگرد نے اسے گرفتار کرا دیا۔ اور دوسرے نے اسکے ساتھ گرفتار کئے جانے کے خوف سے اس پر لعنت بھیجی۔ مگر محمد کے پیروؤں نے اپنے استاد کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا۔ بلکہ جو بات ایک دفعہ حضرت کے منہ سے نکل گئی اسکے لئے خواہ کچھ بھی کرنا پڑا ان کے مریدوں نے کیا۔ اور کبھی پیچھے نہ ہٹے ان کی تلواروں نے ہزاروں گردنیں تن سے جدا کر دیں۔ مگر محمد کے الفاظ کی بے حرمتی نہ ہونے دی۔"

اقتباس محتاج تشریح نہیں۔ ہم معترضین سے عرض کرتے کہ وہ اعتراض کرنے سے پیشتر اس امر کا جواب سوچ لیں کہ اس بے نظیر کامیابی اور صحابہ کرام کی بے مثال فداکاری کی کیا وجہ ہے۔ کیا ان کے نزدیک بانی اسلام روح القدس سے محروم نہ تھے (نعوذ باللہ)، حالانکہ ہم اپنے مسلم بالخصوص احمدی بھائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ قربانی و جانفشانی کا رنگ اپنے اندر پیدا کریں۔ تاکہ دشمن کی زبان بند ہو جائے۔ ہمارا اخلاق۔ عمدہ نمونہ۔ دیانت۔ پاکیزگی۔ اور راستبازی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے گواہ ہونے چاہئیں۔ تاکہ حقیقی تاثیر ہو۔ کیونکہ

مشک آنست کہ خود ببوید
نہ کہ عطار بگوید

نعت رسول اللہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی خصوصیت

(جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کے قلم سے)

اللہ تعالیٰ کی تعریف میں جو اشعار ہوتے ہیں انکو حمد و ثنا کہتے ہیں۔ اور لوگوں کی تعریف میں جو اشعار ہوتے ہیں انکو قصیدہ کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف جب شعروں میں کی جاتی ہے تو اسے نعت کہتے ہیں۔ چودہ سو سال سے بے حد و بے انتہا نعتیں عربی۔ فارسی۔ اردو۔ اور دیگر زبانوں میں کہی گئی ہیں مگر جہاں تک میرا علم ہے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ کسی شخص نے بھی ان چودہ سو سال میں حقیقی اور سچی نعت آپ کی نہیں بیان کی۔ جس نعت کو دیکھو زلفوں۔ خال۔ چاہ غبغب۔ اور فرضی تعریفوں سے پُر ہے۔ یا اگر اس کے سوا کوئی تعریف ہے تو نہایت مجمل اور بعض اوقات وہ تعریف نہیں بلکہ ایک رنگ کی مذمت ہوتی ہے۔ یا بعض اوقات جھوٹ تک نوبت پہنچتی ہے اور لغو گوئی میں تو کوئی شک ہی نہیں۔

قدسی کی نعت ؎ مرحبا سید مکی مدنی العربی والی ایک نہایت ہی مقبول اور مشہور نعت ہے مگر سوائے چند جذباتی خیالات کے باقی رہی واقعی تعریف اور کمالات آنحضرت کے وہ کوئی بھی اس میں مذکور نہیں ہیں۔ یہی بلکہ اس سے بھی گیا گذرا حال اور نعتوں کا ہے۔ حضرت سید مسیح موعود علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے آنحضرت کی سچی اور حقیقی آبدار نعت دنیا کے سامنے پیش کی ہے آپ کا کوئی فرضی حسن۔ آپ کا کوئی فرضی معجزہ وغیرہ اور رسمی باتیں نہیں بیان کیں بلکہ ہر ایک خوبی اور کمال جو آنحضرت میں واقعی موجود تھا اور جو عام نظروں سے پوشیدہ تھا۔ آپ نے اسی کو بیان فرمایا ہے اور عجیب پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ یہی آپکی خصوصیت اور کمال ہے۔ آپ کی نعت میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہیں ہے۔

اور باوجود اس کے گیسو اور زلف اور رنگ اور خال اور غبغب اور مبالغوں اور فرضی اور جھوٹے فسانوں اور معجزوں سے پاک ہے۔ نعت گویوں میں لے دے کر یا تو سچا کمال معراج کا ہے یا شفاعت کا۔ اس پر بھی اس قدر روغن کیا گیا ہے کہ اصلیت اور حقیقت ہی گم ہو گئی ہے۔

آنحضرت کے کمال اخلاق آنحضرت کا کمال علم و حکمت آنحضرت کی بے نظیر محبت الٰہی۔ آنحضرت کی معرفت۔ آنحضرت کا فیض روحانی۔ اور قوت قدسی اور آپ کی صحبت کا اثر۔ آنحضرت کا زندہ نبی ہونا۔ ختم نبوت کے معنے آنحضرت کی بے نظیر کامیابی۔ آنحضرت کے احسانات عالم پر۔ آنحضرت کی کامل تعلیم۔ آنحضرت کا مقابلہ دیگر انبیاء سے۔ آنحضرت کے درجات کی بے نظیر اور مسلسل ترقی۔ آنحضرت کی شفاعت کی حقیقت۔ آنحضرت کا تمام خوبیوں تمام اخلاق حسنہ اور تمام احکام خداوندی پر خود عامل ہو کر دکھانا۔ پھر اخلاق کی تفصیل یعنی آپ کا حلم۔ عفو۔ صبر۔ استقامت عزم۔ عفت حیا۔ وفاداری۔ شجاعت۔ سخاوت۔ امانت صدق۔ زہد۔ غرض جس جس رنگ میں حضور علیہ السلام نے آنحضرت کی مدح فرمائی ہے وہ ایک نیا ہی طرز نیا ہی انداز۔ نیا ہی علم اور نیا ہی پیرایہ ہے۔ جو آپ ہی کی ایجاد ہے اور آپ پر ہی ختم ہے۔ آپ کی نعت کے آگے دوسروں کی نعت ہیچ ہے۔ ایسی ہیچ جیسے آفتاب کے سامنے ذرہ بے مقدار۔ اس بات کی تصدیق کرنی ہو تو درثمین جس میں حضرت مسیح موعود کی نعتیں ہیں وہ لے کر دیگر دنیا کے تمام نعت گویوں کے کلام سے مقابلہ کر لو۔ پھر خود ہی معاملہ اظہر من الشمس ہو جائے گا۔

اصل وجہ یہ ہے کہ سچا عاشق ہی اصلی حسن کو دیکھ سکتا ہے اور دربار میں قرب رکھنے والا ہی حقیقت پا سکتا ہے

(ایڈیٹر) چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض نعتیہ اشعار اردو اور فارسی کے اس پرچہ کے مختلف صفحات میں درج کئے ہیں۔ ناظرین انکو پڑھ کر دیکھ سکتے ہیں کہ جناب میر صاحب نے جس خصوصیت کیطرف اپنے مختصر مضمون میں اشارہ فرمایا ہے وہ کس شان اور کس خوبی سے ان میں پائی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک میں جو کچھ نظر آیا وہ کسی اور نے دیکھا۔ اور نہ کوئی بیان کر سکا۔ عاشقان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضور کے حقیقی عاشق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام نہایت ہی تسکین بخش چیز ہے۔ انہیں چاہئے کہ درثمین (مجموعہ کلام حضرت مسیح موعودؑ) کا مطالعہ کریں۔

92

وصالِ خاتم النبیینؐ کی المناک گھڑی

اس لمحہ کا تصور جب کہ مومنوں کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور اللھم فی الرفیق الاعلیٰ کہتا ہوا اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا جسم پر کپکپی اور روح میں لرزش پیدا کر دیتا ہے۔ اور قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اس کٹھن گھڑی کا اور روح فرسا وقت میں ان کی کیا حالت ہوئی ہوگی ؛

کسی عزیز کے فوت ہونے پر جس قدر صدمہ ہوتا ہے۔ وہ ہر ذی عقل جانتا ہے۔ اور اس بات کا بھی ہر شخص تجربہ رکھتا ہے۔ کہ جتنا کوئی زیادہ عزیز ہو اور جتنا زیادہ اس سے تعلق ہو۔ اتنا ہی زیادہ رنج والم اس کی دائمی جدائی پر محسوس ہوتا ہے۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے غلاموں کو جو تعلق تھا۔ اس کے مقابلہ میں دنیوی رشتوں کی کوئی حقیقت ہی نہ تھی۔ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ نہایت عزیز سے عزیز رشتہ داروں کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر بالکل چھوڑ دیا گیا۔ اور ان کی پرپشہ جتنی بھی پرواہ نہ کی گئی۔ یہی نہیں۔ بھائی نے بھائی کو۔ باپ نے بیٹے کو اور بیٹے نے باپ کو اپنے ہاتھوں خاک و خون میں تڑپانا اپنے لئے فخر سمجھا جس محبوب کی خاطر دنیوی رشتوں اور جسمانی تعلقات کو اس جرأت اور حوصلہ سے منقطع کر دیا گیا ہو۔ اور نہ صرف اس انقطاع پر کوئی صدمہ نہ محسوس ہوا۔ بلکہ خوشی اور فخر کا اظہار کیا گیا ہو۔ اس سے جس قدر محبت اور الفت ہو سکتی ہے۔ اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ اور جب اس محبت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ تو پھر اس رنج اور صدمہ کا بھی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے آپ کے جان نثاروں اور فداکاروں کو پہنچا ہو گا کیونکر اندازہ ہو سکے۔ جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا جری اور قوی حوصلہ انسان بھی اس صدمہ سے اپنا دماغی توازن قائم نہ رکھ سکا۔ اور باوجود اپنی آنکھوں کے سامنے خاتم النبیینؐ کا جسد پاک بغیر روح دیکھنے کے یہ نہ سمجھ سکا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں ؛

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ انسان تھے۔ جو ایک وقت تلوار ہاتھ میں لے کر گھر سے اس لئے نکلے تھے کہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیں لیکن جمال یار نے ان میں ایسا تغیر پیدا کر دیا۔ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو وہ۔ اتنا بھی گوارا نہ کر سکے۔ کہ کوئی آپ کی وفات کا ذکر کرے۔ اور وہی ہاتھ جس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے تلوار اٹھائی تھی۔ اسی نے آپ کی طرف وفات منسوب کرنے والے کے خلاف تلوار اٹھائی۔ حالانکہ وفات ان کی آنکھوں کے سامنے ہو چکی تھی۔ اور اس کے واقعہ ہونے میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہ تھی ؛

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات آناً فاناً نہ ہوئی تھی حضور نے کئی دن علیل رہنے کے بعد وفات پائی تھی۔ لیکن باوجود اس کے جب حضور کا وصال ہوا۔ تو حضرت عمرؓ کہنے لگے۔ منافقوں میں سے چند لوگ کہتے ہیں۔ حضور کا وصال ہو گیا۔ مگر آپ کا وصال نہیں ہوا۔ بلکہ آپ خدا کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے پاس گئے تھے۔ اور چالیس روز کے بعد تشریف لے آئے تھے۔ اسی طرح حضور بھی تشریف لے آئیں گے۔ جو یہ کہے گا کہ حضور فوت ہو گئے۔ میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا ؛

حضرت موسیٰ علیہ السلام جس طرح خدا کے پاس گئے اور واپس آئے تھے۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناواقف نہ تھے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے صدمہ کی شدت نے انہیں اس قدر از خود رفتہ بنا دیا۔ کہ وہ آپ کے متعلق وفات کا لفظ سن ہی نہ سکے۔ اور چونکہ ہر ایک مسلمان اپنی اپنی جگہ اس صدمہ عظیم سے پریشان خاطر تھا اس لئے کسی میں ہمت نہ تھی۔ کہ حضرت عمرؓ کو سمجھانے کی کوشش کرتا۔ جتنے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے پہلے تو انھوں نے حضرت عمرؓ کی طرف توجہ ہی نہ کی۔ لیکن جب دیکھا۔ کہ وہ اپنی بات باصرار بیان کر رہے ہیں۔ تو انہیں خموش رہنے کے لئے کہا۔ مگر وہ خموش نہ ہوئے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ اے لوگو! جو شخص محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پرستش کرتا ہو۔ وہ سمجھ لے۔ کہ آپ فوت ہو گئے۔ اور جو خدا کی پرستش کرتا ہے وہ جان لے۔ خدا زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:۔ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا (۳-۱۳۸)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی۔ تو تمام لوگوں نے یہ محسوس کیا۔ کہ گویا انہوں نے کبھی یہ آیت سنی ہی نہ تھی۔ اور اس وقت لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے اس آیت کو یاد کیا ؛

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شدت غم وصدمہ کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی خود فراموشی کی حالت میں نہ تھے۔ بلکہ باقی صحابہؓ کی بھی یہی حالت تھی۔ ورنہ ممکن نہیں کہ ان سب نے پہلے کبھی وہ آیت نہ سنی ہو۔ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وقت پڑھی۔ اور جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفات پانے کا ذکر ہے۔ صحابہؓ نے بیسیوں مرتبہ یہ آیت پڑھی اور سنی ہوگی۔ وہ اس کے مطلب کو بھی خوب اچھی طرح سمجھتے تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ کوئی نبی ہمیشہ کے لئے زندہ نہیں رہا۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا۔ کہ کسی پہلے نبی کو خدا تعالیٰ نے زندہ نہیں رکھا اور انہیں یہ بھی علم تھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی فوت ہو جائیں گے۔ مگر باوجود اس کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کا غم والم ان پر اس شدت کے ساتھ طاری ہوا کہ انہیں سر پیر کی ہوش نہ رہی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بے تابی کے اس کلام میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ اپنے لئے سامان تسلین پا کر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مطابق اس کی طرف متوجہ ہو گئے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے کام کو سنبھالنا اور آپ کے لگائے ہوئے گلشن کی آبیاری کرنی تھی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے نہ صرف ان پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے صدمہ سے خود فراموشی طاری نہ ہونے دی۔ بلکہ انہیں صبر واستقلال کی ایسی قوت عطا کی۔ کہ وہ دوسروں کی خود فراموشی دور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ نے صحابہ پر یہ بات واضح کر دی۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی وہ انسان ہیں۔ جن کے ہاتھ پر سب کو جمع ہونا چاہیئے ؛

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے۔ انہوں نے کہا۔ جب میں نے ابوبکرؓ سے یہ آیت سنی۔ تو مجھے ایسا معلوم ہوا۔ کہ گویا میرے پاؤں کٹ گئے ہیں۔ پھر میں کھڑا نہ رہ سکا اور زمین پر گر گیا۔ کیونکہ اس وقت میں نے سمجھا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے ؛

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابھی تھوڑی دیر قبل ہر اس شخص کے پاؤں کاٹنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ کہتا۔ کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے لیکن وہ خود اس وقت جس بات کے سہارے کھڑے تھے۔

وہ چونکہ محض ان کا تخیل تھا۔ جو عشق رسول نے پیدا کر دیا تھا اور جس نے ان کے غم والم کے احساسات کو ڈھانپ لیا تھا۔ اس لئے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس تخیل کو حقیقت سے بدل دیا۔ تو حضرت عمرؓ کا سہارا چکنا چور ہو گیا اور وہ گر پڑے۔ پہلے ہیں جب ان کے کان میں وفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پہنچی۔ تو اس نے ان کے احساسات سے وہی سلوک کیا جو تیز دھار کا ہتھیار جسم کے کسی حصہ پر زخم لگاتے وقت کرتا ہے یعنی اس وقت درد قطعاً محسوس نہیں ہوتا لیکن جب حضرت ابوبکرؓ سے کلام الٰہی سنکر حقیقت سمجھے۔ تب صدمہ کا احساس ہوا۔ اور ایسا احساس ہوا کہ ابھی ابھی تو وہ حضرت ابوبکرؓ کے خوش کرنے پر خوش بھی ہوتے تھے حالانکہ انکی عزت و توقیر انکے دل میں مستقل تھی۔ کہ خود ہی فرماتے ہیں۔ جب خلافت کے سوال پر ابوبکرؓ نے میرا اور ابو عبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر مجلس میں آگے کیا اور انصار سے کہا۔ ان دونوں میں سے جسے چاہو خلیفہ منتخب کر لو۔ میں راضی ہوں۔ تو مجھے یہ بات سخت ناگوار گذری۔ کیونکہ مجھے اپنی گردن کا مارا جانا آسان معلوم ہوتا تھا اس بات سے کہ میں ان لوگوں کا سردار بنوں۔ جن میں ابوبکرؓ موجود ہو۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کیسی قدر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں تھی۔ مگر باوجود اس کے جب انہوں نے خوش رہنے کے لئے کہا تو خوش نہ ہوئے اور پھر جب انہوں نے قرآن کریم کی وہ آیت پڑھی۔ جو اوپر درج ہو چکی ہے۔ تو نہ صرف خوش ہو گئے بلکہ کھڑے بھی نہ رہ سکے۔

وصال رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدمہ کے ذکر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کیفیت غم والم کا بیان بہت طویل ہو گیا۔ اور اسی پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ مگر اس المناک گھڑی کا جو اثر حضرت عمرؓ جیسے جری اور بہادر انسان پر ہوا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ باقی لوگوں کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ اس حالت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مختصر سے فقرہ میں اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے صدمہ سے مسلمان اس طرح ہو گئے تھے۔ جس طرح جاڑے کی اندھیری رات میں بکریاں پریشان پھرتی ہیں۔

یہ اس اخلاص اور عقیدت کا جو مسلمان اپنے ہادی برحق سے رکھتے تھے۔ نہایت ہی دردناک اور الم انگیز منظر تھا۔

غلام نبی

شکریہ

میں وہ الفاظ نہیں پاتا۔ جن میں اپنے ان بزرگوں دوستوں اور قابل احترام خواتین کا شکریہ ادا کرسکوں۔ جنھوں نے "الفضل" کے خاتم النبیین نمبر کے لئے میری درخواست پر مضامین لکھے اور نہایت ہی اعلیٰ اور قابل تعریف مضامین لکھے۔ چونکہ اس پرچہ کی تجویز ایسے وقت میں ہوئی۔ جبکہ اس کی اشاعت کی تاریخ میں بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے تھے۔ اس وجہ سے میں نے دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتے ہوئے ہاتھ سے اس کا اعلان لکھا اور شائع کیا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اس کی اشاعت کے سامان مہیا کر دئے۔ اور امید اور توقع سے بہت بڑھکر مہیا کئے۔ نہایت مصروف الاوقات بزرگوں اور کثیر المشاغل خواتین نے بڑی محنت اور کوشش سے مضامین لکھکر عنایت کئے۔ حتےٰ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے بھی باوجود علالت طبع اور بیحد مصروفیت کے میری التماس کو شرف قبولیت بخشا۔ اور مضمون لکھکر مرحمت فرمایا۔ البتہ اس بات کا افسوس رہا۔ کہ شعراء نے بہت کم توجہ کی۔ اور ان میں سے بہت سوں نے تو جواب تک دینے کی تکلیف گوارا نہ کی۔ مگر اس وجہ سے پرچہ کی شان میں کوئی کمی واقعہ نہیں ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ اور بے نظیر کلام نے اسے چار چاند لگا دئے ہیں۔

مضامین جس شان اور جس درجہ کے ہیں۔ اس کے متعلق مجھے کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ ناظرین کرام خود پڑھکر دیکھ لیں گے۔ کہ کیسے کیسے معارف و حقائق ان میں بیان ہوئے اور سرور دو عالم کی شان ارفع و اعلیٰ کو کیسے کیسے دلنشین اور دلپذیر پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے۔ خواتین کے مضامین خاص طور پر قابل تعریف ہیں۔ جن میں رحمۃ للعالمین کی ذات والا صفات کے متعلق شکر و امتنان اخلاص و محبت کے بہترین جذبات پائے جاتے ہیں۔

چونکہ ایسے پرچہ کی اشاعت کا یہ بالکل پہلا موقعہ ہے۔ اور مقامی لحاظ سے سامان وغیرہ کے متعلق بھی بہت سی مشکلات تھیں۔ اس لئے گذارش ہے کہ اگر احباب اس کے متعلق اظہار رائے کرینگے اور مفید مشورے دیں گے۔ تو انشاء اللہ آئندہ ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائیگی۔

باوجود اس کے کہ یہ پرچہ اعلان کردہ حجم سے دگنا شائع کیا جا رہا ہے۔ مگر پھر بھی کئی مضامین درج نہیں ہو سکے۔ جن کے متعلق اظہار افسوس کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ مگر بعض مضامین تو اسقدر دیر سے پہنچے۔ کہ ان کا درج ہونا ممکن ہی نہ تھا۔ یہ مضامین انشاء اللہ دوسرے پرچوں میں شائع کئے جائیں گے۔

(ایڈیٹر)

نعت در شان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

عجب نوریست در جانِ محمدؐ — عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف — کہ گردد از محبانِ محمدؐ

عجب دارم دل آں ناکساں را — کہ رو تابند از خوانِ محمدؐ

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم — کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ

خدا زاں سینہ بیزار است صد بار — کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ

خدا خود سوزد آں کرم دنی را — کہ باشد از عدوانِ محمدؐ

اگر خواہی نجات از مستی نفس — بیا در ذیل مستانِ محمدؐ

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت — بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش — محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ — دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ

بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم — نثار روئے تابانِ محمدؐ

دریں رہ گر کشندم ور بسوزند — نتابم رو ز ایوانِ محمدؐ

بکار دیں نترسم از جہانے — کہ دارم رنگ ایمانِ محمدؐ

بسے سہل است از دنیا بریدن — بیادِ حسن و احسانِ محمدؐ

فدا شد در رہش ہر ذرہ من — کہ دیدم حسن پنہانِ محمدؐ

دگر استاد را نامے ندانم — کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

بدیگر دلبرے کارے ندارم — کہ ہستم کشتۂ آنِ محمدؐ

مرا آں گوشۂ چشمے بباید — نخواہم جز گلستانِ محمدؐ

دل زارم بہ پہلویم مجوئید — کہ بستیمش بدامانِ محمدؐ

من آں خوش مرغ از مرغان قدسم — کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ

تو جانِ ما منور کردی از عشق — فدایت جانم اے جانِ محمدؐ

دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ — نباشد نیز شایانِ محمدؐ

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را — کہ ناید کس بمیدانِ محمدؐ

الا اے دشمن ناداں و بے راہ — بترس از تیغ بُرّانِ محمدؐ

رہِ مولےٰ کہ گم کردند مردم — بجو در آل و اعوانِ محمدؐ

الا اے منکر از شانِ محمدؐ — ہم از نور نمایانِ محمدؐ

کرامت گرچہ بے نام و نشان است — بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

93

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عورتوں پر احسانات

از محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ ملک کرم الٰہی صاحب ضلعدار

نسوانیات کی قدیم تاریخ دنیا کی ایسی دردناک داستان ہے۔ کہ مشکل سے کوئی شخص اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کی صحت کا یقین کر سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ واقعات محو نہیں ہو سکتے اور یہ بدنما داغ انسانیت کی پیشانی سے کبھی مٹ نہیں سکتا۔ کہ مرد نے اُسی آغوش کو زخمی کیا۔ جس میں اُس نے پرورش پائی۔ اور اُسی سینہ کو مجروح کیا جس سے اس کا رشتۂ حیات وابستہ تھا۔ حضرت خاتم النبیین صلعم کی بعثت سے پہلے کوئی ایسا وحشیانہ فعل اور بد سلوک نہ تھا۔ جو عورت کے ساتھ روا نہ رکھا گیا اور دنیا کی کوئی ذلت ایسی نہ تھی۔ جو اس مظلوم طبقہ کو برداشت نہیں کرنی پڑی۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ سوائے شاذ صورتوں کے عموماً اس امر پر زور دیا گیا ہے۔ کہ عورت کی فطرت مرد کے مقابلہ میں بہت کمزور اور ادنےٰ ہے۔ اور یہی خیال دنیا کی سب قوموں میں پایا جاتا تھا۔ یونانی کہتے تھے۔ کہ "سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے۔ لیکن عورت کے شر کا مداوا محال ہے۔" سقراط کہتا تھا "عورت سے زیادہ فتنہ و فساد کی چیز اور کوئی دنیا میں نہیں وہ دفلی کا درخت ہے۔ جو بظاہر خوشنما اور خوبصورت نظر آتا ہے مگر جب کوئی چڑیا اُسے کھا جاتی ہے۔ تو فوراً مر جاتی ہے۔ جتنے ذلیل ظالم مرد ہیں۔ وہ سب تاریخ کے عالم میں عورت ہو جاتے ہیں۔"

پھر عورت کی تحقیر کا خیال صرف حکماء و فلاسفروں کے دماغ تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ مذہبی دنیا میں بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا تھا۔ چنانچہ قدیس برنا لکھتا ہے۔ "عورت شیطان کا آلہ ہے" یوحنا کا قول ہے۔ "عورت شر کی بیٹی ہے۔ اور امن سلامتی کی دشمن ہے۔" روایات انجیل کے مطابق حضرت مسیح کا بھی اپنی ماں کو جھڑک دینا ظاہر ہوتا ہے۔ انٹونی لکھتا ہے "عورت شیطان کے بازوؤں کا چشمہ ہے۔ اس کی آواز سانپ کی آواز ہے۔" بوناونیٹورا کا قول ہے۔ "عورت اُس بچھو کی مانند ہے۔ جو کہ ہر وقت نیش زنی کو طیار رہتا ہے۔" قدیس سائپرین کا قول ہے کہ "عورت شیطان کا وہ آلہ ہے۔ جس سے شیطان ہماری روحوں پر تسلط کرتا ہے۔" گریگری اعظم کا خیال ہے "عورت میں بچھو کی طرح زہر ہے۔ اور اژدہا کی طرح کینہ۔" قدیس جان ڈمشین کہتا ہے "عورت کذب کی بیٹی اور دوزخ کی رکھوالی ہے۔ اور امن کی دشمن اور اُسی کی وجہ سے آدمؑ نے بہشت کھویا تھا۔"

کریسوسٹوم لکھتا ہے۔ "عورت کی وجہ سے شیطان نے دنیا پر غلبہ کیا۔ نبی آدمؑ اسی کی وجہ سے بہشت سے محروم کئے گئے دنیا کے تمام خطرناک درندوں سے خطرناک درندہ ہے۔"

رومتہ الکبریٰ میں جو کہ عیسائیت کا مرکز تھا۔ عورتوں کی حالت لونڈیوں سے بدتر تھی۔ ان پر جانوروں کی طرح حکومت کی جاتی تھی۔ اور یقین کیا جاتا تھا۔ کہ اس طبقہ کو آرام و آسائش کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ذرا سے قصور پر ذبح کر دی جاتی تھیں۔ سولھویں۔ سترھویں صدی عیسوی میں جادو کا اعتقاد نہایت زور کے ساتھ دلوں میں جاگزیں ہو رہا تھا۔ اس وقت اکثر صورتوں میں غریب عورت ہی پر الزام رکھا جاتا تھا۔ اور وہی ظلم کا شکار ہوتی تھی۔ الگزنڈر ششم لوئی دہم وغیرہ نے جس بیدردی کے ساتھ عورتوں اور ان کے بچوں کو سحر کے الزام میں ذبح کیا۔ اس سے تاریخ یورپ کے صفحات رنگین ہیں۔ ملکہ الزبتھ اور جیمس اول کے عہد میں ہزاروں عورتوں کا اس جرم میں جلایا جانا۔ اور لانگ پارلیمنٹ کے زمانہ میں سولی دیا جانا تاریخ کے لکھے ہوئے واقعات ہیں۔

اسی طرح انگلستان میں عورتوں کو سزا دینے کے لئے ایک خاص مجلس وضع کی گئی۔ جس نے عورتوں پر ظلم کرنے کے لئے جدید قوانین مرتب کئے۔ الغرض سارے یورپ نے اس صنف کو ختم کرنے کا عہد کر لیا تھا۔ جس کا نتیجہ بقول ڈاکٹر سپرنگر یہ ہوا۔ کہ عیسائیوں نے ۹۰ لاکھ عورتوں کو زندہ جلا دیا۔

والٹر۔ روسیو۔ ڈڈیڈو۔ ونکو وغیرہ کے قول کے مطابق فطرت نے مرد کو قوت اور عقل دی ہے۔ اور عورت کو صرف زینت و خوشنمائی۔ اگر عورت سے یہ خارجی پردہ اٹھا لیا جائے۔ تو اس کی اہمیت اور اقتدار بھی ختم ہو جاتا ہے۔ فرانس کا ایک مشہور شاعر لکھتا ہے۔ میں فطرت سے اس لئے برہم ہوں۔ کہ اس نے اس کمینہ جانور (عورت) کو محاسن محو کرنے کے لئے کیوں پیدا کیا۔

یہ تو ان لوگوں کی حالت تھی۔ جو اب تحدی سے دعوے کرتے ہیں کہ عورت کی قدر و منزلت قائم کرنے والی ہماری ہی قوم اور ہماری ہی مذہبی تعلیم ہے۔ مگر افسوس کہ مذہب۔ واقعات اور تاریخ ان کا ساتھ نہیں دیتے۔ رومن کیتھلک مذہب کے رو سے عورت کلام مقدس کو نہیں چھو سکتی تھی اور نہ ہی اُسے گرجا میں داخل ہونے کی اجازت تھی۔ زیادہ سے زیادہ وہ گرجا کی پاسبانی کر سکتی تھیں۔

یہ تو یورپ کی حالت تھی۔ اب میں ہندوستان کی حالت بیان کرتی ہوں۔ کہ اس ملک نے بھی عورت کی بے قدری اور ذلت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا۔ عورت کو مذہبی تعلیم سے قطعاً محروم رکھا جاتا تھا۔ لڑکی کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا تا اس کا زندہ رکھنا باعث ننگ و عار خیال کیا جاتا تھا۔ راجے تک بیویوں کو جوئے میں ہار دیتے۔ متعدد بھائیوں کی ایک بیوی ہوا کرتی۔ مردہ خاوندوں کے ساتھ زندہ عورتیں جلائی جاتیں۔ نیوگ جیسی شرمناک بات ان کی عزت و عصمت کو تباہ کرنے کے لئے روا رکھی گئی۔ مندروں میں دیوتاؤں کے سامنے ان کی قربانی کی جاتی تھی۔ بڑے بڑے مہاتما عورت کے پچھے ہوئے کو نجس سمجھتے۔ ہندوؤں کے ایک بہت بڑے بزرگ کا قول ہے۔ کہ عورت ہرگز قابل اعتبار نہیں بچپن میں اس کی باپ نگرانی کرے۔ جوانی میں خاوند بڑھاپے میں بیٹا۔ غرض کہ عورت کو صرف مرد کی خواہشات کا آلہ و مشغلہ سمجھا گیا اور حیوانوں سے بدتر سلوک ان کے ساتھ روا رکھا گیا۔

اسی طرح عرب کا حال تھا۔ مرد جس قدر بیبیوں سے شادی کرنی چاہتا۔ کر سکتا تھا۔ دوسری قوم کی گرفتار شدہ عورتوں سے نہایت ہی ذلیل اور حیا سوز کام لیا جاتا تھا۔ عورت محض ایک جائداد کے طور پر بھی جاتی تھی۔ نہ صرف اس کا اپنے متوفی خاوند اور رشتہ داروں کی وراثت میں کوئی حصہ تسلیم نہ کیا جاتا تھا۔ بلکہ وہ خود جائداد کا ایک حصہ قرار پاکر ورثہ میں چلی جاتی۔ وارث چاہتا۔ تو اس سے خود نکاح کر لیتا اور چاہتا۔ تو دوسرے سے کرا دیتا۔ یہاں تک کہ باپ کی عورتوں کو بیٹے ورثہ کا حصہ سمجھ کر ان کے ساتھ شادی کر لیتے۔ طلاق دینے کا طریق بھی نہایت ظالمانہ تھا۔ ایک مرد کئی بار طلاق دیکر پھر عدت کے اندر واپس لے سکتا تھا۔ بعض دفعہ عورت کو ماں کہکر معلقہ کی حالت میں چھوڑ دیا جاتا۔ عشق و محبت اور ناجائز تعلقات کے نہایت گندے قصے کھلے اشعار میں فخریہ بیان کئے جاتے۔ بلکہ سبعہ معلقات میں بھی جو اپنی فصاحت میں لاثانی سمجھے جاتے اور کعبہ میں آویزاں کئے گئے۔ ایسے فحش الفاظ میں ان تعلقات کا ذکر ہے۔ جن کی برداشت زبان اور کان نہیں کر سکتے۔ بھرے خاندان کی خواتین سے تشبیب کرنا یعنی ان کو مخاطب کرکے عشقیہ اشعار میں ان کا ذکر کرنا فخر سمجھا جاتا تھا۔ لڑکی کے پیدا ہونے کی خبر پر باپ کا منہ غم سے سیاہ ہو جاتا۔ اور وہ سوچ میں پڑ جاتا۔ کہ ذلت کو اختیار کرکے اسے زندہ رہنے دے۔ یا زندہ درگور کر دے۔ پانچ چھ سال کی لڑکی کو باپ جنگل کی طرف لے جاتا۔ اور گڑھے کے کنارے پر جو اس غرض کے لئے پہلے ہی کھود رکھا ہوتا۔ اسے کھڑا کرکے دھکا دے کر اس میں گرا دیتا۔ چیختی چلاتی ہوئی لخت جگر پر مٹی ڈالکر اس سنگدلی کا ثبوت دیتا۔ جس کے سامنے پتھر بھی پانی ہوں۔ عرب کا ایک شاعر لکھتا ہے۔ ؎

ان النساء شیاطین خلقن لنا۔ نعوذ باللہ من شر الشیاطین

جب رئیس ہراہ کی لڑکی نے انتقال کیا۔ تو ابوبکر خوارزمی نے ان الفاظ میں تعزیت کی۔ "اگر تم اس کے ستر و حجاب اور اس کی صفات حمیدہ کا ذکر کرتے۔ تو تمہارے لئے بہ نسبت تعزیت کے بہت زیادہ موزون ہوتی۔ کیونکہ نا قابل اظہار چیزوں کا چھپ جانا ہی بہتر ہے۔ اور لڑکیوں کا دفن کرنا ہی سب سے بڑی فضیلت ہے۔ ہم ایسے زمانہ میں ہیں۔ کہ اگر کسی شخص کی بیوی اس سے پہلے مرجائے۔ تو گویا اس کی نعمتیں مکمل ہو گئیں۔ اگر بیٹی کو اس نے قبر میں اتار دیا۔ تو گویا اپنے داماد سے پورا انتقام لے لیا۔" ایک شاعر کہتا ہے۔ ؎

تهوی حیاتی واهوی موتها شفقا
والموت اکرم نزال علی الحرام

وہ میری زندگی چاہتی ہے۔ اور میں از روئے شفقت اس کی موت چاہتا ہوں۔ کیونکہ موت عورت کے حق میں بہترین مہمان ہے۔

بعض دفعہ نکاح کے وقت یہ معاہدہ کر لیا جاتا۔ کہ جو لڑکی پیدا ہوگی اسے مار ڈالا جائے گا۔ اس صورت میں غریب ماں سے کنبہ کی سب عورتوں کو اکٹھا کر کے ان کے سامنے اس ظلم کا ارتکاب کرایا جاتا۔ افسوس صد افسوس کہ نہ شریعت موسوی نے اس طرف توجہ کی۔ اور نہ حضرت داؤدؑ اس کا کوئی مداوا کر سکے جس طرح حضرت یعقوبؑ کی نبوت اس باب میں کچھ نہ کر سکی۔ اسی طرح حضرت مسیحؑ کی صلح کل تعلیم اس غریب طبقہ کی خبر لینے کو نہ پہنچ سکی نہ ہی ہندوستان کے وید مقدس نے عورت کی اخلاقی ذہنی روحانی حالت کو بلند کرنے کی کوشش کی۔ اور نہ بدھ نے اس صنف کی دادرسی کی۔ غرضکہ دنیا کا نقشہ ظہر الفساد فی البر والبحر کا مصداق ہو رہا تھا۔ ہر طرف ضلالت دہریت ظلم و ستم عیاشی خونریزی کا دور دورہ تھا۔ کہ ؎

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت۔ بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت

مصلح عظیم رحمۃ للعالمین دنیا کا نجات دہندہ حقیقی محسن۔ خیر البشر۔ تمام کمالات کے جامع کا ظہور پر نور ہوا۔ جس کی آمد نے تاریکی کو روشنی سے ظلمت کو رحمت سے۔ ضلالت کو ہدایت سے دہریت کو روحانیت سے بدل دیا۔ عدل اور انصاف۔ رحم اور محبت۔ مساوات اور حریت کی باد صبا چلنے لگی۔ مظلوموں کو ظالموں کے پنجہ سے نجات دلائی۔ اور عورتوں کی عزت و احترام اور مساوی حقوق کو قائم کیا۔ بچھڑی ہوئی مخلوق کا اپنے خالق سے پیوند کیا اخوت کا ایسا سبق پڑھایا۔ کہ صدیوں کے دشمن آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ اس محسن ہستی نے نہ صرف مرد کو ہی اشرف المخلوقات ہونے کا تاج پہنایا۔ بلکہ اناث کو بھی مردوں کے ہم پلہ اور دوش بدوش کھڑا کر دیا۔ تمام خونخوار افعال کا خاتمہ ہمیشہ کے لئے "والموؤدۃ سئلت" کی آواز سے کر دیا۔ یعنی وہ وقت آئیگا جب سوال کیا جائیگا۔ کہ زندہ لڑکی کو کس گناہ کے عوض مارا گیا۔ ان الفاظ نے دنیا کی فضا میں ایک ایسی گونج پیدا کی کہ دنیا میں تمام قوموں اور مذاہب کو اس کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔

پھر فرمایا خیرکم خیرکم لاھلہ تم میں بہتر وہ ہے۔ جو اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔ پھر حقوق کی نسبت قرآن کریم نے فرمایا۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف یعنی عورتوں کے لئے ایسے ہی حقوق مردوں پر ہیں جیسے مردوں کے لئے عورتوں پر۔ پھر وہ ناچیز ہستی جو بطور ورثہ بھی جاتی تھی۔ باپ خاوند بھائیوں کی جائداد کی وارث ٹھہری ہر ایک عبادت علم و عمل میں مردوں کے برابر کا حقدار قرار دیا۔ اور دنیا کو بتلا دیا۔ کہ وہ بھی آدمؑ کی نسل سے ہے۔ ہر ایک نیکی اور بدی میں جزا سزا کی یکساں حقدار ہے۔ جیسا کہ مرد اعمال صالحہ سے اپنے معبود کو راضی کر کے ہر ایک انعام و اکرام کا وارث ہو سکتا ہے۔ ویسے ہی فرقہ اناث کے لئے بھی اعمال صالحہ اور جنت الفردوس کا دروازہ کھلا ہے۔

بانئے اسلام نے جو اسوہ اس طبقہ کے لئے پیش نظر رکھا وہ یقیناً عورت کی مکمل ترقی کا ضامن ہے۔ اور کثرت سے ایسی مثالیں موجود ہیں۔ کہ سرزمین عرب میں جہاں عورت کے ساتھ بدترین سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ اس تعلیم کی بدولت نساء کے وہ نمونے پیش کئے۔ کہ مشکل سے ان کی نظیر مل سکتی ہے۔ اگر بانئے اسلام نے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ کا ارشاد فرما کر عورت کے لئے تعلیم و ترقی کا دروازہ کھول دیا ہے۔ تو دوسری طرف مردوں کو اخلاقی تعلیم دے کر یہ بھی بتایا۔ کہ اس لحاظ سے ان کی حالت آبگینوں کی طرح ہے۔ جو ذرا سی ٹھیس سے چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ نبی عربیؐ نے اپنے عملی نمونہ سے عورت کی عظمت اس کے حقوق اور مرتبہ کو قائم کر کے اہل دنیا کو دکھا دیا۔ کہ وہ پاک وجود مرد و عورت کے لئے یکساں راہبر حقیقی محسن کامل اور اکمل نمونہ تھے۔ اس سید ولد آدم نے فرقہ اناث کی عزت و توقیر کو صرف اپنے مذہب یا قوم تک ہی محدود نہیں کیا۔ بلکہ ہر ایک مذہب و ملت کی عورتوں کی حضور عزت افزائی کرتے رہے۔ جنگ حنین کے قیدیوں میں حضور کی رضاعی بہن آپ کے سامنے لائی گئیں۔ تو آپؐ نے ان کو پہچان کر اپنی چادر بچھا دی۔ نہایت عزت اور احترام کے ساتھ بٹھایا۔ ان کو اپنے ساتھ لیجانا چاہا۔ مگر انہوں نے اپنی قوم میں رہنا پسند کیا۔ آخر پر حضور نے نہایت احترام اور تحائف کے ساتھ ان کو واپس کر دیا۔ بنی طے نے کچھ شرارت کی۔ تو ان سب کو قید کر کے دربار نبوی میں لایا گیا۔ ان قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ تھی۔ جب حضور انور کو خبر پہنچی۔ تو اسے بلا کر نہایت عزت و احترام سے واپس کرنا چاہا۔ مگر نیک فطرت باپ کی بیٹی نے اکیلے رہا ہونے پر قید میں رہنے کو ترجیح دی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سب ہمراہی قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مذہب و ملت اور ہر قوم کی خاتون کی قدر و منزلت فرماتے تھے۔ اور آپ اس بارے میں مذہب و ملت کی کوئی خاص رعایت نہ فرماتے تھے۔ آپؐ اپنی رضاعی والدہ رضاعی بہنوں اور اپنی بیوی خدیجہؓ کی سہیلیوں کی خاطر کھڑے ہو جاتے۔ اور انہیں بیٹھنے کے لئے چادر بچھا دیتے۔ اپنی بیٹی کے ساتھ کمال عزت۔ محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے اور فرماتے "اکرموا اولادکم"۔ ماں کی اس قدر قدر و منزلت سکھائی۔ کہ ارشاد فرمایا۔ "جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

آپؐ ہمیشہ خانگی امور میں بیویوں کو مدد دیتے۔ خود اپنی بکریوں کا دودھ دھو لیتے۔ اپنے کپڑوں کی مرمت کر لیتے۔ اپنی جوتی گانٹھ لیتے۔ گھر میں جھاڑو دے دیتے۔ اپنے اونٹ کو باندھ لیتے۔ اس کے آگے چارہ ڈال دیتے۔ آگ جلا دیتے۔ اور فرماتے جیسے تمہارے حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں۔ ویسے ہی تمہاری بیویوں کے حقوق تم پر ہیں۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں خدا کی امانت ہیں۔ پس تم ان سے نیک سلوک کرو۔ حضرت خدیجہؓ کا ان کی فوتیدگی کے بعد بھی بڑی عزت سے تذکرہ فرماتے۔ ان کی سہیلیوں کو تادم زیست تحفے تحائف بھیجتے رہے۔

چونکہ حضورؐ روحانی معالج تھے۔ متعدد نکاح محض بیوہ اور مطلقہ عورتوں کی قدر و منزلت قائم کرنے کے لئے کئے جن کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ ان کی اور ان کے یتیم بچوں کی سرپرستی فرمائی۔ اور انہی نکاحوں کی بدولت حضورؐ کے اعلےٰ اخلاق سے متاثر ہو کر کئی قبیلوں نے ہدایت پائی۔ حضورؐ سب بیویوں سے بڑی نرمی اور شفقت سے پیش آتے۔

غرض اسلام اور ہادیٔ اسلام نے عورتوں کے درجہ کو بلند کر کے۔ ان کے مساوی حقوق قائم کر کے ان کا احترام مردوں پر واجب کر دیا۔ اور یہی وہ کمی تھی۔ جس کو امم سابقہ کے ہادی پوری نہ کر سکے۔ بانئے اسلام کی اس عزت افزائی کے باعث زندہ درگور کی جانے والی ہستیاں علم و عمل۔ بہادری۔ اولوالعزمی۔ زہد و تقویٰ اور خدمت دین کے میدان میں بعض اوقات مردوں سے بھی گوئے سبقت لے گئیں۔

دنیا میں مختلف نبی فطرت انسانی کی مختلف شاخوں کی نشو و نما کے لئے آتے۔ اور ان کے وجود میں اخلاق فاضلہ کا ایک خاص پہلو ظہور پذیر ہوا۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فطرت انسانی کی ساری شاخوں کی ایسی کامل تربیت کی اور آپؐ کے وجود مبارک میں اخلاق انسانی کے سارے پہلو ایسے روشن ہوئے۔ کہ آپؐ کے بعد کسی صاحب شریعت نبی کی حاجت دنیا میں نہ رہی۔ اگر آپؐ نے وحشیوں اور اخلاق سے عاری قوموں کو متمدن اور با اخلاق انسان بنایا۔ تو متمدن اور با اخلاق انسانوں کو با خدا بنا دیا۔ اللّٰھم صلِّ علیٰ محمدٍ وبارک وسلم۔

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات اور حالات انسان کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہیں۔ حضور انورؐ نے اپنی ریت کے ذرّوں کی طرح بکھری ہوئی قوم کو جمع کر کے ایک ایک مضبوط پہاڑ بنا دیا۔ جو کہ حوادثات روزگار کی خطرناک سے خطرناک ٹکروں کے مقابلہ میں اب تک مستحکم ہے۔ حضورؐ کا منشا رہی اعلاء کلمۃ اللہ اور اصلاح خلق تھا۔ اس منشار کو ایسے بے مثل انداز میں پورا کیا۔ کہ بت پرستی۔ توہم پرستی اور شرک کے چہروں پر جو نقاب پڑا ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ کے لئے اٹھ گیا۔ اور توحید کے نور سے دنیا جگمگا اٹھی۔ اور ایسی خونخوار اور دشمن نسوان قوم میں پیدا ہو کر جس میں زندہ لڑکیوں کو گاڑ دینا بڑا فخر سمجھا جاتا تھا۔ عورتوں کی ایسی عزت اور حیثیت اور حقوق قائم کرنا۔ کہ موجودہ تہذیب بھی طبقہ نسواں کو اس کا عشر عشیر عطا نہ کر سکی۔ اس فخر الرسل محسن حقیقی اور رحمت للعالمینؐ کا ہی کام تھا۔ جس کے شکریہ میں اگر روئے زمین کی تمام عورتیں قیامت تک حضورؐ کے احسانات کو یاد کر کے شب و روز درود بھیجتی رہیں۔ تو بھی یہ کہنا پڑیگا۔ کہ

حق تو یہ ہے۔ کہ حق ادا نہ ہوا

اور دراصل حقیقی شکریہ کا یہ طریق ہے۔ کہ اس پاک وجودؐ کی مقدس تعلیم کو دنیا میں پھیلایا جائے۔ اور جو قومیں ابھی ناآشنا ہیں۔ اور تریاق کو زہر۔ اور محسن کو دشمن۔ اور نجات دہندہ کو ظالم ٹھیرا رہی ہیں۔ انھیں اس پاک چشمہ سے شیریں کام کیا جائے۔ تاکہ جن قوموں نے ابھی تک عورتوں کو جائز حقوق سے محروم کر رکھا ہے۔ وہ ان کے حقوق کو سمجھیں اور ان کی قدر و منزلت کرنا سیکھیں۔

مسلمان خواتین کو چاہیئے کہ غیر مسلم عورتوں میں اسلام کی تبلیغ کریں۔ اور انھیں ان احسانات سے آگاہ کریں۔ جو طبقہ نسواں پر صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئے۔ اور وہ حقوق بتائیں۔ جو اسلام نے عورتوں کو دئے ہیں۔ اور جن سے باقی تمام مذاہب خالی ہیں +

فرقہ نسواں کو بانیٔ اسلام کے عطا کردہ حقوق

از محترمہ مریم بیگم صاحبہ۔ اہلیہ جناب حافظ روشن علی صاحب۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے جہان کے لئے رحمت ہیں۔ مگر خصوصیت کے ساتھ عورتوں کے عظیم الشان محسن ہیں کیونکہ آپؐ کا سب سے زیادہ احسان گروہ نسوان پر ہے۔ سلسلہ دختر کشی اور زندہ درگور کرنا آپؐ کی ہی بعثت سے مسدود ہوا۔ گویا ہمارا دنیا میں زندہ رہنا آپؐ ہی کی برکت احسان سے ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث نہ ہوتے۔ تو آج ہماری ہستی کا بھی دنیا پر نام و نشان نہ ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے عورتوں کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ یہاں تک کہ عورت کو جائداد کا وارث تک قرار نہیں دیا جاتا تھا۔ نہ ہنود اور نہ نصاریٰ میں۔ یہ احسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی ہے۔ کہ آپ ضعف عورتوں کی بدتر حالت پر رحم کر کے اُن کے لئے حق وراثت قائم کیا جہاں عورتوں کو ایک پیسہ پر بھی یہ قدرت نہ تھی۔ کہ وہ اپنی مرضی سے اسے صرف کریں۔ وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت عورتوں کو اسلام نے یہ حریت عطا کی۔ اور مردوں کو یہ حکم صادر فرمایا۔ ان اٰتیتم احدٰھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً۔ اگر تم ان میں سے کسی کو خزانہ بھی دے چکے ہو۔ تو اس سے مت کچھ لو۔

یہ کمال اسلام میں ہی ہے۔ کہ خاوند خواہ کتنا ہی مال عورت کو دے دے۔ پھر وہ اس سے لے نہیں سکتا۔ عورت ہی اپنے مال کی مالک ہے جسطرح چاہے اُسے صرف کرے۔ ہاں اگر وہ چاہے۔ تو اپنی مرضی سے بطور احسان خاوند کو بھی دے سکتی ہے۔ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی احسان ہے۔ کہ آپ نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ محبت اور حسن معاشرت کی تاکید فرمائی ہے۔ جتنا لوگوں نے عورتوں کو بالکل ناکارہ اور کسی لائق نہ سمجھ کر کسی رائے اور مشورہ دینے کے قابل نہیں سمجھا تھا۔ اتنا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صنف کی قدر کی۔ اور اس کو مشورہ دینے کا حق دیا چنانچہ صلح حدیبیہ میں آپؐ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایسے اڑے وقت میں مشورہ لیا۔ جب کہ صحابہؓ کو عمرے کا قصد چھوڑ دینے۔ قربانیاں کرنے اور سر منڈوانے کا ارشاد فرما رہے تھے۔ مگر وہ تعمیل ارشاد میں تامل کر رہے تھے۔ حالانکہ صحابہ ہر ایک ارشاد کی فوراً تعمیل کیا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حالت دیکھکر غم و فکر لاحق ہوا۔ آپؐ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور صحابہؓ کا حال اُن سے ذکر کر کے فرمایا۔ میں ان کو حکم دیتا ہوں۔ مگر وہ تعمیل میں متامل ہیں۔ ام سلمہؓ نے کہا۔ کیا آپؐ چاہتے ہیں۔ کہ وہ تعمیل کریں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ضرور۔ ام سلمہؓ نے کہا۔ آپؐ باہر تشریف لے جائیں۔ اور کسی سے بات نہ کریں۔ آپؐ اپنا مزین طلب فرمائیں سر منڈائیں۔ اور اپنی قربانی ذبح کریں۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا۔ پھر تو صحابہؓ نے فوراً تعمیل کی۔ اور اتنی جلدی کی۔ کہ یوں معلوم ہوتا تھا۔ ایسی جلدی سر منڈائے جاتے تھے۔ کہ گویا سر کٹائے جا رہے ہیں۔

ہنود کی اس بد رسم کو جس کی وجہ سے عورتوں پر یہ ستم کیا جاتا تھا۔ کہ خاوند کے مرنے پر عورت کو بھی ساتھ ہی جلا دیا جاتا تھا اور مردہ خاوند کے ساتھ عورت کا زندہ جل مرنا ہی اس کے لئے بہتر اور قابل فخر سمجھا جاتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عورتوں پر یہ احسان ہے۔ کہ آپؐ نے اس باطل رسم کو بالکل مٹا دیا۔ اور وہ اس طرح کہ اسلام نے بیوہ عورت کے لئے چار مہینے دس دن کی میعاد مقرر کر دی۔ اس میعاد کے بعد وہ آزاد ہے۔ خواہ نکاح کرے۔ یا نہ کرے۔ یہ اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ جوان بیوہ عورت کے لئے بغیر نکاح کے رہنے کی پابندی جیسا ظلم یا خاوند کے ساتھ زندہ جل مرنے جیسا ستم مشرکین نے جاری کیا ہوا تھا۔ اس سے آپؐ نے عورتوں کو نجات بخشی چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے ایک کے باقی تمام نکاح بیوہ عورتوں سے کئے۔

عیسائیت ایک بڑا مذہب ہے۔ لیکن اس میں بھی عورتوں کی روح نہیں مانی جاتی۔ عورت بیچاری کا اپنا نام ہی نہیں ہوتا۔ جب باپ کے گھر ہوئی۔ تو مس فلاں کہلائی۔ اور جب خاوند کے گھر گئی۔ تو مسز فلاں کہلائی۔ یعنی عورت باپ یا خاوند کے نام پر ہی پکاری جاتی ہے۔ پھر جو عیسائیوں میں عورت کی عزت و تکریم ہے۔ اس کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ وہ بھی انہیں کے بزرگان کے اقوال سے ظاہر ہے۔ سینٹ برنارڈ صاحب کا قول ہے۔ عورت شیطان کی کشتی ہے۔ سینٹ بو[illegible] وینچر کہتا ہے عورت کیا ہے۔ ایک بچھو ہے۔ جو ہر وقت کاٹنے کو تیار رہتا ہے۔ یا یوں کہو کہ وہ شیطان کا گرز ہے۔ سینٹ سائی پری ان کہتا ہے یوں سمجھو کہ عورت ایک ہتھیار ہے۔ جس کو شیطان اس نے استعمال

کرتا رہتا ہے کہ اُس کا تسلط ہماری جانوں پر ہو جائے۔ سینٹ جیروم کا بیان ہے۔ عورت شیطان کا دروازہ ہے۔ یا بدمعاشی کی سڑک ہے۔ یا بچھو کا ڈنک ہے۔ سینٹ گریگوری اعظم فرماتے ہیں کہ عورت ایک خونخوار افعی کا سا زہر ہلاہل رکھتی ہے۔ اور ایک پرواز کرنے والے سخت زہردار سانپ کا سا کر رکھتی ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ نفسی وابی وامی نے عورتوں کی حالتِ زار پر رحم کر کے عورت اور مرد کو زندگیوں میں مساوی قرار فرمایا۔ اور اللہ تعالےٰ کی اس مخلوق کو جسے اللہ تعالےٰ نے مرد کے لئے بہترین مونس بنایا ہے۔ غیر مذاہب کی ذلت و حقارت سے بچایا۔ قرآن مجید جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے۔ وہ باوازِ بلند پکار پکار کر بتا رہا ہے۔ ولھن مثل الذی علیھن جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ خاوندوں کا فرض ہے۔ کہ وہ عورتوں کے حقوق ادا کریں۔ ان کے مرتبہ و مدارج و عزت کا خیال رکھیں۔ ایسا ہی عورتوں کے لئے بھی ہے کہ وہ خاوندوں کے حقوق ادا کریں۔ اور ان کے مدارج و عزت کا لحاظ رکھیں۔

کیا مذہب سے مہذب ممالک میں کوئی ہے۔ جو اسلام کی اس بات کا مقابلہ کر سکے۔ پھر فرمایا۔ من یعمل من الصلحت من ذکر او انثیٰ وھو مؤمن فاولئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیرا۔ جو شخص نیک کام کرے۔ مرد ہو یا عورت وہ مومن ہو۔ تو اس کا اجر پائے گا۔ پھر فرمایا۔ من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون

ان آیات پر غور کرنے سے ہر سعید الفطرت انسان اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ اسلام نے عورتوں کے حقوق کی کس قدر نگہداشت کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ بیویاں کرنا بھی احسانِ عظیم ہے۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرائیویٹ لائف کے تفصیلی واقعات کا زبردست شہادتوں کے ساتھ دنیا کے سامنے آنا ضروری تھا۔ اور ضروری تھا کہ آپ کا ہر ایک عمل گفت و شنید۔ تحمید و تقدیس بے نقاب ہو تاکہ وہ خصوصیت جس نے کہ تمام دیگر انبیاء و مصلحین سے آپ کو ممتاز بنایا ہے۔ وہ نمایاں ہو جائے۔ اور خاتم النبیین ہونے کے لحاظ سے بھی یہ ضروری تھا کہ آپ کی اصلاح دوسرے مصلحین کی طرح ادھوری نہ رہے۔ بلکہ انسانی زندگی کے ہر ضروری اور فطری پہلو کو اس کے تمام ظواہر اور مخفی شعبوں کو من کل الوجوہ دنیا کے سامنے پیش کر دینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا اور سب سے آخری کام تھا۔ یہ مخفی خزانہ امہات المومنین کی وساطت سے دنیا کو دستیاب ہوا

اگر وہ باتیں تاریکی میں رہتیں تو یہ کیونکر معلوم ہو سکتا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوقاتِ تنہائی کن کن مشاغل میں گزرے اور ان مشاغل کو جو انسان کے لئے ضروری ہیں کس طرح احسن طور پر سرانجام دینا چاہیئے۔

پس آپ نے جس قدر بھی نکاح کئے۔ ان کی بنیاد فوائد کثیرہ ملک و ملت اور مصالح جمیلہ قوم و امت پر مبنی تھی۔ اور مستورات میں سے بھی آپ ایک صحیح اصلاحی اور تبلیغی جماعت بنانا چاہتے تھے۔ جو کتاب و سنت اور بالخصوص حیاتِ طیبہ کے مستور حصہ میں مسلمانوں کی رہنمائی کرے اور علم و عمل میں نسوانِ امت کے لئے بہترین نمونہ ہو۔ ان تمام مسائل سے کماحقہٗ واقف ہو۔ جن کا تعلق خصوصیت سے مستورات کے ساتھ ہے۔ اور جن کا جاننا اُن کے لئے نہایت ضروری ہے۔ لیکن مردوں سے پوچھنے میں ان کو حجاب مانع ہے۔ اور مردوں کو بھی انہیں بتانے میں دقت ہے۔

میرے پیارے رسول اللہ تیرے ان احسانوں کو یاد کر کے جو تو نے خاص کر ہماری صنف پر کئے۔ بے اختیار منہ سے نکل جاتا ہے۔ اللھم صل وسلم وترحم وتحنن وتبارک علی حبیبنا محمد وآلہ وصحبہ ومحبیہ اجمعین

حسنِ یوسف دمِ عیسےٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں پر عظیم الشان احسانات

(از محترمہ سیدہ خاتون صاحبہ لاہور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے عورت کی زندگی کی کل ہسٹری درد و غم کی تصویر تھی۔ آپؐ نے والدین کو بجائے لڑکیوں کے مار دینے کے یہ حکم دیا۔ کہ جو ان کی پرورش کرے اور ان کی عمدہ تربیت کرے۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بڑے بڑے انعام و اکرام کا مستحق ہوگا۔ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے آپؐ نے اس نکتہ کو سمجھ لیا جس پر دنیا آج زور دے رہی اور کہہ رہی ہے۔ کہ ہم عورتوں کی تعلیم کے بغیر کوئی ترقی نہیں کر سکتے کیونکہ ایک نونہال بچہ جو جاہل ماں کی آغوش میں تربیت پائے اس سے وہ امید یں جو ہم اپنی ترقی کے لئے چاہتے ہیں۔ ناممکن ہیں۔ آپؐ کے زمانہ میں عورتوں نے ایسی ہی لیاقت دکھائی۔ کہ مرد بھی دو زانو ہو کر ان سے تعلیم پاتے تھے۔ پھر شادی کے موقعہ پر مہر کا حقدار ٹھیرایا۔ کہ وہ خاوند کے گھر میں داخل ہونے سے پیشتر اس کے مال کے ایک حصہ کی وارثہ بن کر آئے۔ اور وہ حصہ ایسا پختہ ہو۔ کہ خود خاوند بھی بجز اس کی رضامندی کے لینے کا حقدار نہیں۔ وہ اپنی جائداد کی مستقل طور پر مالک ہے۔ پھر مردوں کو یہ حکم دیا کہ گو بعض باتوں میں تم کو ان پر فوقیت ہے لیکن باقی تمام معاملات میں وہ تمہارے برابر ہیں جیسے تمہارے ان پر حقوق ہیں۔ ویسے ہی ان کے بھی تم پر ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ کوئی ایسی صورت ہو کہ علیحدگی اختیار کرنی پڑے۔ تو اگرچہ ان کو ڈھیروں مال دیا ہو۔ تو واپس لینے کے تم حقدار نہیں۔ پھر آپؐ نے مطلقہ اور بیوہ عورتوں سے شادی کر کے ایک سنت قائم کی کیونکہ پہلے لوگ مطلقہ وغیرہ کو بُرا جانتے تھے۔ غرض آپؐ کو عورتوں سے نہایت درجہ کی ہمدردی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت کی عورتیں جو خوش قسمتی سے زمانہ حال کی بہتری اور زمانہ قدیم کی ابتری بچشم خود دیکھ چکی تھیں اپنی جان و مال سے آپ پر قربان تھیں۔ اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں اور خاوندوں اور بیٹوں سے زیادہ آپؐ سے محبت کرتی تھیں۔ کیونکہ وہ جانتی تھیں۔ کہ ہم کو جو کچھ ملا آپؐ ہی کی بدولت ملا ہے۔ ورنہ یہی باپ اور بھائی۔ خاوند اور بیٹے پہلے بھی تھے۔

پس اے فرقہ اناث ذرا سوچو۔ کہ کس نے تم کو باپ سے زیادہ ہمدرد اور بھائی سے زیادہ رفیق بن کر زندہ درگور ہونے سے بچا کر تمہارے والدین کو تعلیم دلوائی اور اب بتلا کر تمہیں انسان بنایا۔ اور پھر کس نے اس حالت سے جو غلامی کی حالت سے مشابہ تھی نجات دلا کر مساوات اور آزادی عطا فرمائی اور کس نے عورت مرد کے تعلقات کو بہترین صورت میں قائم رکھنے کے لئے نہایت اعلےٰ تعلیم پیش کی۔ اور مردوں کو حسن سلوک کا حکم دیا۔

پھر کیا تمہاری غیرت گوارا کرتی ہے۔ کہ ایسے محسن اور ہمدرد کو کوئی بُرا بھلا کہے۔ اور تم خاموش بیٹھی سنا کرو۔ آج اگر تمہارے سامنے کوئی تمہارے کسی عزیز کو بُرا کہے۔ تو کیا سن سکتی ہو۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کس طرح سن سکتی ہو۔

اللہ تعالےٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہزار ہزار درود ہوں۔ جنہوں نے اس وقت گم شدہ راستہ حق پھر دکھایا۔ اور آپ کے خلیفہ پر ہزار ہا رحمتیں حق کی نازل ہوں۔ جنہوں نے ہم کو اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اور ہمیں موقعہ دیا ہے۔ کہ ہم اپنے عمل سے آپؐ کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کریں

رسول پاک سے عورتوں کا اخلاص

(از ہاجرہ بیگم اہلیہ ایڈیٹر الفضل)

کیسے ظالم ہیں وہ لوگ۔ جو اس پاک انسان پر جس نے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو اپنی قوت قدسی سے پاک بنا دیا۔ یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ نعوذ باللہ عیاش تھے۔ وہ اتنا نہیں سوچتے۔ کہ عیاشی کا نتیجہ لوگوں میں نفرت اور حقارت پیدا ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوا کرتا۔ دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں گزرا جس نے اپنی زندگی عیاشی اور نفس پرستی میں گزاری ہو۔ اور لوگوں میں اور خاصکر طبقہ نسواں میں اس سے دلی نفرت اور بیزاری نہ پیدا ہوئی ہو۔ دنیا کے وہ بڑے بڑے شان و شوکت اور قوت وطاقت والے انسان جو کروڑوں انسانوں کی جان و مال کے مالک تھے اور جو اپنی آنکھ کے اشارہ سے جسے چاہتے پل میں موت کے گھاٹ اُتار دیتے اور جسے چاہتے مال و دولت سے خوشحال کر دیتے۔ ان میں سے جب کوئی عیاشی میں پڑا تو سب کی نظروں سے گر گیا۔ اور اپنے لئے نہ تو فرق اناث سے اور نہ ذکور سے ایسے مخلص اور ہمدرد پیدا کر سکا۔ جو اس سے دلی تعلق اور سچی محبت رکھتے بلکہ ہر ایک کو اس نے اپنے خون کا پیاسا بنا لیا۔ اگرچہ اس کی طاقت اور قوت کی وجہ سے کوئی دم نہ مار سکا۔ لیکن دنیا کے عیاش اور نفس پرست حکمرانوں میں کسی کے متعلق بھی یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اسے مخلص اور حقیقی خیرخواہ میسر آ سکے ۔

مگر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف مردوں نے آپ پر اپنی جان و مال قربان کرنا اپنے لئے سب سے بڑھ کر نعمت سمجھی۔ بلکہ عورتوں کو بھی آپ سے وہ اخلاص اور محبت تھی۔ کہ جسکی نظیر دنیا کے پردہ پر اور کسی جگہ نہیں مل سکتی ۔

جن عورتوں نے اپنے پاک ہادی کے لئے بخوشی سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کیں اور بے نظیر صبر دکھایا۔ انکی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ ان کا ایک مضمون میں ذکر کرنا ناممکن ہے میں صرف دو تین مثالیں پیش کرتی ہوں ۔

جنگ احد کا واقعہ ہے جب مسلمانوں پر فتح کے بعد نہایت نازک وقت آگیا تو ایک خاتون جن کا نام اُمِ عمارہ تھا اور جو لڑائی کا رنگ دیکھنے کے لئے میدان جنگ میں آگئی تھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے نرغے میں دیکھ کر بے تاب ہو گئیں اور باوجود نسوانی ضعف اور کمزوری کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر تیر اور تلوار سے جنگ کرنے لگیں۔ یہاں تک کہ زخمی ہو گئیں ۔

اس نہایت نازک اور خطرناک وقت میں کس چیز نے ان میں اتنی جرأت اور دلیری پیدا کر دی کہ وہ خطرناک جنگ میں شریک ہو گئیں۔ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک محبت اور الفت سے انکو اپنی جان کی کوئی پروا نہ رہی اور نہ دشمن کے غلبہ کا کوئی خیال آیا نہ اپنی کمزوری اور ضعف کیطرف نظر گئی۔ صرف یہی بات یاد رہ گئی۔ کہ مجھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پروانہ کی طرح قربان ہو جانا چاہیئے۔ یہ جذبہ اور یہ خیال صرف اسی انسان کے لئے پیدا ہو سکتا ہے جس کے متعلق یہ یقین ہو کہ اس کے لئے جان قربان کر دینا کوئی مہنگا سودا نہیں۔ بلکہ اس طرح خدا کی رضا اور آخرت میں سرخروئی حاصل ہوگی۔ اور دنیا کی چند روزہ زندگی کے مقابلہ میں یہ بات بڑی نعمت ہے ۔

پھر اسی جنگ احد کا واقعہ ہے کہ جب شہیدوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کی لاش اس حالت میں ملی کہ ان کا پیٹ چاک کیا ہوا تھا۔ اور جگر باہر پڑا تھا۔ ناک کان کاٹے ہوئے تھے ۔ تو اس کا اثر نہ صرف صحابہ پر بلکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا گہرا پڑا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ میں کبھی ایسی جگہ کھڑا نہیں ہوا۔ جہاں اس جگہ سے زیادہ مجھ کو غیظ و غضب پیدا ہوا ہو۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کیسا دردناک نظارہ تھا۔ اسی لئے جب حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہ اپنے بھائی کی لاش کو دیکھنے کے لئے آئیں تو حضورؐ نے ان کے بیٹے زبیر سے کہا تم اپنی ماں کو واپس بھیجدو تاکہ حمزہؓ کی یہ حالت نہ دیکھیں۔ جب زبیر نے اپنی ماں سے واپس جانے کیلئے کہا تو وہ سمجھ گئیں اور کہلا بھیجا میں نے سُن لیا ہے کہ میرے بھائی کو مثلہ کیا گیا ہے۔ مگر یہ خدا کی راہ میں ہوا ہے اور میں اسپر صبر کرونگی۔ اسپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو آنے کی اجازت دیدی اور انھوں نے آکر اس سنسنی پیدا کر دینے والے نظارہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر کیا مجال کہ بے صبری کا ایک لفظ بھی مُنہ سے نکالا ہو۔ دعائے مغفرت کر کے واپس چلی گئیں ۔

پیارے بھائی کو بہن کا ایسی حالت میں دیکھ کر ایسا صبر دکھانا اور یہ کہنا کہ جو کچھ ہوا خدا کی راہ میں ہوا ہے۔ ظاہر کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انکو کیسا اخلاص تھا۔ حضرت حمزہؓ اسی لئے شہید ہوئے تھے کہ انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا۔ اور آپ کے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے نکلے تھے۔ مگر انکی بہن کا ایمان کتنا مضبوط تھا۔ کہ نہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی قسم کا شکوہ زبان پر نہ لائیں بلکہ آہ بھی نہ کی۔ اور سمجھا کہ جو کچھ ہوا خدا کی راہ میں ہوا ہے۔ سوائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ایسے اخلاص کے عورتوں کے اخلاص کی مثال کہاں مل سکتی ہے ۔

جنگ احد میں چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر اُڑ چکی تھی اور کفار نے اسے بہت شہرت دی تھی۔ اس لئے مدینہ میں صحابہ کے گھروں میں کہرام مچا ہوا تھا مسلمان عورتیں بڑی بےچینی کی حالت میں تھیں جب مسلمان جنگ سے واپس لوٹے تو عورتیں اپنے گھروں سے نکل نکل کر اُن سے رسول پاک کے متعلق پوچھتی تھیں۔ ایک عورت اسی غرض کیلئے کھڑی تھی کہ لوگوں نے اسے کہا تمہارا بھائی شہید ہو گیا ہے۔ اس نے پوچھا رسول اللہ کا کیا حال ہے۔ اسے کہا گیا تیرا باپ بھی شہید ہو گیا ہے۔ پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھا تو اسے یہ جواب ملا کہ تیرا خاوند بھی شہید ہو گیا ہے اس نے کہا میں تم سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دریافت کرتی ہوں۔ اسپر جب اسے اشارہ کر کے بتایا گیا کہ آپ بخیر و عافیت ہیں اور اس نے آپ کو دیکھ لیا تو کہنے لگی آپ کے بعد ہر ایک مصیبت چھوٹی ہے یعنی سب سے زیادہ ہمیں آپ کی سلامتی مطلوب ہے ۔

اس عورت کی ہمت اور حوصلہ کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ عورت کے لئے باپ بھائی اور خاوند کے رشتے نہایت ہی عزیز ہوتے ہیں اور انہی پر اسکی ساری زندگی کا آرام و آسائش منحصر ہوتی ہے۔ مگر وہ ان رشتوں کو اس تعلق کے مقابلہ میں کچھ نہیں سمجھتی۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اور آپ کی سلامتی کی خبر سُن کر خدا تعالیٰ کا شکر کرتی ہے۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو تعلق ہے۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کے کسی تعلق کی کوئی حقیقت نہیں ہے ۔

جس انسان کے متعلق عورتوں جیسی کمزور اور ناتوان مخلوق نے ایسا اخلاص اور ایسی فداکاری دکھائی ہو۔ اسپر عیاشی کا الزام لگانے والوں کے متعلق سوائے اسکے اور کیا کہا جائے کہ وہ اندھے ہیں اور ان کی عقل ماری گئی ہے۔ ورنہ کہاں عیاشی اور کہاں ایسا ایمان اور ایسا اخلاص جو مسلمان خواتین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دکھایا ہے ۔

ہمارا بے مثال شفیق

(از محترمہ سکینۃ النساء صاحبہ قادیان)

اس کریم۔ رحیم آقا کے تاجدار کے وصف اور اس ناچیز ذرۂ خاک کا قلم؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک کی مثال ہے۔ تاہم جبکہ ہمارے الفضل کا پرچہ ایسے قیمتی مضامین سے مزین ہوگا چند ایک احسان جو سرور کائنات صلعم نے فرقۂ اناث پر فرمائے ان پر بطور ثواب حاصل کرنے کے اگر یہ خاک پائے نبی عربی کچھ نہ لکھیگی تو دل میں افسوس رہیگا۔ کہ کیوں اس ثواب سے محروم رہی ذوہمہ صفت موصوف عالیجناب جس قدر عورت ذات پر مہربان اور شفیق تھے۔ کسی بھی مذہب میں اس کی مثال ملنی محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ دوسرے مذاہب میں اور اسلام سے پہلے عورتوں کو حیوان مطلق۔ ناقص الفہم سمجھا جاتا رہا۔ ان سے حیوانوں ایسا سلوک ہوتا رہا۔ قریش ایسی متکبر اور اعلےٰ قوم کہلانے والے لوگ عورتوں کو بدسے بدترین سلوک کرنے کا حق سمجھتے۔ گائے بیل کی طرح ان سے برتاؤ کرتے حتیٰ کہ کوئی عورت ذات کہلانے والی بحالت ایام صحولہ انکے برتنوں تک کو ہاتھ نہ لگا سکتی۔ تفاخر کے مارے زندہ لڑکیوں کو زمین میں دفن کر دیتے۔ مگر ہمارا رؤف آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوتا ہے۔ دیکھیے پیارا کریم الفاظ میں حکم دیتا ہے۔ کہ دیکھو دنیا میں مجھے تین چیزیں بہت پسند ہیں عورت خوشبو۔ نماز۔ پھر کیسے الطاف وکرم میں ڈوبے ہوئے الفاظ ہیں کہ عورت کی ٹیڑھی پسلی سے پیدائش ہے اسے زور سے سیدھا کرنا چاہوگے تو ٹوٹ جائے گی۔ گو یہ مختصر سا فرمان ہے مگر معانی کے لحاظ سے اپنے اندر بہت سا مضمون رکھتا ہے۔ اور سمجھدار طبائع جانتی ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں کس قدر شفقت آمیز حکم صادر فرمایا۔ پھر حضرت امہات المومنین علیہا السلام سے حسن معاشرت۔ اور برتاؤ کر کے دکھا دیا کہ امت کیلئے یہ راہ کس قدر راست اور دین حنیف پر چلنے والی ہوگی۔ اور ساری عمر کی مشکلات کا حل اس طرز سے آسان کر دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ پھر حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ کی جو نازبرداری کی ہے۔ وہ بھی کسی مسلمان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ یہ شفقت فرقۂ اناث پر ہی تھی۔ کہ عائشہ رضی اللہ کی گڑیاں دیکھ کر مسکرا دئیے اور عائشہ کو کندھوں پر سے حبشیوں کے کھیل دکھلائے۔ ورنہ کوئی معمولی آدمی ہوتا تو جھڑک دیتا یا انکی وہ خواہش کو ٹال دیتا مگر حضور علیہ السلام نے اس میں بھی دلداری اور رحم کی تعلیم دی پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایسی تعلیم دی کہ فرمایا۔ لعقت دین عائشہ سے سیکھو سبحان اللہ کیسی قدر افزائی ہے۔ اور کس قدر اپنی پاک تعلیم پر بھروسہ۔ پھر اپنی اولاد سے ایسی بے مثال محبت اور اپنی لڑکی پر ایسی شفقت کہ لفظ نہیں ملتے۔ کہ کن لفظوں میں فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے اوصاف لکھوں! دیکھیے سیدہ خاتون جنت کی اولاد ہی رسول اللہ کی نسل کہلائی۔ اور قیامت تک کے مسلمانوں میں چاہے کسی فرقہ کا ہو مگر محبت اولاد فاطمہ اس کے دل میں ضرور ہوگی۔ بلکہ یہ محبت ایک جزو دین ہوگئی ہے۔ تو فاطمہ رضی اللہ حضور علیہ السلام کی بیٹی ہی تھیں۔ دنیا کے مال و منال سے فاطمہ کو نفرت دلوائی اور دین اسلام کی سردار۔ خاتون کا لقب عطا فرمایا۔ یہ حسن سلوک بھی امت کیلئے ایک قابل قدر سبق تھا۔ جبکہ جاہلیت کے زمانہ میں لڑکیوں کی پیدائش ایک لعنت سمجھی جاتی اور انکو زندہ دفن کر دینا قومی وضعداری ہوتا تھا۔ اسلام کی تعلیم نے عورت کی شان بلند کی عورت کو رتبہ دیا۔ عورت ذات پر رحم و شفقت کرنا سکھایا ارکان اسلام میں عورتوں کے لئے بہت سی آسانیاں پیدا کر دیں اور ایسی آسان راہیں بنا دیں۔ کہ اس صراط مستقیم پر چلکر ایک عورت ضرور کامیاب ہو سکتی ہے۔ دیکھیے دینی جنگوں میں عورتوں کو خیمہ جات اسباب وغیرہ کی حفاظت اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنیکا اختیار دیا اور یہ کام عورت کے لئے کوئی مشکل نہ تھا۔ ارکان اسلام میں سے غسل وضو۔ نماز۔ روزہ وغیرہ میں جو رعایتیں عورتوں کو حاصل ہیں۔ وہ مردوں کو نہیں۔ بال بچہ کی پرورش کیلئے روزے دوسرے وقت پر رکھنے کا حکم اور حاملہ کیلئے روزہ اس وقت معاف کر کے یا اس کا عوض دیکر فرض کی ادائیگی کر لینا یہ اسلام کی ہی تجدید عورت سے رعایت ہے کپڑے پر اگر بچہ پیشاب کرے تو پانی چھڑک کر نچوڑ ڈالنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ یہ بھی عورتوں کے لئے بہت بڑی رعایت ہے۔ جن گھروں میں ہانڈی میں نمک کم و بیش ہو جانے پر فساد ہو جاتے ہیں ان کے فساد مٹانے کے لئے روزہ کی حالت میں بھی نمک چکھ کر تھوک دینا جائز قرار دیا گیا۔ پھر بچے کو دودھ پلانے کی حالت میں روزہ دوسرے وقت رکھ لینے کی اجازت دیگئی۔ بحالت ماہواری ایام عورت کیلئے جائز کیا گیا۔ کہ نماز نہ پڑھے مگر اپنے خاوند کے پاس بیٹھے اس کی خدمت کرے۔ انکے ساتھ کھانا کھائے وغیرہ وغیرہ یہ عورت ذات کیلئے رعایت نہیں تو اور کیا ہے!

یہ بھی عورت ہی کی ہمدردی ہے۔ کہ آپس میں خاوند بیوی کی نہ بن آئے۔ تو طلاق لیکر علیحدہ ہو جائے۔ اگر کوئی مرد معلقہ چھوڑ دے اس حالت کیلئے کیسا راحت رساں ارشاد ہے کہ عورت خلع کر سکتی ہے۔ یہ بھی دوسرے مذاہب سے علیحدہ ایک نادر مثال عورتوں پر شفقت کی ہے۔ غرضیکہ کہاں تک اس کریم رحیم نبی کے اوصاف رحم بیان کئے جائیں۔ پھر آپ میں عفو اور درگذر کے اوصاف بھی بے نظیر تھے۔ اپنی دائی کھلائی حلیمہ رضی اللہ عنہا۔ جو ایک جنگل کی رہنے والی خاتون تھیں وہ بڑھاپے میں آئی ہیں۔ حضور اپنی خاص چادر کندھوں سے اتار کر خود اُن کے نیچے بچھا دیتے ہیں۔ پھر شہنشاہ عالم اس بڑھیا عورت سے نہایت شفقت آمیز گفتگو کرتا ہے۔ جیسے کہ کوئی فرمانبردار بچہ اپنی سگی ماں سے حالانکہ ہوش آنے سے پہلے شہر میں لائے گئے تھے۔ رستہ میں چلے جاتے ہیں۔ تو اسباب کی گٹھڑیاں سر پر رکھے آرہی ہیں۔ حضور علیہ السلام اپنی اونٹنی بٹھاتے ہیں اور اسے اپنے پیچھے محض رحم اور ہمدردی کے لئے بٹھانے کو فرماتے ہیں۔ میں نے کسی حدیث میں پڑھا ہے۔ کہ ایک مظلوم بیکس عورت حاملہ تھی حضور کے پاس آئی۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ میں کسی ظلم گناہ کی مرتکب ہوئی ہوں۔ مجھ پر سنگساری واجب ہے۔ حضور نے سنکر رخ مبارک اس طرف سے پھیر لیا۔ اس نے دوبارہ عرض کیا۔ آپ خاموش رہے۔ سہ بارہ بولی تو حضور نے فرمایا۔ سبحان اللہ جاؤ جب بچہ پیدا ہوگا حد شرع لازم ہوگی۔ بعد از مدت پھر وہ حاضر ہوئی۔ تب آپ نے فرمایا میں نے بہت ٹالا۔ مگر تمہاری مرضی ایسی ہے تو حد لگائی جائے۔ یہ بھی حضور کا رحم اور عفو کی صفت تھی۔ کہ حد شریعت ایک ضعیف اور کمزور کو لگانا گوارا نہ تھا۔ ہندہ نے حضور کو سخت دکھ دیا۔ ایک مسلمان پہلوان کا کلیجہ اور معدہ نکال کر جنگ میں چبا لیا کوئی حضور کے نہایت عزیز چچا حمزہ کے، مگر جب وہ مسلمان ہونے کو آئی۔ حضور نے اسے معاف کر دیا۔ کون دل گوارا کرتا۔ کہ یہ سامنے آئے مگر صفت رحم اور شفقت نے درگذر اوصاف کرنیکا ہی طریقہ برتا پس عالیجناب کا جہاں جناب الٰہی سے اعلیٰ درجہ کا تعلق تھا وہاں انکی مخلوق سے بھی بے نظیر سلوک رہا۔ پھر انکی مخلوق میں سے اسنے اور کمزور جنس پر تو از حد کرم اور رحم تھا۔ چنانچہ اسکی زندہ مثال اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رحم اور شفقت فرقۂ اناث پر سے معلوم ہوتی ہے۔ جنہوں نے اپنی حسن معاشرت کی مثال سے بتا دیا کہ بیشک حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بے نظیر اور بے مثال انسان تھے جن کے دین حنیف نے عورت جیسی حقیر چیز کو اتنا رتبہ دیا اتنی شان بخشی۔ اس کی ہستی کو ارفع بنایا۔ اُسے ایک نعمت کا لقب دیا۔ دوسرے مذاہب کو بتا دیا۔ کہ جس طرح اسلام ایک بے نظیر مذہب ہے۔ اسی طرح عورتوں کی ہستی ایک بلند بالا ہستی ہے۔ پس عورت اگر اس محسن آقا کی شبانروز صفت و ثنا کرتی رہے۔ تو بھی احسان نہ ادا کر سکے۔ مختصر یہ ہے کہ ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

96

رحمۃ للعالمین کی رحمت کا ثبوت

(از محترمہ ایس ایس زعلیم جہ اہلیہ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب صوبہ ار چھاؤنی کیمل پور)

تمام روئے زمین تاریک اور دنیا کا چپہ چپہ کفر سے تیرہ و تار ہے۔ تمام عالم میں ظلمت، بدعت و جہالت موجزن ہے۔ کہیں بھی ہدایت کی روشنی اور صداقت کی شعاع نہیں۔ حق پرستی معدوم ہو چکی۔ باطل پرستی، فسق و فجور کی گرم بازاری ہے۔ تہذیب نام کو اور تمدن نشان کو نہیں۔ کوئی بھی خدائے واحد کو ماننے والا نہیں۔ یاد آخرت دنیا نے فراموش کر دی۔ ہر ایک نے اپنا الگ معبود اور علیحدہ حاجت روا بنا لیا۔ کسی نے ستاروں کی پرستش شروع کر دی۔ کوئی عیسیٰ کو خدا کا بیٹا تسلیم کرنے لگا۔ کسی نے عزیر کو خدا کا بیٹا بنا دیا۔ کوئی ہیکلوں کی پوجا کرنے لگا۔ کسی نے لات عزیٰ وغیرہ پتھروں کو اپنا معبود قرار دیا۔ غرض زندگی کے تمام حصوں میں افراط و تفریط ہونے لگی۔ اور اس وقت جبکہ تمام قومیں اصلاح کی محتاج اور ان کے تمام فرقے ترمیم کے قابل تھے۔

ان کی اصلاح اور بہبودی کے لئے خلاق العالمین کی غیرت جوش میں آئی۔ اس کی رحمت کا دریا موجزن ہوا۔ اکناف عالم سے ظلمت کفر اور ضلالت کے دور کرنے کو اس نے شمع توحید روشن فرمائی۔ جس کے نور سے کفر کے بادل منتشر اور بدعت کی ظلمت دور ہوئی ؎

آفاق زآفتاب رخت گشت مستنیر
بے سایہ از انکہ ز نور آفریدہٗ

مخلوق کی تمام برائیوں کے دور کرنے کو مصلح اعظم اس وقت مبعوث فرمایا۔ جبکہ تمام کائنات تشنہ لب تھی۔ خدا نے فاران کی چوٹیوں سے ابر رحمت نمودار کیا۔ جس سے خشک کھیتیاں سرسبز ہوئیں۔ ویرانے آباد ہوئے۔ بچھڑے آپس میں مل گئے۔ افق عرب سے شمس رسالت طلوع ہوا۔ مہر نبوت کی ضیا پاش کرنوں سے روئے زمین کا چپہ چپہ منور ہو گیا۔ جہالت دنیا سے معدوم ہونے لگی۔ برسوں کے اندھوں نے بینائی اور بہروں نے شنوائی پائی۔ صدیوں کی بت پرستی سے تاریک دلوں نے نور توحید سے اپنا سینہ منور کیا۔ برسوں کی غفلت میں خوابیدہ مخلوق نے توحید کی آواز سے بیدار ہونا شروع کیا۔ اپنے خالق کو جس کی ہستی بھی ان کے دلوں سے محو ہو چکی تھی۔ از سر نو شناخت کرنا شروع کیا ؎

از جمال تو کعبہ شد قبلہ
پیش از یں ورنہ بود بت خانہ

اس مصلح اعظم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی گردنیں بھی اسی آستانہ پر خم کرا دیں۔ جس سے وہ مدتوں سے منحرف ہو چکے تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تادیب و تمدن کے اصول، عبادت کے اسرار اور نکات سکھائے۔ دنیا کے لئے یہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغام مسرت اور فرشتۂ رحمت سراپا عفو و احسان ہوا۔ ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم۔ ان کے حق میں خدا نے بھی فرما دیا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "رحمۃ للعالمین" کے لقب سے مخاطب فرمایا ؛

اب یہ بات کہ رحمۃ للعالمین کے واقعی دنیا کے لئے رحمت ہونے کے واقعات کیا ہیں۔ ان کے لئے بہت بڑا دفتر درکار ہے۔ لیکن یہاں آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا بالکل مختصر بیان ہے (۱) آپ فرماتے ہیں :۔ الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء یعنے رحم کرنے والوں پر خدا رحم کرتا ہے۔ تم اہل زمین پر رحم کرو۔ تم پر آسمان والا رحم کریگا ؛

والدین کو ارشاد ہوتا ہے :۔ ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقکم وایاھم

بعض عرب غیر کفو میں شادی کرنے کی وجہ سے اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے۔ اذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت۔ خدا نے رحمۃ للعالمین کے ذریعے لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا حرام کر دیا ؎

فلا تغط لبنھا یا ابن کوزنا امۃ
عندی النّاس مذ قام النبی الجوریا

عورت ذات پر جو مظالم روا رکھے جاتے اور جو ستم توڑے جاتے۔ زمانہ جہالت میں جو حیوانوں کا سا سلوک کیا جاتا۔ وہ سب جانتے ہیں۔ ان کی حیثیت لونڈی کی سی تھی۔ عورت کی بے بسی کی حد اور بے کسی کی انتہا نہ تھی۔ عورت کو وراثت سے قطعاً محروم کیا جاتا۔ لیکن رحمۃ للعالمین کی بعثت عورت کے لئے سراپا رحمت ہوئی۔ عورت کو حقوق زندگی میں قریب قریب مرد کے برابر کا شریک بنایا۔ اس اللہ کی رحمت نے وراثت میں ان کا حصہ مقرر کیا۔ للنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون اور ایک موقع پر فرمایا :۔ استوصوا بالنساء خیرا۔ یعنی عورتوں سے حسن سلوک کرو۔ پھر فرمایا۔ خیرکم خیرکم لاھلہٖ۔ زیادہ اچھا وہ ہے۔ جو اپنے (گھر والوں) اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرے ؛

اکثر ظالم لوگ زمانہ جہالت میں بار بار طلاق دینے اور رجعت کرنے کا عمل کرتے رہتے۔ اس مصیبت میں بھی رحمۃ للعالمین کے طفیل الطلاق مرتان فامساک بالمعروف او تسریح باحسان الخ عورت کی نجات ہوئی۔ کہ تین بار طلاق دینے سے رجعت موقوف ؛

ہمسایہ کے متعلق فرمایا۔ اس کا ایمان کامل نہیں جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہیں۔ فرمایا۔ جبرائیل نے ہمسایہ سے ہمدردی کرنے اور اس کے حقوق کی اس قدر تاکید کی۔ میں نے سمجھا کہ شائد اسے حقوق وراثت میں بھی شریک قرار دیا جائیگا ؛

غلاموں کی نسبت فرماتے ہیں۔ اتقوا اللہ فی ما ملکت ایمانکم۔ یعنی اپنے لونڈی غلاموں کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے دریافت کیا۔ کہ حضور غلام کے کتنی دفعہ درگذر کیا جائے۔ فرمایا دن میں ستر بار ؛

آپس میں عام مسلمانوں کی خیر خواہی اور باہمی محبت سے رہنے کی تاکید کی۔ اور فرمایا۔ مومن ایک دوسرے کے لئے دیوار کی مانند ہے۔ ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔ اور فرمایا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس کی خیانت کرے۔ اور نہ اس سے جھوٹ بولے۔ اور نہ اس کی مدد چھوڑے۔ ایک مسلمان کی سب چیزیں دوسرے پر حرام ہیں۔ یعنی اس کی آبرو۔ اس کا مال اس کا خون۔ یہی تقویٰ ہے۔ اور آدمی کے لئے یہی کافی ہے۔ کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی حقارت کرے ؛

حیوانوں کی بھی رحمۃ للعالمین کے نزول سے مخلصی ہو گئی۔ ان بے زبان جانوروں کے لئے بھی رحمۃ للعالمین کا آنا باعث رحمت ہوا۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ہم نے چیونٹیوں کا گھر دیکھا اور جلا دیا۔ رسول کریم نے دیکھا اور فرمایا۔ کس نے جلا دیا۔ عرض کی ہم نے۔ فرمایا۔ آگ سے عذاب دینا تو سوائے آگ کے مالک کے کسی کے شایاں نہیں ؛

ایک دفعہ ایک شخص نے چڑیا کے بچے پکڑ لئے اور حضور نے دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا :۔ ارجع لبھن حتی تضعھن من اخذ تھن وامھن معھن۔ یعنی انہیں لیجاؤ اور جہاں سے لائے ہو وہیں رکھ آؤ۔ اس چھوٹا کو کبھی ظالم زندہ جانور باندھ کر ان پر نشانہ بازی کیا کرتے۔ حضور نے فرمایا :۔ لعن من اتخذ شیئاً فیہ الروح عرضا۔ غرضیکہ اس سراپا رحیم و کریم ہستی نے مظلوموں کی حمایت، بیکسوں کی فریاد رسی، محتاجوں کی حاجت براری اور کمزوروں کی مدد اور مشکل کشائی رحمۃ للعالمین ہو کر فرمائی۔ یہ حقیقت ثابت ہے۔ جو کمالات اور فضائل پیشتر ازیں تمام انبیاء کے لئے طغرائے امتیاز تھے وہ تمام رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات میں جمع ہو گئے ؎

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ؛ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

رحمۃ للعالمین کے کمالات میں سے یہ بھی ایک رحمت کا کمال ہے کہ آخر

رسول کریم صلعم کے احسانات صنف نازک پر

(از محترمہ زکیہ خاتون صاحبہ اہلیہ مولوی محمد یوسف صاحب مونگھیر)

اسلام سے قبل نوع انسانی کے اس نصف حصہ کے ساتھ دنیا کا جو سلوک تھا وہ تاریخ کے صفحات پر اب بھی موجود ہے۔ مختلف قوموں کی تاریخ اور مختلف مذاہب کی روایات اور مذہبی احکام پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کسی قوم اور کسی مذہب نے بھی "عورت" کی وہ حیثیت قائم نہیں کی جسکی وہ مستحق تھی اور جسے صرف رسول کریم صلعم کی پاک تعلیم نے قائم کیا ہے۔ آج جبکہ محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم کو دنیا میں پھیلے ہوئے تیرہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے تمام اہل مذاہب مسلمانوں کے دوش بدوش رہکر اسلامی طرز معاشرت اور اسلامی تمدن کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ ہر مذہب اپنی جگہ پر عورت کو اعلیٰ حیثیت دینے کا مدعی ہے اور عملاً اسکی کوشش بھی کر رہا ہے لیکن اصلیت یہی ہے کہ یہ سب کچھ اسی رسول عربی صلعم کی تعلیم کے اثرات ہیں جسنے اب سے تیرہ سو سال قبل اس کمزور اور مظلوم جنس کی حمایت کی تھی۔ ورنہ انکی اپنی مذہبی کتابوں میں ایسی تعلیمات کا کہیں پتہ نہیں ہے ۔

اسوقت اگرچہ مجھے صرف اپنے محسن اعظم اپنے پیارے نبی محمد صلعم کے احسانات کا ذکر کرنا ہے لیکن آپ کی مبارک تعلیم کی خوبیوں کو زیادہ واضح کرنے کے لئے دیگر مذاہب کی تعلیمات میں سے چند باتیں بطور نمونہ لکھتی ہوں ۔

عرب میں عورت کی حیثیت

اسلام سے پہلے عرب میں عورت کی کیا حیثیت تھی؟ اسکے متعلق صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ بحیثیت بیوی وہ شوہر کی ایسی ملکیت تھی جو وراثتاً منتقل بھی ہوتی تھی ایک مرد جتنی عورتوں سے چاہتا شادی کر سکتا تھا۔ عقد مناکحت اس قدر کمزور تھا۔ کہ ذرا ذرا سی بات میں طلاق دیدی جاتی تھی۔ اور بحیثیت بیٹی وہ اس قابل تھی کہ زندہ دفن کردی جائے ۔

مسیحیت میں عورت

مسیحیت جو اپنی نرمی اور ہمدردی کے لئے مشہور ہے۔ اس نے بھی صنف نازک پر کوئی مہربانی نہیں کی۔ حضرت مسیح نے تو صرف تجرد کو تاہل پر ترجیح دی۔ بلکہ اسے آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کا ذریعہ بتایا ہے اور خود بھی انھوں نے شادی نہیں کی پھر انجیل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی والدہ کے ساتھ بھی ان کا سلوک کچھ اچھا نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحی بزرگ اس مظلوم طبقہ کو ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے رہے۔ آج بھی بہت کچھ اصلاح کریکے باوجود مسیحی ممالک میں عورت کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہے۔ شادی ہونیکے ساتھ ہی اسکی ساری جایداد شوہر کی ملکیت ہو جاتی ہے اور وہ خود بالکل تہیدست رہجاتی ہے۔ پھر وہ بیٹے باپ کی جایداد میں اپنے بھائیوں کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ بلکہ جبکہ کوئی ایک وارث بھی موجود ہو۔ ترکہ میں اُس کا کوئی حصہ نہیں ہے ۔ صرف یہی نہیں بلکہ مذہبی طور پر بھی وہ سب سے پہلی گنہگار اور گناہ کی جڑ سمجھی گئی ہے۔ اسی کی وجہ سے تمام بنی نوع انسان گنہگار ہو گئے۔ یہ وہ عقیدہ ہے۔ جو صنف نازک کے ساتھ مقدس اور راسخ العقیدہ مسیحی بزرگوں کی نفرت وحقارت کی بنیاد ہے ۔

ہندو دھرم میں عورت

ہندو دھرم کی حالت کچھ زیادہ ہی خراب ہے وہ تو اس غریب مخلوق کو قطعاً ناقابل اعتماد سمجھتا ہے جس پر کبھی بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ رانی کوشلیا کا صبر و استقلال اور سیتا جی کی ضرب المثل وفا شعاری بھی اس بے اعتمادی میں کوئی کمی نہیں کر سکی۔ ہندو قوانین کی رو سے شادی "کنیا دان" یعنی خیرات اور اسکی قبولیت کا نام ہے۔ بیوی ایک ایسی چیز ہے جو شوہر کو بطور خیرات ملی۔ اس لئے وہ جائز طور پر اسکی ملکیت ہے۔ شوہر کے گھر میں اسکی حیثیت بالکل خادمانہ ہے۔ اس کا فرض شوہر اور اسکے گھر والوں کی خدمتگذاری ہے لیکن اس کا حق کچھ بھی نہیں۔ اگر شوہر مر جائے تو بیوی کو بھی ساتھ ہی زندہ جل جانا چاہیئے۔ کیونکہ اسکی اپنی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ عالم کائنات کی وہ چیزیں جو انسان کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے اور اسکے آرام و عافیت کے لئے پیدا کی گئی ہیں "عورت" بھی انہی میں سے ایک ہے۔ وراثت میں بھی ہندو عورت کا کوئی حصہ نہیں ہے آریہ سماج باوجود اس ترقی اور تہذیب کے زمانہ میں جنم لینے کے بیوی کو شوہر کی ایسی ملکیت سمجھتی ہے جسے وہ جب چاہے۔ جہاں چاہے اور جتنے دنوں کے لئے چاہے منتقل کر سکتا ہے۔ آریہ سماج کے عقیدہ کے مطابق عورت کے قالب میں ہمیشہ ایک گنہگار رُوح ہوتی ہے۔ کیونکہ از روئے تناسخ بعض گناہوں کی سزا میں رُوح کو عورت کا قالب دیا جاتا ہے ۔

غرضکہ کسی مذہب اور کسی ریفارمر نے مظلوم طبقہ نسوان کی اس ذلت اور بیجا محکومیت کو دُور کرنے اور اسکو اس ظلم سے جسکی وہ تختۂ مشق بنی ہوئی تھی نجات دینے کی کوشش نہیں کی۔ سوائے اس ایک اور صرف ایک ہی مقدس ہستی کے جسے خداوند عالم نے رحمۃ للعلمین یعنی تمام جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر دُنیا میں بھیجا تھا جس کا مبارک وجود سراسر رحمت الٰہی تھا۔ اس کے لطف وکرم نے خدا تعالیٰ کی اس مخلوق کو اس قعر مذلت سے جس میں انسانوں نے اسے ڈال رکھا تھا نکالا۔ اسکے غصب کردہ حقوق واپس لوٹائے اور اسکی اس عزت اور حیثیت کو قائم کیا جو اسکے خالق نے اسکو عطا فرمائی تھی ۔

اسلام میں عورت کی حیثیت

آپنے بتایا کہ "عورت" بھی خدا تعالےٰ کی ویسی ہی مخلوق ہے جیسے مرد۔ انسانیت میں اسکی بھی وہی حیثیت ہے جو مردوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور اسکے قرب کو عورت بھی انہی شرائط کی پابندی کرکے حاصل کر سکتی ہے جو مردوں کے لئے مقرر ہیں۔ اسکے نیک اعمال بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ویسے ہی مقبول ہیں جیسے مردوں کے۔ آپنے فرمایا۔ المرئۃ اذا صلت خمسھا وصامت شھرھا واحصنت فرجھا واطاعت بعلھا فلتدخل من ای ابواب الجنۃ شاءت۔ ایک ایماندار عفیفہ جو احکام شریعت کی پابند ہو جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو سکتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب اور رُوحانی ترقیات کا کوئی درجہ بھی مردوں کے لئے مخصوص نہیں ہے عورتیں بھی اپنے اعمال کے مطابق تمام مدارج حاصل کر سکتی ہیں ۔

قرآن کریم فرماتا ہے ومن یعمل من الصّٰلحٰت من ذکر او انثٰی وھو مومن فاولئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیراً (۱۸ نساء ع) یعنی جو نیک عمل کریں خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔ پھر وہ مومن بھی ہوں تو وہ جنت میں داخل ہونگے اور رائی برابر بھی ظلم نہ کیا جائیگا اس آیت کریمہ میں مردوں اور عورتوں کو واضح الفاظ میں نیک اعمال پر یکساں انعام کی بشارت دیگئی ہے۔ اسلام نے مذہبی معاملات میں مرد و عورت میں کوئی تفریق قائم نہیں کی ہے۔ انسانی زندگی کا اصل مقصد یعنی خدا تعالیٰ کا قرب اور اسکی

رضامندی حاصل کرنیکا دروازہ دونوں پر برابر کھلا ہوا ہے۔ جن نیکیوں کے کرنے اور جن عبادات کے بجالانے کا مردوں کو حکم دیا گیا ہے ان کا عورتوں کو بھی حکم ہے۔ جن برائیوں سے مردوں کو روکا گیا ہے۔ انہی سے عورتوں کو بھی روکا ہے نہ کسی نیکی اور عبادت سے عورتوں کو محروم رکھا گیا ہے نہ کسی پابندی سے مردوں کو آزاد کیا گیا ہے۔ دونوں ہی کے نیک اعمال پر یکساں اجر ملنے کا وعدہ ہے۔ بلکہ بعض موقعہ پر عورت کی فطری کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے احکام میں کچھ تخفیف بھی کر دیگئی ہے جسکی تفصیل کی گنجائش نہیں +

عورت بحیثیت ماں

ماں کی حیثیت سے عورت کی قریباً تمام قومیں عزت کرتی ہیں لیکن اس بارے میں بھی رسول کریم صلعم کا ارشاد ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے آپ نے فرمایا "جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے" ماں کی فرمانبرداری اور خدمتگذاری اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے اور جنت سے قریب کرتی ہے۔ اسی طرح ماں کے ساتھ بدسلوکی اور بے ادبی کرنیسے خدا ناراض ہوتا ہے۔ اور انسان خدا تعالیٰ کے انعامات سے دور ہو جاتا ہے اگرچہ اس کے دوسرے اعمال اچھے بھی ہوں +

والدین کے حقوق کیطرف قرآن کریم انسان کو ان الفاظ میں متوجہ کرتا ہے۔ وبالوالدین احسانًا ۔ اما یبلغن عندك الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما افٍ ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریما۔ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا ۔ (بنی اسرائیل ع ۳) ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک (ماں یا باپ) یا دونوں بڑھاپے تک پہنچ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کرنا اور نہ جھڑکنا۔ وران سے نرمی سے بات کرنا۔ اور مہربانی سے اپنی عاجزی کا بازو انکے لئے جھکا دے اور دعا کر اے رب میرے ان پر رحم کر جیسے ان دونوں نے مجھ پر رحم کر کے چھٹپنے میں مجھ کو پالا +

کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ نہ صرف تم اپنے بوڑھے والدین کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور بھی انکے لئے رحم کی دعا کرو۔ یہاں ماں کے حقوق اگر زیادہ نہیں تو باپ سے کم بھی نہیں بتائے گئے ہیں۔ ماں باپ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرنے کا حکم دینا ایک ایسی خوبی ہے جو صرف اسلام کے ساتھ مخصوص ہے +

عورت بحیثیت بیوی

عورت کی سب سے زیادہ اہم لیکن ساتھ ہی سب سے زیادہ مظلومانہ حیثیت وہ ہے جو بیوی کے نام سے موسوم ہے اسی وجہ سے صنف نازک کے محسن اعظم رسول کریم صلعم کو بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کیلئے بہت زیادہ تاکید کرنی پڑی آپ نے فرمایا۔ خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی یعنی تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کا سلوک اپنی بیوی سے اچھا ہے اور میرا سلوک اپنی بیویوں کے ساتھ تم سب سے اچھا ہے کیسا دلنشین اور حسن سلوک کے لئے کتنا ترغیب دلانے والا کلام ہے۔ یہ ایک بڑی صداقت ہے جس سے بیوی کی حیثیت اور عزت پوری طرح ظاہر ہوتی ہے۔ بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرنا نیکی کا ایک معیار قرار دیا گیا ہے +

کسی نے آپ سے بیوی کے حقوق دریافت کئے تو آپ نے فرمایا جو تم خود کھاؤ وہی اُسے بھی کھلاؤ۔ جب تم نے کپڑے پہنو تو اسکے لئے بھی بنواؤ۔ کبھی اسکو مُنہ پر نہ مارو۔ اسے کوئی بُرا کلمہ نہ کہو۔ اس سے کبھی جُدا نہ ہو۔ ہاں گھر کے اندر۔ آپ نے بتایا۔ شوہر جس حیثیت سے رہتا ہو بیوی کو بھی اسی حیثیت سے رکھنا ضروری ہے یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ تم خود اچھی حالت میں رہو اور بیوی کو اپنی حالت سے کم درجہ میں رکھو۔ تم انکو ذلیل اور رسوا نہ کرو۔ اگر کبھی رنجش کے دور کرنے یا اور کسی قسم کی اصلاح کے لئے علیحدگی اختیار کرنی پڑے تو گھر کی چار دیواری کے اندر ہی رہ کر ایسا کر سکتے ہو۔ تاکہ اُنس ومحبت میں کمی نہ ہو اور علیحدگی بجائے اصلاح کے نفرت کا باعث نہ ہو جائے

بیوی کے حقوق کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف۔ شوہروں پر بیویوں کے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے بیویوں پر شوہروں کے ہیں۔ شوہر کے حقوق پر تو تمام مذاہب نے زور دیا۔ مگر بیوی کے حقوق کو سب ہی نے پس پشت ڈال رکھا تھا۔ یہ اسلام ہی ہے جو کہتا ہے کہ صرف تمہارے ہی حقوق بیویوں پر نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے حقوق بھی تم پر ہیں۔ اور جس طرح تم اپنے حقوق کی ادائیگی چاہتے ہو۔ اسی طرح انکے حقوق بھی ادا کرو +

پھر شوہر بیوی کے تعلقات کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔ خدا تعالیٰ نے تمہارے درمیان پیار اور رحمت رکھدی ہے یعنی شوہر اور بیوی کے درمیان پیار اور محبت کا تعلق ہونا چاہئے +

ایک دوسری جگہ قرآن کریم فرماتا ہے وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئًا ویجعل اللہ فیہ خیرًا کثیرًا ۔ (نساء ع ۳) اپنی بیویوں سے نیک سلوک کرو۔ اگر وہ تمہیں پسند نہوں تو بھی ممکن ہے۔ کہ تم جس چیز کو ناپسند کرتے ہو۔ اسی میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بہت خوبیاں رکھی ہوں۔ سبحان اللہ کس خوش اسلوبی کے ساتھ حسن معاشرت کی تاکید کی گئی ہے یہ ممکن ہے کہ تمہاری بیوی کسی وجہ سے تمہیں ناپسند ہو لیکن اس حالت میں بھی تم اس کے ساتھ بدسلوکی مت کرو۔ خدا تعالیٰ کی نہاں در نہاں حکمتوں کو کون جانتا ہے۔ تمہیں کیا معلوم ہے شاید اسی میں تمہارے لئے بھلائی پوشیدہ ہو۔ تم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ رکھو اور اسکے حکم کے ماتحت باوجود اپنی ناپسندیدگی کے انکے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اگر تم ایسا کروگے تو اللہ تعالیٰ اسی میں تمہارے لئے خیر و برکت کا سامان پیدا کر دیگا۔ کیا دُنیا کی کسی اور مذہبی کتاب میں بھی بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ایسی تلقین کی گئی ہے ؟

رسول کریم صلعم کو عورتوں کے حقوق کا اس قدر خیال تھا۔ کہ آپ نے جو آخری خطبہ حج کے موقعہ پر عرفات میں دیا تھا۔ اس میں بھی تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا "لوگو" کچھ حقوق تمہارے عورتوں کے ذمہ ہیں۔ اور کچھ حقوق انکے تمہارے ذمہ ہیں۔ اپنی بیویوں سے رحم سے پیش آؤ۔ تم نے خدا کو حاضر ناظر جانکر ان سے شادی کی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے احکام کے بموجب وہ تم پر حلال کی گئی ہیں پس تم نے خدا تعالیٰ کی ذمہ واری پر انکو اپنی حفاظت میں لیا ہے۔ ہمارے محسن نبی کریم صلعم کو اپنی آخری وصیت کے وقت بھی ہماری فلاح و بہبودی کا خیال تھا۔ آپ نے نہایت مؤثر طرز میں عورتوں کے حقوق کیطرف توجہ دلائی۔ اور انکے ساتھ مہربانی سے پیش آنے کا حکم دیا۔ اللھم صل علی محمد وبارك وسلم +

عورت بحیثیت بیٹی

رسول کریم صلعم نے نہ صرف دختر کُشی کی وحشیانہ رسم کو قطعاً ممنوع قرار دیا۔ بلکہ آپ نے لڑکیوں کے ساتھ لطف ومحبت سے پیش آنے کی بھی تاکید فرمائی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں بتلاؤں۔ کہ اس سے بہتر کوئی خیرات نہیں ہو سکتی۔ کہ تو اپنی لڑکی کی مدد اور خبر گیری کرے جبکہ وہ تیرے پاس آئی ہو۔ اور سوائے تیرے اس دنیا میں اس کا کوئی مددگار نہ ہو کس خوبی کے ساتھ آپ نے بتایا کہ اگر تمہاری لڑکی کسی وجہ سے قابل امداد ہوگئی ہو تو تم کو ضرور اس کی مدد کرنی چاہیئے۔ ایسی حالت میں اسکی مدد کرنا بہترین نیکیوں میں سے ہے +

ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا "جسکو خدا لڑکیاں دے اور وہ انکے ساتھ سلوک کرے تو یہ لڑکیاں اس شخص کے لئے دوزخ کی آگ سے پردہ ہو جائینگی"۔ پھر آپ نے فرمایا "جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی وہ اور میں قیامت میں یُوں ہونگے پھر آپ نے اپنی انگلیاں ملائیں" یعنی ایسا شخص میرے ساتھ ہوگا +

موجودہ زمانہ میں حالات بہت کچھ بدل چکے ہیں۔ لیکن تیرہ سو سال قبل کے حالات پر غور کرنیوالا آسانی کے ساتھ آپ کے ارشادات کی اہمیت کو سمجھ سکتا ہے۔ وہ ہستی جس کے دنیا

میں آنے کو ماں ایک مصیبت اور باپ اپنے لئے ذلت خیال کرتا تھا۔ انکی محبت کو آپ نے والدین کے دلوں میں قائم کیا۔ اور بتایا کہ تمہاری لڑکیاں بھی تمہاری ہر دو محبت کی ویسی ہی حقدار ہیں۔ جیسے لڑکے ؛

عورت کے عام حقوق

رسول کریم صلعم نے فرمایا "عورت اور یتیم کے بارے میں خدا تم سے ڈرو۔" چونکہ یہ دونوں کمزور طبقے ہیں۔ اس لئے آپ نے تاکید فرمائی کہ انکی کمزوری کی وجہ سے انکی حق تلفی مت کرو۔ اور خدا سے ڈر کران کے حقوق ادا کرو۔ اگر تم ایسا نہیں کروگے تو خدا تعالیٰ تم سے بازپرس فرمائے گا ؛

تمام قوموں نے عورتوں کو محروم الارث قرار دیا تھا لیکن صرف اسلام ہی نے عورتوں کے حق وراثت کو تسلیم کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منه او کثر نصیباً مفروضاه (نساء ع) جو مال اور اسباب والدین یا قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اسمیں مردوں کیلئے حصہ ہے۔ اور ایسا ہی جو مال واسباب والدین یا اقربا چھوڑ جائیں۔ اس میں عورتوں کے لئے حصہ ہے مال تھوڑا ہو یا بہت بہر حال انکے لئے مقررہ حصہ ہے ؛

ایک مسلم عورت اپنے والدین یا دیگر اقربا کی جائداد کی ایسی ہی وارث ہے جیسے مرد۔ پھر وہ اپنی جائداد کی خود مالک ہے جبر اسکے شوہر کا یا دوسرے رشتہ داروں کا کوئی قبضہ نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یایها الذین اٰمنوا لایحل لکم ان ترثوا النساء کرها۔ (نساء ع) اے ایمان والو تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے۔ کہ تم اپنی بیویوں کی مرضی کے خلاف ان کے مال کے وارث ہو جاؤ۔" بیوی اپنی جائداد کی خرید و فروخت اپنی مرضی سے کرسکتی ہے اور اسکی آمدنی کی کلیتۃً مالک ہے ؛

مسلم عورت کا ایک اور حق اس کا مہر ہے جو نکاح کے وقت شوہر کی حیثیت کے مطابق مقرر کیا جاتا ہے اور جسکی ادائیگی شوہر پر فرض ہے۔ یہ عورت کے حقوق کی حفاظت اور اسکی ان ضروریات کے لئے جن کا پورا کرنا شوہر پر فرض نہیں ہے مقرر کیا گیا ہے ؛ عورتوں کے ان تمام حقوق پر جو بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں غور کرو۔ کیا کسی اور مذہب کسی اور ہادی و مصلح نے بھی کمزور جنس کی اتنی حمایت کی ہے؟ یا دینی و دنیاوی طور پر اتنی اعلیٰ حیثیت اور اتنی عزت دی ہے؟ یا بحیثیت انسان ہونے کے اسکے جائز حقوق کی حفاظت کے لئے اتنا انتظام اتنی تاکید کی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ صرف رحمۃ للعلمین صلعم ہی کی ذات مبارک تھی جو صنف نازک کی فلاح و بہبودی کیلئے تڑپ رہی تھی۔ اور جس نے انکے لئے وہ کچھ کیا جس سے زیادہ ممکن مم نہیں ہے۔ پس کتنے عزت و احترام اور کتنی محبت کے قابل ہے وہ مقدس وجود جو آسمان کے نیچے ہمارا سب سے بڑا محسن ہے۔ صلی اللہ علیہ وبارک وسلم ؛

خیر البشر کی بنی نوع انسان سے ہمدردی

(از محترمہ سیدہ فضیلت صاحبہ سیالکوٹ)

ہمدردی بنی نوع انسان وہ جوہر ہے۔ جس میں تمام اخلاقی پہلو ہیں۔ اسی ایک صفت کو لیکر رسول کریمؐ کی زندگی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور اسی مقصد کے لئے پیدا ہوئے اور اسی کے لئے زندہ رہے۔ اور اسی کی تکمیل کرکے کش مکش حیات سے چھوٹ کر واصل حق ہو گئے۔ وہ زمانہ شیر خوارگی ہیں اس دایہ کے دل حزیں کے لئے تسکین ہے۔ جو مایوس وغیرہ گھر سے واپس جانے کو تھی کہ اسکو کوئی بچہ نہ ملا۔ پھر اس بچہ سے وہ تسکین قلب حاصل کی کہ جدائی کا خیال ناقابل برداشت ہو گیا۔ حضور اپنی سعید الفطرتی کی وجہ سے ہجولیوں کے محبوب قوم کے امین۔ اور اپنے کفیلوں کے نور العین بنے۔ چچا دیکھتے ہیں کہ اہل مکہ دعوٰی نبوت پر میرے خاندان کے دشمن ہو رہے ہیں۔ اور اس کو نہ چھوڑنے میں مجھے کئی خطرات درپیش ہیں مگر باوجود انکار نبوت کے حضور کے اخلاق نے دل پر وہ قبضہ کیا کہ انکی محبت کے مقابلہ میں تمام سختیاں ہیچ نظر آتی ہیں پھر ایک بیوہ کا مال تجارت لیکر جاتے ہیں تو اس ہمدردی و دیانتداری سے کام کرتے ہیں کہ وہ دولت و حشمت پر مفلس اور برادری کی قوت و رعب پر یکہ و تنہا کو ترجیح دیتی ہے۔ اور فخر سے اپنے آپ کو زوجیت میں دے دیتی ہے۔ پھر وہ بیوی ہونے کی حیثیت سے کہ جس سے بڑھ کر نقائص سے کوئی واقف نہیں ہوتا جب نزول وحی سے لرزتے ہیں اور کہتے ہیں مجھے کپڑا اڑھادو تو وہ بایں الفاظ تسلی دیتی ہیں۔ خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کریگا۔ آپ رشتہ داروں کے ساتھ نہایت اعلیٰ برتاؤ کرتے ہیں۔ اور راست گفتار ہیں۔ لوگوں کے بوجھ بٹاتے ہیں۔ آپ نے ان اخلاق کو اپنے اندر جمع کیا ہے جو لوگوں میں مفقود ہیں۔ آپ مہمان کی عزت و خاطر کرتے ہیں اور حق کی راہ میں لوگوں کے مددگار بنتے ہیں گاؤں گاؤں جاتے ہیں کہ خدائے حق کو کوئی سُن لے ؛

آہ! ایسے ہمدرد۔ ایسے دریائے رحمت کو بند کرنیوالے شقی ظلموں پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ جسم مبارک پر پتھروں کی بارش ہوتی ہے اور آپ سر سے پیر تک لہولہان ہو جاتے ہیں مگر اسوقت بھی ان کے لئے دُعا خیر کرتے ہیں شعب ابو طالب میں محصور ہیں۔ اہل مکہ نے جنس کا اندر جانا بند کر دیا ہے بچے بھوک سے چلاتے ہیں۔ بوڑھے قریب المرگ ہیں۔ درختوں کے پتے اور جانوروں کے چمڑے چباتے ہیں۔ پھر وہ دن نہیں بھینے بہیں۔ قریباً تین سال اس مصیبت میں گرفتار رہتے ہیں اس دوران میں قہر خدا رونما ہوتا ہے۔ غلہ کی قلت اور قحط سے اہل مکہ بھوکوں مرنے لگتے ہیں تو ایک شخص رحمۃ للعلمین کے حضور میں حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے۔ اے محمدؐ تمہاری قوم بھوکوں مرنے لگی ہے ان کے لئے دُعا کرو۔ فوراً دست مبارک دعا کیلئے اٹھتے ہیں اور اس مصیبت سے رہائی دلا دیتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر رحمت کی مثال کیا ہو سکتی ہے۔ کہ جنکے ہاتھوں جانیں تلف ہو رہی ہیں۔ انہیں کے لئے دُعائے خیر ہوتی ہے ؛

پھر غیرت الٰہی جوش میں آکر جب قیام امن کے لئے تلوار اُٹھانے کا حکم دیتی ہے تو اسی مکہ میں جہاں ابتدائی حالت میں وہ وہ ظلم دیکھے کہ تاریخ انکی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔ طاقت و حکومت ملنے پر بجائے انتقام کے انعام ہوتا ہے اور شفیق باپ کیطرح انکی محافظت اور آب باراں کیطرح انکی گرد عصیاں کو دھو دیا جاتا ہے۔ غلاموں کو خرید کر جور و ظلم سے آزادی ہی نہیں کیا جاتا بلکہ یہ ہمدردی کا یہ بے نظیر نمونہ دکھایا جاتا ہے کہ حبشی غلام ابن غلام کو مشیر خاص بنایا جاتا ہے اور پھوپھی زاد بہن کا عقد اس سے کیا جاتا ہے۔ غلام خریدا جاتا ہے۔ اسکے والدین اسے لینے آتے ہیں حضور کہتے ہیں آزاد ہے تمہارے ساتھ چلا جائے۔ مگر شفقت رسول خدا شفقت والدین پر غالب آتی ہے اور وہ جانے سے انکار کر دیتا ہے۔ جنگ اُحد میں دشمن کے پتھروں سے دندان مبارک شہید اور تیروں سے جبین اقدس خون آلود ہوتی ہے۔ مگر اس حالت میں بھی مجسمہ رحمت کے ہاتھ برائے دُعا اُٹھتے ہیں اور زبان مبارک سے یہی الفاظ نکلتے ہیں۔ خدایا انکو معاف کر یہ نادان ہیں۔ عمال کو وصیت فرماتے ہیں کہ جہاں جانا انکو نیک باتیں بتانا۔ انکے عبادتخانوں کی حرمت کرنا۔ انکے کھیتوں کو خراب نہ کرنا۔ انکو زکوٰۃ صدقہ کا حکم دینا۔ اور بتانا کہ انکے امرا سے لیکر انکے غربا پر تقسیم کیا جائے گا۔ انکے بہترین مال سے احتراز کرنا۔ اور مظلوم کی بد دُعا سے بچنا کیونکہ اس میں اور خدا کے درمیان میں کوئی پردہ حائل نہیں ؛

پھر زکوٰۃ کو فرض اور سود کو حرام کر کے تا قیامت غربا پر وہ احسان کیا کہ جسکی نظیر ملنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے مزید براں شاہ عرب ناداروں کے غلام نظر آتے ہیں۔ بیواؤں کی بکریاں دوہ رہے ہیں۔ سودا سلف لا رہے ہیں۔ کبھی بدوؤں کے کام میں بسر و چشم حاضر ہیں تو کہیں بیوہ کے جھگڑے چکا رہے ہیں

ایک دیوانی عورت بلا کرلے جاتی ہے اور جو راستے میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگتی ہے انکی باتیں سُنتے ہیں۔ راستہ چلتے بچے بوڑھے اور عورتیں کو پیادہ دیکھ کر سواری سے نیچے اُتر آتے ہیں اور انکو سوار کرالیتے ہیں۔ شاہ کون و مکان ہو کر الفقر فخری کہتے اور فکر مخلوق خدا میں جان شیریں جان آفرین کو ایک کمبلی میں سونپتے ہیں۔ اور خانۂ رسول میں دوسرے وقت کا کھانا بھی نہیں نہ اہل و عیال کے لئے کوئی تجویز ہے نہ صورت آسایش

پس ثابت ہوا کہ حضور اہل دنیا کو بے غرض سچی ہمدردی کا سبق دینے آئے اور اپنے و قوم کے طرز عمل سے یہی نمونہ پیش کیا جسکی تعریف خود خدا تعالے یا ہیں الفاظ قرآن مجید میں کرتا ہے واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً (یعنی خدا کے احسان کو یاد کرو جب تھے تم ایک دوسرے کے دشمن خدا نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا۔ پھر اسکے لطف و محبت سے تم بھائی بھائی بن گئے ؎

پھر سب کے برعکس فرقہ۔ فرقہ نسوان جسے عموماً پیدا ہوتے ہی ساتھ ہی اس صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا۔ جسکی حیثیت گائے بھینس بکری وغیرہ سے زیادہ نہ تھی۔ اس سے وہ ہمدردی کی کہ آج انتہائی ترقی و مساوات کے نعروں میں بھی وہ حقوق نظر نہیں آتے۔ جو سچے ہمدرد بنی نوع انسان نے آج سے تیرہ سو سال پہلے انتہائی جہالت و تاریکی اور ظلم و ستم کے زمانہ میں عورتوں کو دے کر دنیا میں عورت کی حیثیت کو قائم کردیا۔ جہاں بیٹی کی پیدایش لعنت اور اسکی محبت قابل شرم تھی وہاں ارشاد ہوتا ہے کہ جس گھر میں لڑکی نہیں وہاں فرشتۂ رحمت نہیں آتا۔ اور لڑکی کی محبت کا بہترین نمونہ دکھلایا۔ کہ تا قیامت رسول کریم کی سیدۂ زہرہ سے محبت ضرب المثل ہے۔ جب سفر کو جاتے ہیں تو سب سے آخیر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے ملتے۔ اور واپس آتے۔ تو سب سے پہلے اُن سے ملتے تا جدائی میں تھوڑا وقفہ ہو۔ حضرت فاطمہ کے آنے پر فرط محبت سے اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور پیشانی کو بوسہ دیتے۔ دوسری لخت جگر حضرت زینب کی یادگار امامہ کو دوش مبارک پر بٹھاتے اور نماز ادا کرتے۔ بوقت سجدہ اُتارتے اور بوقت قیام سوار کر لیتے یہ سب اس لئے کہ وہ آزردہ نہ ہو۔ ایک وقت ایک اچھا کپڑا آتا ہے تو ایک صحابی کی ننھی بچی کو بُلا کر دیتے ہیں اور ساتھ ہی پیار کرتے ہیں ؎

قرآن حمید نے عورت کو مرد کی کمائی میں برابر کا حقدار کیا پھر جو حصہ عورت کو مل چکا۔ اس میں سے ایک پائی پر بھی مرد کا اختیار نہیں کہ بغیر عورت کی خوشی و رضا کے واپس لے پھر باپ۔ بھائی۔ بیٹے اور خاوند کے ورثہ سے حق دلایا۔ بیٹے کو کہا۔ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ یعنی ماں کی خدمت و اطاعت میں خدا کی رضا ہے۔ عبادت میں مجالس میں علم و ہنر میں کبھی عورتوں کو مردوں سے علیحدہ نہیں کیا۔ عورتیں درخواست کرتی ہیں کہ مردوں کی ہر وقت کی بیٹھک ہمیں کما حقہٗ حضور کی صحبت سے فیضیاب نہیں ہونے دیتی۔ تو فوراً انکے لئے علیحدہ وقت مقرر کر دیا۔ جس سے فیضیاب ہو کر وہ مردوں کو درس تدریس سے مستفید کرتی ہیں ؎

پھر اسے تک ہی محدود نہیں۔ عورت کی عظمت کو اپنے خدام کے دلوں میں بھی ایسا راسخ کیا کہ جس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص بیوی کی سختی کی شکایت کرنے آتا ہے۔ دروازے پر پہنچتا ہے۔ اندر سے عورت کے سخت بولنے کی آواز آتی ہے مگر حضرت عمرؓ جن کے رعب سے سلطنتیں کانپتی ہیں بیوی کے سامنے بالکل خاموش ہیں۔ اتنے میں اذان ہوتی ہے خلیفۂ وقت باہر نکلتے ہیں۔ شخص مذکور سے ملاقات ہوتی ہے۔ وجہ تشریف آوری دریافت کرتے ہیں تو جواب ملتا ہے بیوی کی شکایت لے کر حاضر ہوا تھا مگر آپ کا اپنی بیوی کی سختی پر تحمل دیکھ کر میں صبر کرتا ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ عورت کی دردِ زہ کے مقابلے میں میرا تحمل اور تیرا صبر کچھ حقیقت نہیں رکھتا ؎

پھر جہاں عورت کا وجود باعث عار تھا وہاں بڑے بڑے ذی عزت اصحاب عورت کے آگے زانوئے شاگردی تہ کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتے۔ مہاجرین حبش جب مدینہ آتے ہیں تو ان میں سے اسما بنت عمیس جو حضرت حفصہ سے ملنے گئیں۔ تو اتفاق سے حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ کہا۔ اسما ہم لوگوں نے تم سے پہلے ہجرت کی۔ اس لئے رسول اللہ پر ہمارا حق زیادہ ہے۔ اسما نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ تم لوگ رسول اللہ کے ساتھ رہتے۔ جو بھوکوں کو کھلاتے تھے۔ ہم گھر سے دور رہتے۔ اور لوگ ہم کو ستاتے تھے۔ ہر وقت جان کا ڈر لگا رہتا۔ اسی اثنا میں رسول اللہ آ گئے بات سُنی تو فرمایا عمرؓ کا حق تم سے زیادہ نہیں۔ انھوں نے ایک ہجرت کی اور تم نے دو ؎

دوران خطبہ میں حضرت عمرؓ اپنے عہد میں حق مہر کی زیادتی کی نسبت کچھ فرمانے لگے۔ اور خاص رقم کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ تو ایک عورت پوری آزادی و دلیری سے کہتی ہے۔ اے عمر جب رسول کریم نے کوئی رقم مقرر نہیں کی۔ تو تمہارا کیا حق ہے۔ جس کے جواب میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں بیشک یہ عورت حق پر ہے۔ یا یہ کہ اس نے مجھ کو حق سے آگاہ کر دیا

پس رسول کریم صلعم ہمدردی بنی نوع انسان کے لئے ہی پیدا ہوئے۔ اور ہر رنگ میں رحمۃ للعالمین عملی نمونہ تھے ؎

رسولِ عربی صلعم

(مرسلہ محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ عصمت لاہور)

تیرے صدقے تیرے قربان رسول عربی
ہو فدا تجھ پہ میری جان رسول عربی

تو ہے محبوب خدا ساقی کوثر ہے تو
تجھ پہ نازل ہوا قرآن رسول عربی

منبع جود و کرم لطف و سخاوت ہے تو
حُسن و احساں کی ہے تو کان رسول عربی

تیرا ثانی کوئی پیدا نہ ہوا اور نہ ہو
میرے آقا میرے سلطان رسول عربی

شبِ معراج ملا تجھ کو یہ رتبہ عالی
حق نے تجھ کو کیا مہمان رسول عربی

آپ ہیں ختم رسل شافع روز محشر
آپ ہیں مظہر رحمان رسول عربی

دشمن دیں کے ہیں اسلام پہ حملے پیہم
ہے بپا کفر کا طوفان رسول عربی

ہر طرف کفر و ضلالت کی گھٹا چھائی ہے
المدد اے میرے سلطان رسول عربی

لو خبر اُمت مرحوم کی اے خیر رُسل
آپ ہیں کان صد احسان رسول عربی

کُفر مٹ جائے ہو اسلام جہاں میں روشن
یہی عصمت کا ہے ارمان رسول عربی

رحمۃ للعالمین کی رحمت میں عورتوں کا حصہ

(از محترمہ ب۔ خ۔ ن صاحبہ بنت شیخ مولا بخش صاحب مرحوم لاہور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوں تو ساری دنیا پر احسانات ہیں۔ مگر فرقہ اناث پر سب سے بڑھ کر ہیں۔ کیونکہ آپ ہی دنیا میں وہ پہلے انسان ہیں۔ جنھوں نے عورتوں کو قعر ذلت سے نکال کر بام ترقی پر پہونچایا۔ اور ان کی جائز عزت وحرمت کی تعلیم دی۔ ورنہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے جو عورتوں کی ذلیل حالت تھی۔ وہ محتاج تشریح نہیں۔ تاریخ اس کی شاہد ہے۔ کہ کس قدر اس کمزور اور ضعیف مخلوق پر ظلم وستم کئے جاتے تھے۔ اس وقت غلاموں سے بڑھ کر عورتوں کی حالت تھی۔ وہ مانند نباتات وجمادات کچھ بھی نہ کر سکتی تھیں۔ مرد جو چاہتے ان سے سلوک کرتے۔ جو ستم چاہتے ان پر روا رکھتے۔ لیکن عورتوں کے لئے حرام تھا۔ کہ وہ لب کشائی کر سکیں۔ مردوں کے لئے ان کو زندہ دفنانے میں دریغ نہ زندہ جلانے میں تامل تھا۔ اور معمولی معمولی باتوں پر عورتیں بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دی جاتی تھیں معصوم اور شیر خوار لڑکیوں کو اس سنگدلی اور سفاکی سے زندہ درگور کیا جاتا تھا۔ کہ اس وقت بھی سننے والوں کے آنسو بہ نکلتے ہیں۔ مگر ان پتھر کا کلیجہ رکھنے والے ماں باپ کو ان تکالیف پر کوئی رحم نہیں آتا تھا۔ جن مظالم کو پڑھ کر سنگدل سے سنگدل موم ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے عورتوں پر روا رکھے جاتے تھے۔ وحشی ناخدا شناس قوم کے خود ساختہ بے حس وحرکت معبودوں کے قدم ایک عرصہ دراز تک اس درماندہ مخلوق کے خون سے تر رہے۔ عورتوں کو بتوں کی قربان گاہوں پر ذبح کیا جاتا تھا۔ اور اس کو باعث نجات سمجھا جاتا تھا۔ خانقاہوں اور گرجوں کے تہہ خانے اور مندروں کی کوٹھڑیاں ان بے گناہوں کی لاشوں سے مدتوں سڑتی رہیں۔ ایک راہب یا پادری کے ادنےٰ اشارے پر ہزاروں بے گناہ عورتوں کا مارا جانا ایک معمولی بات تھی۔ صدیوں تک یہ خدا کی مخلوق نہایت ذلیل اور شرمناک حالت میں رکھی گئی۔ ایسی حالت میں جو نہ آنکھوں سے دیکھی جائے اور نہ کان سے سنی جائے۔ تعجب ہے کہ عورتوں کی یہ حالت دنیا کے کسی خاص حصہ سے مخصوص نہیں۔ بلکہ تمام جگہ ان سے یکساں سلوک تھا۔ عیسائیوں کی خانقاہوں اور گرجوں نے ہندوستان کے مندروں اور شوالوں نے آتش پرستوں کے آتش کدوں نے یہ سب مظالم دیکھے۔ اور وہ ان شرمناک خونی مناظر کے گواہ ہیں۔ غرض جہاں تک تاریخ کا مطالعہ کرو عورتوں کی حالت آنحضرت کی تشریف آوری سے پہلے نہایت ردی نہایت ذلیل اور نہایت شرمناک تھی۔ لیکن آخر خدا کی اس عاجز مخلوق کا صبر ضبط اور چپ کی داد بے اثر اور رائگاں نہ گئی۔ خدا تعالےٰ کی رحمت جوش میں آئی۔ اور اس نے اس رحمۃ للعالمین کو دنیا میں بھیجدیا جس نے آکر ہماری تکالیف کو پوری طرح محسوس کیا۔ اور خود ہزاروں تکلیفیں اٹھا کر ہزاروں سختیاں سہ کر ہماری عزت وحرمت کو قائم کیا۔ اور ہمیں اعلےٰ سے اعلےٰ حقوق عطا فرمائے۔ آپ نے عورتوں کی عزت وحرمت کو ان کے حقوق کی نگہداشت کو آئین مذہب کا ایک جزو قرار دیا اور یہاں تک ان کی تعظیم کی۔ کہ ان کی اطاعت ورضا جوئی کو کلید جنت قرار دیا۔ اور فرمایا جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ غور کرنا چاہئیے کہ دنیا میں آج تک کسی ہادی یا ریفارمر نے عورت کی یہاں تک عزت کی ہدایت کی ہے۔ کہ ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت بتا کر اس کی اطاعت کا حکم دیا۔ ہرگز نہیں سوائے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔ آپ کو عورتوں کا اس قدر خیال تھا کہ آپ نے آخری وصیت میں جو تین باتیں فرمائیں۔ ان میں آخری بات یہی تھی۔ کہ عورتوں سے حسن سلوک کرنا۔ اور ان کے حق میں اللہ سے ڈرنا وہ تمہاری قید میں ہیں۔

اللہ اللہ ہم بیکسوں کا آپ کو کس قدر خیال تھا۔ کہ انتقال فرماتے ہوئے بھی ہم عاجزوں کو نہ بھولے۔ آپ کے ارشادات ہیں کہ عورتوں کے حقوق مقدس ہیں۔ نیک عورت مرد کی بہترین دولت ہے۔ اپنی عورتوں کو مساجد میں آنے سے نہ روکو۔ علم حاصل کرنا مرد وعورت کا یکساں فرض ہے۔ اپنی بیویوں سے نرمی اور محبت کا برتاؤ رکھو۔ وہ تمہاری کنیزیں نہیں ہیں۔ نکاح مرد وعورت کا ایک معاہدہ ہے۔ اس میں دغا باز نہ ٹھیرو۔ فرمایا۔ خیرکم خیرکم لاھلہ۔ یعنی تم میں سے اچھا انسان وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا پیش آتا ہے۔ فرمایا کہ جو اپنے اہل وعیال سے سخت دل اور بد مزاجی سے پیش آتا ہے۔ خدا اس سے بغض رکھتا ہے۔ آپ کا ارشاد عالی ہے۔ کہ جس شخص کی لڑکیاں یا بہنیں ہوں اور وہ ان کی پرورش اچھی طرح کرے۔ تو خدا تعالےٰ اس پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔ ایک دفعہ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ مرد کو چاہیے کہ جب کوئی چیز بازار سے لائے۔ تو سب کو دینے میں ابتدا لڑکی سے کرے۔ کیونکہ جو شخص لڑکی کو خوش رکھتا ہے۔ وہ گویا حق تعالےٰ سے ڈر کر روتا ہے۔ اس پر آتش دوزخ حرام ہے۔

آپ نے نہ صرف عورتوں کی عزت وحرمت کی ہدایت کی۔ بلکہ اپنے طریق عمل سے بھی دکھا دیا۔ آپ کی نو بیویاں تھیں لیکن آپ سب کو ایک نگاہ سے دیکھتے۔ سب کے ساتھ محبت والفت سے پیش آتے۔ اور سب سے انصاف کا برتاؤ کرتے۔ ہر ایک کے جذبات واحساسات کا خیال رکھتے جہاں تک ہو سکتا۔ آپ بیویوں کی دلجوئی کرتے۔ بارہا آپ کی ازواج مطہرات آپ کو سخت جواب دے دیتیں۔ اور کئی دفعہ خفا ہو جاتیں۔ پورے چوبیس چوبیس گھنٹے بات چیت ترک کر دیتیں۔ مگر آپ ان کے اس طرز سے بھی کبھی کبیدہ خاطر نہ ہوتے۔ بلکہ آپ ہمیشہ درگذر کرتے۔ اور ان کے قصوروں کو معاف کر دیتے۔ اپنے حسن سلوک میں رتی بھر فرق نہ آنے دیتے۔ آپ کو اپنی لڑکی حضرت فاطمۃ الزہرا نہایت پیاری تھیں اور آپ ان کی عزت وتکریم بھی بے حد کرتے۔ الغرض جہاں آپ نے مسلمانوں کو عورتوں کی عزت وحرمت کی تعلیم دی۔ وہاں اپنے طریق عمل سے بھی اسے ثابت کر دیا۔

آپ ہمیشہ عورتوں کی طرفداری کرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ عرب کے کسی میلے میں ایک شخص نے کسی عورت سے نامہذب مذاق کیا۔ اس پر اس عورت کے عزیز رشتہ دار نہایت مشتعل ہوئے۔ اور اس مرد کو سزا دینی چاہی۔ اس پر دونوں قبیلوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ کچھ لوگ عورت کی طرف اور کچھ مرد کی طرف ہو گئے۔ جب آپ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ تو آپ عورت کے طرفداروں میں جا شریک ہوئے۔ آپ عورتوں کی تکلیف کو بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ مع عورتوں کے حج کو جا رہے تھے۔ ام سلمہ کو ازواج مطہرات کے ہمراہ لئے گئے۔ راستہ میں ساربانوں نے اونٹوں کو تیز دوڑانا شروع کر دیا۔ آپ نے فوراً روکا۔ اور فرمایا۔ تمہیں معلوم نہیں۔ کہ عورتیں آب گینے کی مانند ہوتی ہیں۔

غرض کہاں تک آپ کے احسانات اور مہربانیوں کا ذکر کیا جائے کیونکہ ان کے احسان تو وہ احسان ہیں جو نہیں ہوتے رقم مختصر یہ کہ پہلا انسان جس نے دنیا میں عورت کی وقعت قائم کی۔ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یہ آپ کی ہی قوت قدسی کا نتیجہ تھا۔ کہ عورتوں نے زندگی کے ہر ایک شعبہ میں وہ وہ کمالات دکھلائے۔ کہ اس زمانہ کے مرد بھی ان پر رشک کرتے تھے۔ قربان اس مقدس ذات پر کہ جس نے ہمیں حیوان سے انسان مردہ سے زندہ۔ پتھر سے ہیرا اور کنیز سے ملکہ بنا دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر یہ ہستی دنیا میں پیدا نہ ہوتی۔ تو آج نہ کوئی ہماری عزت وحرمت ہوتی۔ اور نہ ہم یہ کہہ سکتیں۔ کہ آج تمام قوموں سے ہمارے حقوق زیادہ اور اعلےٰ ہیں۔

خوش قسمت ہیں وہ جو ان احسانات کو یاد کر کے آپ کی

محبت اور الفت میں سرشار ہوں۔ غور کرنا چاہیئے۔ کہ آپ صلعم نے عورت کی عزت و وقعت کو اس وقت قائم کیا۔ جبکہ کل دنیا میں عورت کے متعلق ایک ہی قسم کے خیالات و معتقدات قائم تھے۔ اس وقت دنیا سے الگ تھلگ ہوکر ایک امر کو پیش کرنا۔ اور پھر اس پر عمل کروانا۔ اور قائم رہنا۔ اور پھر اس دشوار کام میں کامیاب ہوجانا فی الحقیقت ایک نادر الوجود بات ہے۔ جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی کسی ہادی۔ کسی مصلح۔ کسی ریفارمر کی لائیف اور سوانح میں کوئی ایسا واقعہ نکال کر دکھاؤ۔ کہ ساری دنیا کے خلاف ایک امر ایسی حالت اور صورت میں جو آپ صلعم کو پیش آئی۔ پیش کیا ہو۔ اور پھر منوا کر اس پر عمل کرایا ہو۔ ساری تاریخیں پڑھ لو۔ مذہبی دنیا کی ساری کتابوں کی ورق گردانی کرلو۔ یہ نظیر نہ ملے گی۔ ہمیں تعجب ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے عظیم الشان اور مشہور لوگ گذرے ہیں جن میں ریفارمر اور مصلحین اور مختلف مذاہب اور اقوام کے ہادی اور رہنما بھی تھے۔ ان کی ہدائتوں اور تعلیموں میں بہت عمدہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ جو اخلاقی۔ تمدنی طور پر مفید اور کارگر ہوسکتی ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان کی ہدائتوں اور تعلیموں میں کسی نے بھی ان بیچاری عورتوں کی دردناک حالت پر بجز خاتم النبیین صلعم کے توجہ نہیں کی۔ ہندوؤں کو ویدوں پر ناز ہے۔ لیکن کوئی ہمیں بتائے۔ کہ ویدوں کے مصنفوں نے اس عاجز مخلوق کے لئے کیا کیا۔ بدھ نے اپنی تعلیم سے عورتوں کو کیا فائدہ پہونچایا۔ عیسائی مذہب نے عورتوں کو کونسے حقوق دئے۔ ان ساری باتوں کا جواب آسان ہے۔ کہ کچھ بھی نہیں۔ ہم کو اس بات پر فخر اور ناز ہے کہ جو کچھ ہمارے ہادی صلعم نے عورتوں کے لئے فوائد اور منافع رکھے ہیں۔ کسی مصلح۔ کسی ریفارمر کسی ہادی نے نہیں رکھے۔

اللّٰہم صل علیٰ محمد وعلےٰ آل محمد وبارک وسلم

ابوہریرہ رض سے روائت ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ رحم کرے ایسے مرد پر جو رات کو نماز پڑھنے کے لئے اٹھتا ہے۔ اور اپنی بیوی کو جگاتا ہے۔ اگر وہ انکار کرے۔ تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے ڈالتا ہے۔ رحم کرے۔ اللہ تعالےٰ اس عورت پر کہ رات کو نماز کے لئے اٹھتی ہے۔ اور اپنے خاوند کو جگاتی ہے۔ اگر وہ انکار کرے۔ تو اس کے مونہہ پر پانی کے چھینٹے ڈالتی ہے۔

(ابوداؤد)

فرقہ نسواں پر خاتم النبیین صلعم کے فیوض

(از محترمہ عزیزہ رضیہ اہلیہ مرزا گل محمد صاحب قادیان)

اے بنی نوع انسان تیرے لئے کیا ہی شرف اور فخر کا مقام ہے۔ کہ وہ اعلےٰ ہستی بھی تجھ میں سے ہی تھی۔ جو ملائکہ وجن وانس سب سے افضل ہے۔

آپ کے وجود باجود نے مردہ دنیا میں روح پھونکی۔ اور ہر شعبہ میں نئی جان ڈالی۔ خصوصاً طبقہ نسواں جوکہ آپ کی بعثت کے زمانہ میں بالکل بے حقیقت بلکہ بنی نوع انسان سے خارج سمجھا جاتا تھا۔ اور عورتوں کو جانوروں سے بھی بدتر خیال کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ عرب کے لوگ عمدہ گھوڑے کی پیدائش پر تو ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے۔ مگر لڑکی کی پیدائش پر صف ماتم بچھ جاتی۔ ماں باپ منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے ان کی ناک کٹ جاتی۔ یہاں تک کہ لڑکیاں زندہ گاڑدی جاتیں۔ اور جو زندہ رہتیں۔ وہ بھی زندہ درگور رہتیں۔

آپ کے احسانات اور فیوض سے عورتیں بھی خلقت انسانی کا ایک جزولاینفک سمجھی جانے لگیں۔ اور آپ کے ہی طفیل وہ خدا تعالےٰ کی رحمت اور اس کے فضلوں کی وارث ہوئیں۔ آپ کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ نے طبقہ نسوان کے لئے اپنے وہ پرحکمت قوانین جاری فرمائے۔ جن کے ذریعہ سے وہ مرد جوکہ عورتوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انہیں اپنا مونس اور مددگار سمجھنے لگے۔ اور انہیں مقام ذلت سے عزت و عظمت کی بلندی پر جگہ دینے اور قبضہ بیجا سے آزاد کرنے میں راحت دائمی محسوس کرنے لگے۔

ابتدائے نبوت میں سب سے پہلے طبقۂ نسواں کو ہی شرف ایمان حاصل ہوا۔ یعنی سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والی ہستی ایک عورت ہی تھی۔ یعنی حضرت خدیجہ رض گویا پہلے پہل آپ کے چشمۂ ہدائت سے طبقہ نسوان ہی فیضیاب ہوا۔ طبقۂ نسوان کے حق میں سرور دوجہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت کے متعلق حضرت انس رض سے روائت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی۔ میں اور وہ قیامت کے دن اکٹھے ہونگے۔

ایک حدیث میں حضرت عائشہ سے روائت ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس کو خدا تعالےٰ لڑکیاں دے۔ اور پھر وہ ان کی اچھی طرح پر پرورش کرے۔ تو وہ لڑکیاں اس کے لئے عذاب الٰہی میں روک بن جاتی ہیں سبحان اللہ۔ آپ نے لڑکیوں سے اچھا سلوک کرنے کو اور ان کی اچھی طرح پرورش کرنے کو اتنا اہم قرار دیا۔

ابوہریرہ رض سے روائت ہے۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایمان میں سب سے زیادہ کامل وہ شخص ہے۔ جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ اور تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے۔ جو بیوی کے حق میں بہتر ہو۔

طبقہ نسوان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار احسانات جاریہ ہیں۔ آج دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں۔ کہ وہ دعوےٰ کرسکے۔ کہ اس میں عورتوں کی بہبودی کے لئے کوئی ایسا مکمل قانون ہے۔

آج تک کسی بانئے مذہب نے عورتوں کے حقوق میں ایسی مساوات کا لحاظ نہیں رکھا۔ اور نہ اس مظلوم طبقہ کے ساتھ ایسی ہمدردی کی۔ مگر بعض ایسی باتوں پر مخالفین اعتراض کردیتے ہیں۔ جن کی حقیقت کو وہ نہیں سمجھتے۔ مثلاً یہ کہتے ہیں۔ کہ اسلام میں مردوں کا رتبہ زیادہ ہے۔ اور عورتوں کو ذلیل سمجھا جاتا ہے حالانکہ قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ مردوں کو عورتوں پر جو فضیلت ہے۔ اس کی یہ وجہ ہے۔ کہ وہ اپنے مال جو کہ وہ محنت اور مشقت سے کماتے ہیں۔ ان پر خرچ کرتے ہیں۔ سو یہ فضیلت ضرور ہونی چاہئے۔ اور اس کو کوئی ظلم نہیں کہہ سکتا۔ جبکہ مرد و عورت کے حالات ہی اس بات کا تقاضا کرتے ہیں۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ اسلام میں مرد و عورت کے حقوق میں مساوات نہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔ مرد و عورت کے حالات اور انکے وظائف کا لحاظ رکھتے ہوئے حقیقی مساوات بھی ہے۔ جو کہ بانی اسلام نے قائم کی ہے۔ آپکی تعلیم میں کوئی ایسا دینی و دنیاوی کام نہیں جسمیں عورت مرد کے برابر شریک ہوسکے جیسا کہ آپکے اپنے طرز عمل سے اور آپکے ازواج کے حالات سے ثابت ہے کہا گیا ہے۔ کہ نصف دین عائشہ رض سے سیکھو نیز صحابیات کے حالات مطالعہ کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بہت سی ایسی جلیل القدر عالمہ عورتیں گزری ہیں۔ جن سے مردوں نے دین سیکھا۔ جن میں سب سے اول حضرت عائشہ رض کا ہے اور جنگوں میں بھی صحابیات برابر شریک رہیں۔ اور ان کی بہادری کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ان باتوں سے حقوق میں مساوات ثابت شدہ امر ہے۔ یہ تمام فیوض اور برکات اسی محسن کامل کے ہیں جسکی ذات

عورت کی حالت اسلام سے پہلے اور بعد

(از محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر گوہر الدین صاحب۔ مانڈلے برما)

آج سے چودہ سو سال پیچھے ہٹئے۔ اور اہل دنیا کے طور طریق دیکھئے۔ علاوہ دوسرے انسانیت سے گرے ہوئے افعال کے فرقہ نسواں کی ایسی بری حالت تھی۔ کہ اس سے ادنیٰ حالت کسی مخلوق کی نہ ہوگی۔ چارپاؤں کو بڑی الفت سے پالتے ہیں ان کے گلے کے گلے بھرے پڑے ہیں۔ لیکن ابھی اور زیادتی مدنظر ہے بکثرت بھیڑ بکریوں۔ مال۔ مویشی کی زیادتی ان کی مسرتوں کو بڑھاتی ہے۔ گلہ بان چرانے لے جاتا ہے تو ان چوپاؤں کو مسرور و شاد کرنے کے لئے بانسری کی لے میں سریلا راگ گاتا ہے اور ان کو زیادہ سے زیادہ کرنے کی ہر تدبیر عمل میں لاتا ہے۔ مویشی سو میں یا ہزار سب برابر ہے۔ ایک ساتھ چرائے جاتے ہیں۔ ایک ساتھ رکھوالی ہوتی ہے۔ کوئی فرق نہیں۔ سب یکساں بہتری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن نہیں۔ ان باڑوں کے پاس خدا کی ایک اور مخلوق بھی ہے جو خدا کے نزدیک سب اشرف المخلوقات ہے۔ اور ان گلہ بانوں کا وہ جزو ذاتی ہے۔ مگر انہوں نے اس مخلوق کو عضو معطل و ذلیل ترین شے قرار دے رکھا ہے۔ اتنی توقیر بھیڑ بکری کی [illegible] تو نہیں سمجھی جاتی۔ یہی فرقہ نسواں ہے۔ آہ! جس کی حالت [illegible] سے بدتر ہے۔ اور جانور ان سے بدرجہا بہتر حالت میں ہیں۔

یہی فرقہ مردوں کا خدمت گذار، موجب راحت اور ان کی آسایش کا ذریعہ ہے۔ مگر آہ! ستم حد سے زیادہ ہے۔ قدر ان کی نہ تھی۔ ان کی راحت و آرام کا خیال۔ ان کی رائے کسی چیز میں [illegible] کا حق کسی بات میں کسی معاملہ میں ان کا دخل۔ آہ تو یہ ان کا وجود ہی ان مردوں پر گراں اور شاق ہے۔ بھیڑ بکریوں کی زیادتی ان کی دلی خوشی کا موجب۔ مگر یہ خدمتگذار [illegible] کی پیدائش ناگوار بلکہ آبروریز سمجھی جاتی۔ جو بچیوں کو توڑ [illegible] تدبیریں بچ کر اس بے کس ہستی کو زندہ ہی گاڑ دینے کے فیصلے [illegible] حال گاڑنے سے بچالی گئیں۔ وہ دنیا میں مظلومی و بیچارگی کی تصویر اور عبرت کا مرقع۔ مرد کا اختیار ہے۔ کہ [illegible] سا چاہے۔ اس سے سلوک روا رکھے۔ اپنی حیوانی خواہشوں [illegible] پورا کرنے کے واسطے چاہے تو اس سے تعلق رکھے۔ اور [illegible] تعلقات میں ماں بہن بھی مستثنے نہ رہیں۔ مگر احترام [illegible] کا بھی اسپر واجب نہیں۔ اس کی آسایش و آرام کا ذمہ وار [illegible] اور مجبور۔ گویا یہ غریب فرقہ محض مردوں کی نفسانی [illegible] کا آلہ تھا اور بس۔ باپ لاکھوں کا آدمی ہے۔ مگر [illegible] دولت سے محروم و بے تعلق۔ خاوند ہزاروں کا کاروبار کرتا ہے لیکن یہ بے تعلق۔ ضعیفہ ہے تو نوجوان بیٹے سے مدد کا کوئی حق نہیں رکھتی۔ یوں سمجھو کہ یا تو زندہ ہی گاڑ دی گئی۔ اور جو محدود تعداد گاڑنے سے بچ گئی۔ اس کا یہ حشر ہوا۔ کہ مردوں کے پاؤں کی ٹھوکر جائے تفریح یا پھر خواہشات حیوانی کا آلہ۔ اس فرقہ سے زیادہ قسمت کا ہیٹا بدنصیبوں جلا مخلوق خدا میں اور کوئی نہ ہوگا۔ ہزاروں ظلم اور لاکھوں ستم اس پر توڑے جائیں۔ مگر کوئی دادرس نہیں۔ پرسان حال نہیں۔ کوئی نجات دہندہ نہیں۔ کوئی بازپرس نہیں۔ کوئی عدالت نہیں۔ کوئی تعزیر نہیں ؛

ایسے خونخوار اور تاریک زمانہ میں یکایک فضل خدا نے جوش مارا۔ اور آبِ رحمت کا نزول ہوا۔ رحمۃ للعالمین مبعوث ہوئے۔ تلطف کی گھٹائیں چھائیں۔ اور کرم کے بادل برسے اس خدا کے اس مظہر اتم نے اس خانۂ تاریک کی کایا آن واحد میں پلٹ کر رکھ دی۔ مرض عصیان کی جگہ نور ایمان نے لے لی گمراہی ہدایت سے، شقاوت رحم سے۔ عداوت الفت سے جہالت علم سے۔ ظلمت نور سے مبدل ہوگئی۔ اور ؎

کبھی کے جو پھرتے تھے مالک سے بھاگے
دیئے سر جھکا اس نے مالک کے آگے

اس رحیم کریم ہادی برحق کے چشمۂ فیض سے جہاں تمام عالم سیراب ہوا۔ اس مبداء الانوار نے جہاں اندھوں کو بینا بنایا جہاں انسانوں کو واقعی انسان اور باخدا انسان بنا دیا۔ وہاں اس کا فیض اس فرقۂ رنجور پر بھی گھنگھور گھٹا بن کر برسا۔ اور ایسا برسا کہ نہال کر گیا۔ ہاں اس کا کرم! اس کا رحم! ان بے نواؤں پر ابر رحمت بن کر آیا۔ اور دم میں سرسبز و شاداب اور ذی عزت و باوقار بنا گیا۔ ماں باپ جو ان بے گناہوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگتے تھے۔ ان کے دلوں کو مہر و محبت سے بھر دیا۔ جو اپنی دولت میں ان کا کوئی حق نہ سمجھتے تھے ان سے ان کو حق دلوا کر بتلا دیا۔ کہ یہ فرقہ تمہارے بیٹوں ہی کی طرح شریک ہے۔ شوہر جو اس غریب کو صرف خدمتگار تصور کرتا تھا۔ اور ایک جانور سے زیادہ جس نے اس کو کبھی وقعت نہ دی تھی۔ جس کی آسایش کا خیال اس کے دل میں بھولے سے بھی نہ آتا تھا۔ جس کی توقیر کے لئے اس کے سینہ کے کسی گوشہ میں جگہ نہ تھی۔ اس کو ہاں اسی کو سچی محبت اور دائمی الفت پر مجبور کر دیا۔ اور بتا دیا کہ خیرکم خیرکم لاھلہ۔ تم سو اچھے اور ہزار نیک ہو۔ مگر یاد رکھو۔ حقیقت میں اچھے نہ بن سکو گے۔ جب تک اپنے اہل سے اچھا سلوک نہ کرو گے۔ پھر خاوند کے دل میں جاگزین کیا کہ ولزوجک علیک حق تیری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لئے کہ ہمیشہ ان کی خاطر و دلجوئی ملحوظ رکھیں۔ فرمایا۔ بھولنا نہیں۔ باہر سے آؤ تو اپنی بیوی کے لئے ہدیہ لاؤ۔ نکاح کرو تو پہلے اس کا مہر مقرر کرو۔ زندگی بھر اس کی خورد و نوش کے متکفل رہو۔ اس کی جائز خواہشات یعنی اس کی زیب و زینت۔ اس کی خوشی اور اس کے جذبات کا خیال رکھو۔ اور مرنے کے بعد تمہاری میراث میں وہ شریک ہے۔ یہ نہیں کہ زندگی بھر وہ تمہاری خدمت گذار اور تم اس کے کفیل رہے۔ مرنے کے بعد یہ سلسلہ منقطع! مرنے کے بعد بھی سلسلہ ناموس تمہارا اور اس کا قائم ہے۔ اس کے مال میں تم شریک اور تمہارے مال میں وہ۔

غرض اپنے قول و فعل سے اس جنس ضعیف کی وہ توقیر مردوں کے دلوں میں پیدا کی۔ کہ اب ان کے دلوں کا کوئی کونہ احترام سے خالی نہ رہا۔ حضور علیہ السلام کے قول و فعل کی ایک دو مثالیں عرض کرتی ہوں:۔ ایک عورت آتی ہے۔ آپ دیکھتے ہی احترام کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ کون ہے؟ ام المومنین۔ حضرت خدیجہؓ کی سہیلی ہیں۔ ایک عورت کی یہ فضیلت دیکھ کر دوسروں کے دل خود ہی آپ آپ ہوگئے۔ کہ جب ہمارا پیشوا بی بی کی سہیلی کا یہ احترام کرتا ہے۔ تو بی بی کتنے احترام کی مستحق ہے ؛

ایک شخص کہتا ہے "حضور کو اقربا میں سے کون زیادہ محبوب ہے"، ارشاد ہوتا ہے "عائشہؓ"، سوال ہوتا ہے حضور کو دنیا کی کیا چیز پسند ہے فرمایا "نماز۔ خوشبو۔ عورت"

بیٹے کو ماں کے حقوق جتلائے کہ اسکو "آہ" یا "اُف" تک نہ کہو۔ اس کے پاؤں تلے جنت ہے۔ اسکی خدمتگذاری ذریعہ نجات اخروی ہے۔ اسکی خوشنودی خالق کی خوشنودی کا موجب ہے۔ خبردار! خبردار! اُف تک نہ کہنا اور ہر طرح خدمت بجا لانا ؛

ایک شخص کہتا ہے "حضور! میں نے اپنی ضعیفہ ماں کو سات حج اپنے کندھوں پر اٹھا کر کرائے ہیں۔ اب تو کچھ کچھ حق الخدمت ادا ہو گیا ہوگا۔ جناب رسالت پناہ فرماتے ہیں۔ ابھی تو تم اتنا معاوضہ بھی نہیں دے سکے۔ جتنا تمہاری ماں نے تمہیں گیلی طرف سے اٹھا کر سوکھی طرف کیا"۔ غرض آپ نے اس فرقہ کی محبت و مودت اس طرح دل میں بٹھائی کہ اب گنجایش نفرت و حقارت کی ذرہ باقی نہیں رہی۔ اور وہی قبل کی ذلیل ہستی ایک اعلیٰ شخصیت۔ منبع شادمانی۔ موجب تسکین و حیز راحت سمجھی جانے لگی۔ اب یہ حقیر جنس "جنس لطیف" ہوگئی میراث پدری کی وارث۔ شوہر کی محبوبہ۔ ماں کی حصہ دار۔ گھر کی مالکہ۔ بیٹے کی جائے ادب و احترام ؛

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آل سیدنا محمد و بارک وسلم۔ انک حمید مجید

رسول کریم صلعم کے بے شمار احسانوں میں سے کچھ

(از محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ حکیم محمد یعقوب صاحب قریشی لاہور)

آج سے تیرہ سو سال پہلے جو عورت کی حالت تھی۔ اور جو جو ظلم و ستم اس کمزور ہستی کو سہنے پڑتے تھے۔ تاریخ ان کی شاہد ہے۔ کونسی ذلت تھی۔ جو اس غریب فرقہ کو نہ اٹھانی پڑتی تھی۔ عورت مجسم گناہ تصور کی جاتی۔ شیطان سے اسے تشبیہ دیجاتی شیطان کی گدگدی۔ اور روحانی حقوق کی پامال کرنے والی اسے کہا جاتا۔ کوئی مذہب ایسا نہ تھا۔ جو اس فرقہ کو کچھ اہمیت دیتا اور اس کی کچھ وقعت سمجھتا۔ بدھ مذہب میں تو عورت کے ہوتے ہوئے نجات ناممکن سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے۔ گوتم بدھ نے اپنی بیویوں کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کے بعد ہندو مذہب کو لیجئے جو حالت اس مذہب میں غریب عورت کی ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ بیوہ کی شادی ممنوع ہے۔ اور جو شادی شدہ ہے اس کی حیثیت ایک غلام سے بھی بدتر ہے۔ خاوند چاہے کیسا ہی جابر و ظالم کیوں نہ ہو۔ جیتے جی چھٹکارا نہیں۔ پھر والدین کی جائداد میں لڑکی کو کوئی حصہ نہیں۔ عرب میں تو لڑکیاں پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دی جاتی تھیں۔ گویا ان کو دنیا میں آنے کا بھی استحقاق نہ تھا۔ ماں کی ممتا کی آگ جو مشہور ہے۔ وہ بھی اس معاملہ میں سرد پڑ جاتی۔ وہ بھی لڑکی پیدا ہوتے ہی چپکے سے زندہ دفن کراتی۔ اور تیوری پر بل تک نہ آتا۔

غرض کیا کیا ظلم نہ تھے۔ جو عورتوں پر روا رکھے جاتے تھے۔ آخر دریائے رحمت جوش زن ہوا۔ اور خدائے پاک و برتر نے فخر انبیاء رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما کر ان کے ذریعہ اپنا پاک مذہب یعنی اسلام قائم کیا۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اپنے ہمراہ ہزارہا برکتیں اور رحمتیں لے کر آئے۔ تو اس مظلوم فرقہ پر بھی خاص فضل خدا ہوا۔ اور ان کو ان کے جائز حقوق عطا فرمائے۔ سب سے اول زندہ درگور ہونے کی قبیح رسم کو موقوف کیا۔ اس کے بعد اور احکام خداوندی بتلائے۔ جیسے شادی بیوگان طلاق۔ وراثت وغیرہ۔ اور وہ عورت جو محض ایک جانور سمجھی جاتی تھی۔ اور بدسے بدترین شمار ہوتی تھی۔ اسے خداوند تبارک و تعالیٰ نے اپنی دیگر نعمتوں میں سے ایک نعمت بیان فرمایا۔ چنانچہ قرآن میں آتا ہے۔ ومن ایٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ؕ

یعنی خدا کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اس نے خود تمہاری جنس سے تمہاری عورتیں پیدا کیں۔ تاکہ تم ان سے تسلی پاؤ۔ اور اس نے تم دونوں کے درمیان الفت و محبت پیدا کی۔

پھر قرآن کریم میں بہشت کا جابجا ذکر آیا ہے۔ جہاں عورت کا بھی برابر ذکر ہے۔ اور پھر عورت کو مرد کا لباس اور مرد کو عورت کا لباس قرار دیا ہے۔ پھر جائداد میں سے حصہ دار بنایا۔ پھر فرمایا۔ عورتوں سے نیک معاشرت رکھو۔ ان پر بے جا سختی نہ کرو سوائے اس کے کہ وہ کھلی کھلی بے حیائی کریں۔ پھر اگر عورت کا نباہ خاوند سے نہ ہو سکے۔ تو طلاق کا مسئلہ موجود ہے اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود مثال قائم کر کے بتلا دیا۔ کہ عورت کیا ہے۔ اور اس کے حقوق کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صاحبزادی فاطمۃ الزہرا کے ساتھ جس شفقت و محبت سے پیش آتے۔ وہ کسی پر مخفی نہیں جسوقت آپ تشریف لاتیں۔ تو آپ خود ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے اسی طرح آپ کا سلوک جو اپنی بیویوں کے ساتھ تھا۔ وہ بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک انصاری لڑکی کی پرورش کی تھی۔ اس کی شادی کی رسم معمولی طریق پر انجام دینے لگیں۔ آپ باہر سے تشریف لائے۔ تو فرمایا۔ عائشہؓ گیت تو گائے نہیں گئے۔ آپ دل بہلانے کی غرض سے کبھی کبھی کہانی بھی سناتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عائشہؓ کھانا اکثر اکٹھے تناول فرماتے۔ ایک دفعہ عید کا دن تھا۔ اور حبشی عید کی خوشی میں نیزے ہلا ہلا کر سپاہیانہ کرتب دکھا رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ کو یہ تماشا دیکھنا چاہا۔ تو آپ نے بطیب خاطر منظور فرمایا۔ آپ آگے اور وہ پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ اور جب تک تماشا خود تھک کر پیچھے نہ ہٹ گئیں۔ آپ برابر اوٹ کئے کھڑے رہے

غرض آپ جنس اناث کے لئے مجسم رحمت تھے۔ کیا کیا الطاف و عنایات آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کمزور اور ناتوان فرقہ پر فرمائیں۔ بے اختیار زبان سے اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید نکلتا ہے

میں نے مختصر چند باتیں عرض کی ہیں۔ جو رسول کریم کے بے شمار احسانوں کا ایک قلیل سا حصہ ہے۔

خاتم النبیین صلعم کی کامیابی

(از محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ (نذیر احمدی) لدھیانہ)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سچے آقا اور محسن عظیم ہیں۔ حضور نے اپنے ناقابل ختم کرم سے اس دنیا میں ظاہر ہو کر ہم پر وہ وہ احسان کئے ہیں۔ کہ ہم انہیں گن بھی نہیں سکتے۔ نہ صرف ہم اور ہمارے باپ دادا بلکہ ہماری صدہا پشتیں حضور کی غلامی کا فخر رکھتی ہیں۔ حضور نے تن تنہا تمام دنیا میں توحید کا ڈنکا بجا کر ہمارے لئے خدائی ہمت بخشنے اور اپنے ارادہ میں مستقل رہنے کا ایک جیتا جاگتا نمونہ قائم کر دیا ہے۔ حضور کے بازو میں لاریب زور قضا چھپا ہوا تھا۔ اسی روحانی قوت سے حضور نے اس کرہ ارض کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا۔ اور تمام دنیا کو دکھا دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اپنے ارادہ کے ایسے پورے ہوا کرتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی قوم میں جو ہمیشہ سے مردہ اور بت پرست چلی آتی تھی۔ جو بنی نوع انسان میں شمار ہونے کے قابل نہ تھی۔ جو وحشی اور ناخدا ترس تھی۔ جو ایک پانی کے گھونٹ پر صد ہا سال جنگ قائم رکھنے والی تھی جو جاہل اور قمار باز تھی۔ جو مردم خور اور دختر کش تھی۔ جو بظاہر انسان معلوم ہوتے تھے۔ لیکن ان کی خصلت درندوں کی سی تھی۔ کے اندر زندگی کی روح پھونک دی اور ان کی مذموم عادات ایسی کھوئیں۔ کہ وہ متمدن اقوام بن کر قدیم مہذب قوموں کے استاد بن گئے۔

حضور نے آناً فاناً ان کی وحشت کو تہذیب سے اور ان کی جہالت کو علم سے بدل دیا۔ اور بت پرستی کی جگہ ایک خدا کی پرستش قائم کر دی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی۔ پیر پرہیزگاری اولوالعزمی اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کی وجہ سے سمجھ دار لوگوں نے سمجھ لیا۔ کہ واقعی حضور خالق ارض و سما کی طرف سے دنیا کی راہنمائی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ آپ کی سچائی حضرت صدیقؓ جیسے پاکباز۔ راست گو اور سچے ہمدرد بنی نوع انسان کے دل کے اندر گھر کر گئی اور آپ حضور پر صدق دل سے ایمان لے آئے۔ پھر دنیا کے لوگوں پر بھی آپ کی سچائی کی شعاعیں پہنچ گئیں۔ اور حضرت عمرؓ فاروق اعظم جیسے شیر خدا جری۔ اولوالعزم۔ مدبر۔ سپہ سالار کے علاوہ لاکھوں بندگان خدا نے رسول خدا صلعم کی اطاعت کے لئے سر جھکا دیا۔

رت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس پیدائش ایک ایسے
شوب زمانہ میں ہوئی تھی۔ کہ دُور دُور تک شرک اور بت پرستی
ندھیری نے فطرت کے نورانی چہرہ کو چھپا رکھا تھا۔ عربوں کا
ئے مختلف باطل معبودوں کے گوئی سر دھر رہا تھا حضرت
سی کی تعلیم گاؤ خورد ہو چکی تھی۔ توریت میٹ چکی تھی
سری طرف نصرانیت دم توڑ رہی تھی۔ اور خداوند مسیح کی
ردوں میں تن پرست بھیڑیے پیدا ہو کر ان کا نوالہ خام کر رہے
ے۔ خانقاہیں۔ اور کل معابد زناکاری کے گھر یا بازاری
رتوں کے اڈے بن رہے تھے۔ اور پیشوایان مذاہب
ے دل ایسے سیاہ ہو گئے تھے۔ کہ وہ جہالت کو نجات کی کنجی سمجھتے
تھے۔ اخلاق کی ایسی زبوں ترین حالت اور روحانیت کے
انتہائی تنزل کے زمانہ میں اگر کیسے ہی زبردست دل و دماغ
ے انسان سے کہا جاتا۔ تو اس کا کلیجہ شق ہو جاتا۔ مگر حضرت
لی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف ان اردگرد کی قوموں کی
ح کا بیڑا اٹھایا۔ بلکہ یہ دعوے کیا۔ کہ میں تو دنیا کی زمت
ت میں تبدیل کرنے کے لئے۔ اور تمہاری روحانی مہلک
یوں کو شفا دینے کے لئے خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں
پھر جو سعید روحیں حضور پر صدق دل سے ایمان لے آئیں۔ ان
اور روحانی بیماریاں بالکل دُور ہو گئیں۔ اور ان کی زحمت
ت میں تبدیل ہو گئی۔

جس طرح قدیم سے چلا آتا تھا۔ کہ خدا تعالے کے
ریدہ۔ خالص اور صادق پر جاہل قوم پھبتیاں کستی
ان کا مذاق اڑاتی ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ی ٹھٹھا اڑایا گیا۔ اور ہر طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم
یا۔ اور اذیت دی گئی۔ مگر مرحبا ہے۔ اس غیر معمولی
جواب استقلال کو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اپنی جگہ سے مطلق نہیں ڈگمگایا اور روز بروز حضور
ستقلال میں ایک زور۔ تمکنت اور جوش پیدا ہوتا گیا
غیر اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کل ٹھٹھے ہنسیاں اور پھبتیاں
ہو گئیں۔ اور سب نے حضور کی اطاعت میں اپنی گردنیں
یں۔

جو سرکشی اور نافرمانی پہلے رسولوں سے کی گئی۔ اس کے پڑھنے
رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ دہشت ناک سختی
گدلی جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے برتی گئی۔
ے پڑھنے سے تو دل ہل جاتا ہے۔ اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ساتھ
ں کے حضور کو کامیابی بھی پوری عطا کی گئی۔ اور ایسی کامیابی
سول کو اپنی زندگی میں میسر نہ ہوئی۔ بس مبارک ہے وہ انسان جو
س سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا۔ اور بد قسمت
ہ جو ایسے پاک وجود سے بے خبر ہے۔

بانی اسلام کا ساری دُنیا پر ایک بہت بڑا احسان

(از محترمہ سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ بنت سید غلام حسین صاحب فیروز پور)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام دنیا پر سب سے بڑا اور زیادہ اثر ڈالنے والا احسان یہ ہے۔ کہ آپ نے دنیا میں سے شرک مٹانے کی بہت کوشش کی۔ اور تمام دنیا کو حقیقی توحید کی تعلیم دی جس سے نہ صرف روحانی ترقیات کے دروازے کھل گئے۔ بلکہ اخلاق لحاظ سے بھی یہ تعلیم بہت سی ترقیات کا موجب ہوئی۔ اور ہو رہی ہے۔ آپ ہمیشہ شرک کے مٹانے کی کوشش کرتے رہے کہ لوگ جو کہ سخت بت پرست تھے۔ آپ پر ہنستے اور اپنی بیوقوفی کی وجہ سے یہ سمجھتے کہ اس شخص نے تمام خداؤں کو ملا کر ایک بنا دیا ہے۔ کیونکہ اہل مکہ نے سینکڑوں بت بنا کر اپنے معبد میں رکھے ہوئے تھے۔ جن کے سامنے روزانہ عبادت کرتے۔ اور جن کے آگے باہر سے آنے والے لوگ نذرانہ چڑھاتے۔ جن پر گئی خانہ بانوں کا گذارہ تھا۔ ان لوگوں کے لئے ایک خدا کی عبادت بالکل عجیب تعلیم تھی۔

اسی لئے جب آپ توحید کی تعلیم دیتے تو بد قسمت لوگ آپ کو بہت تکلیفیں دیتے۔ ایک دفعہ اہل مکہ آپ کے چچا کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہمیں اور قریش کے لڑکے کو اپنا لڑکا بنا لیں۔ اور محمدؐ یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے حوالہ کر دیں۔ تاہم ان کو سزا دیں۔ آپ کے چچا نے کہا۔ تم بھی عجیب ہو اور عجیب بات کرتے ہو کیا کوئی جانور بھی ایسا کر سکتا ہے۔ کہ اپنا بچہ کسی اور کو دیدے تاکہ وہ اُسے مار دے۔ تم یہ چاہتے ہو کہ میں احسان ہو کر غیر کے لڑکے کو اپنا بنا لوں۔ اور اپنے لڑکے کو تمہیں دیدوں۔ تاتم اُسے دُکھ دیکر مار ڈالو۔ جب اہل مکہ کو اس طرف سے ناامیدی ہوئی۔ تو انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا سے یہ کہا کہ اچھا آپ اپنے بھتیجے کو سمجھا دیجئے۔ خدا تعالے کے ایک ہونے پر تاکید نہ دیا کرے اور بتوں کے خلاف کچھ نہ کہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے چچا نے کہا جبکہ کے رؤسا ایسا کہتے ہیں کیا آپ ان کو خوش رکھتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا۔ آپ کے مجھ پر بہت احسان ہیں۔ مگر آپ کے لئے یا کسی کے لئے خواہ کوئی ہو میں خدا تعالیٰ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر آپ کو لوگوں کی مخالفت کا خوف ہے۔ تو آپ مجھ سے اپنی نگرانی ہٹا لیں۔ اور مجھ سے الگ ہو جائیں میں اس صداقت کو جو مجھے خدا تعالیٰ سے ملی ہے۔ ضرور پیش کروں گا جب اہل مکہ کو اس سے بھی ناامیدی ہوئی تو انہوں نے ایک رئیس کو اپنے میں سے چنا اور اس کی معرفت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہلا بھیجا۔ کہ اگر آپ کی یہ غرض ہے کہ آپ کو عزت مل جائے۔ تو ہم سارے آپ کو سردار قرار دیتے ہیں۔ اور اگر آپ کو مال کی خواہش ہو تو ہم جمع کر دیتے ہیں۔ جس سے آپ سب سے زیادہ امیر ہو جائیں گے اگر حکومت کی خواہش ہے۔ تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنانا کو ملیار ہیں۔ اور ہم سب آپ کے مشورے و حکم کے بغیر کوئی کام نہ کریں گے اور اگر شادی کی خواہش ہے تو جس عورت سے آپ چاہیں آپ کی شادی کرا دی جائے گی۔ مگر آپ ایک خدا کی پرستش کی تعلیم نہ دیں۔ جس وقت یہ پیغام آپ کو دیا گیا۔ آپ نے فرمایا دیکھو اگر سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں لے آؤ یہ دنیا کا سامان تو کیا چیز ہے۔ اگر سورج و چاند کو بھی میرے قبضہ میں دیدو۔ تب بھی میں اس پاکیزہ روحانی تعلیم کو نہ چھوڑوں گا اللہ اللہ کس قدر محبت عزت و عظمت خدا تعالیٰ کی آپ کے دل کو منور کر رہی تھی۔

آپ نے خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی چیز کی پروا نہ کی۔ اور کوئی دُکھ یا تکلیف آپ کو شرک کے مٹانے سے نہ روک سکی۔ آخر آپ سب مخالفوں پر غالب آئے اپنی زندگی میں ہی سارے عرب کو بُت پرستی کی لعنت سے پاک کر دیا اور اپنے پیروؤں کو خدائے واحد کا پرستار بنا کر ان میں وہ ہمت اور اولوالعزمی پیدا کر دی۔ کہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت ان کے آگے نہ ٹھہر سکی۔ اور وہ ساری دنیا کے ہر رنگ میں استاد بن گئے۔ اس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرک اور بت پرستی کو مٹا کر دنیا پر اتنا بڑا احسان کیا جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

شرک کو چھوڑ کر خدا تعالے کی وحدانیت پر ایمان لانے کی وجہ سے مسلمانوں کو جو عروج اور ترقی حاصل ہوئی۔ اور جو تغیر ان کے ارادوں اور حوصلوں میں پیدا ہو گیا۔ وہ کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ ساری دنیا جانتی ہے۔ مگر افسوس کہ اس زمانہ کے مسلمان طرح طرح کے شرکوں میں مبتلا ہو کر اپنے اسلاف کی تمام صفات سے عاری ہو چکے ہیں۔ اور روز بروز قعر مذلت میں گر رہے ہیں۔ اگر یہ بھی ترقی کرنا چاہتے ہیں تو حقیقی وحدانیت سیکھیں۔ کہ مسلمانوں کے خیالات اور ارادوں میں۔ اسی کے ذریعہ بلندی اور اولوالعزمی پیدا ہو سکتی ہے۔

صنف نازک سے بانیٔ اسلام کا حسن سلوک

(از محترمہ امۃ الحق صاحبہ بنت حافظ روشن علی صاحب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حسن اور احسان اور اخلاق اور شمائل میں بے نظیر و بے عدیل ہیں۔ اور آپ کا نام ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آپ تمام عمدہ اخلاق اور اعلیٰ صفات کے جامع ہیں۔

"محمدؐ" آپ کا نام ہے جس کے معنے ہیں۔ عمدہ خوبیوں اور اعلیٰ صفات اور اخلاق والا۔ آپ کے احسانات کسی خاص نوع کے ساتھ مخصوص نہیں۔ جس طرف نظر اٹھائیں۔ اور جسے دیکھیں وہی آپ کے احسانات اور مہربانیوں کا زیر بار نظر آتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں آپ کو رحمۃ للعالمین کہکر پکارا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ عالمین جمع ہے عالم کی جس کے معنے جہان ہیں۔ اور جہان کئی قسم کے ہیں۔ کوئی عالم الحیوانات کہلاتا ہے۔ کوئی عالم نباتات ہے۔ کوئی عالم جمادات۔ اس وقت میں عالم الحیوانات کی طرف متوجہ ہوتی ہوں۔

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ آپ کے احسانات تمام حیوانوں پر ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن میں جو آپ پر نازل ہوا اور اس شریعت میں جو آپ کو دی گئی۔ فرمایا۔ وفی اموالھم حقا للسائل والمحروم کہ تمہارے مالوں میں حق ہے سائل کا بھی۔ اور اس کا بھی جو سوال کرنے سے محروم ہے۔ یعنی تمام حیوانوں کا۔ اس کی تفسیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ انا لنا فی البھائم لاجرا۔ کہ ضرور ہمارے لئے جانوروں کو سکھ اور آرام پہنچانے میں بھی اجر ہے۔

پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے فیضان کو حیوانوں تک جاری فرما دیا۔ اور اپنے احسان سے کسی ذی روح کو باہر نہیں چھوڑا۔ تو طبقہ نسوان کیونکر محروم رہ سکتا تھا۔

قبل اس کے کہ میں ان احسانات کا ذکر کروں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (فداہ روحی وابی) نے صنف نازک پر فرمائے ہیں۔ پہلے میں ان مظالم کا ذکر کر دینا ضروری سمجھتی ہوں۔ جو اس صنف پر زمانہ جاہلیت میں کئے گئے۔ اور نیز ان مظالم کا ذکر کرنے سے بھی میں نہیں رک سکتی۔ جو باوجود تہذیب اور تمدن کے دعوی کے وہ قومیں کر رہی ہیں۔ جو یہ سمجھتی ہیں۔ کہ وہ تہذیب اور تمدن کے تمام منازل طے کر چکی ہیں۔ زمانہ جاہلیت کے مظالم کئی قسموں میں منقسم ہیں۔ سب سے پہلے اس صنف نازک کی پیدائش ہی کو مکروہ سمجھا جاتا تھا۔ جیسے کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ مسودا وھو کظیم یتواریٰ من القوم من سوء ما بشر بہ ایمسکہ علیٰ ھون ام یدسہ فی التراب الا ساء ما یحکمون۔ کہ جب کسی کو خبر دی جاتی ہے۔ لڑکی پیدا ہونے کی۔ تو اتر جاتا ہے چہرہ اس کا سیاہ ہوکر۔ اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔ یا تو اسے ذلت سمجھکر رکھ لیتا ہے۔ یا پھر زمین میں گاڑ دیتا ہے۔ اسی طرح سے عورتوں کے نکاح میں کوئی خاص امتیاز نہیں تھا۔ حتیٰ کہ سوتیلی ماں کے ساتھ بھی نکاح کر لیتے تھے۔ عورتوں کو کسی مشورے میں شریک نہیں کیا جاتا تھا۔ ان کو باعث ننگ و عار سمجھا جاتا تھا۔ غرضکہ جس قدر بھی بری باتیں دنیا میں ہو سکتی تھیں۔ وہ سب کی سب عورتوں کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔ عورتوں کو مصائب اور مظالم کا تختۂ مشق بنایا ہوا تھا۔ ایک شاعر نے ایک شعر کہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ لوگوں نے اپنی لڑکیوں کو غذا دینی اور پرورش کرنی تب سے شروع کی ہے۔ جب سے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں۔ گویا لوگوں نے خود اقرار کیا ہے کہ ہم واقعی عورتوں پر مظالم کیا کرتے تھے۔ لیکن حضور کے وجود باجود کے باعث یہ تمام مظالم چھوڑ دئے۔

اب جبکہ تہذیب اپنے عروج پر ہے یورپ میں عورتوں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ عورت کوئی معاہدہ نہیں کر سکتی جائداد کی مالک نہیں ہو سکتی۔

ہندوؤں میں عورت قابل اعتبار اور خود مختار ہونے کے قابل نہیں سمجھی جاتی۔ جیسے کہ منو ۹ شلوک ۲ میں لکھا ہے۔ کہ لڑکپن میں باپ اور جوانی میں شوہر اور بڑھاپے میں بیٹا عورت کی حفاظت کرے۔ کیونکہ عورتیں خود مختار ہونے کے لائق نہیں ہیں۔

غرضکہ جس قدر دنیا میں مذاہب ہیں۔ ان میں عورتوں کے حقوق کو قطعاً نظر انداز کیا گیا ہے۔ صرف اسلام نے ہی ان کے جائز حقوق کی حفاظت کی ہے۔ میں نے یہ صرف مشتے نمونہ از خروارے آپ کے سامنے رکھا ہے۔

اسلام نے عورت کو آزاد قرار دیا ہے۔ اور اسے اپنے مال کا کامل مختار بنایا ہے۔ کوئی مرد زبردستی عورت کے مال کا وارث نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا۔ نہیں حلال تمہارے لئے کہ تم وارث ہو عورتوں کے زبردستی سے۔

پھر ایک اور احسان نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں پر یہ کیا ہے۔ کہ مردوں کو خاص طور پر وصیت فرمائی ہے۔ کہ ان کی دل آزاری نہ کی جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں عورتوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ تم اس کو قبول کرو۔ اور وہ یہ کہ ہمیشہ ان کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔ یہاں تک فرمایا۔ کہ خیرکم خیرکم لاھلہ۔ کہ تمہارا بہتر آدمی وہی ہو سکتا ہے۔ جو اپنے اہل کے لئے بہتر ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا۔ کہ عورتوں کے ساتھ کس طرح سے نرمی اور محبت کی جائے۔

پھر آپ کا یہ بھی ایک ہم پر احسان ہے۔ کہ آپ نے ہماری تعلیم کے متعلق اس قدر توجہ فرمائی کہ ہماری بعض بہنیں مردوں تک کی معلم بن گئیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ جو کہ بوجہ صنف نازک ہونے کے ہماری بہن ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کے شرف کے باعث ہماری ماں ہیں۔ ان کے متعلق صاف طور پر صحابہ کا اقرار ہے کہ وہ ہمارے بہت سے مشکل مسائل کو حل کر دیا کرتی تھیں۔

ایک اور احسان رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے۔ کہ آپ ہمیشہ اپنے گھر والوں کی آسائش اور آرام کا فکر رکھا کرتے تھے ایک روایت میں ہے۔ ایک صحابی اسود نامی نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کیا کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا۔ اپنے اہل و عیال کے کاموں میں امداد کرتے ہیں۔

غرض میں بصیرت سے علی الاعلان یہ بات کہنے کیلئے تیار ہوں۔ کہ مذہب اسلام کے بانی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صنف نازک کو حیات روحانی اور جسمانی عطا کرنے میں بےنظیر ہیں۔ میں اپنی بہنوں سے ملتجی ہوں۔ کہ وہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانوں کو یاد کرکے آپ پر کثرت سے درود پڑھا کریں۔ اور آپ کے ان احکام کی جو آپ نے ان کے متعلق قرآن یا حدیث میں فرمائے ہیں۔ پورے طور پر پابند ہوں۔ تا دنیا پر روشن ہو جائے۔ کہ حقیقی محسن اور حقیقی نجات دہندہ کامل آزادی کے حامی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں ؛

ام عطیہؓ نام عورت سے روایت ہے۔ کہ بیعت کے وقت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم عورتوں سے یہ اقرار بھی لیا تھا۔ کہ ہم کسی کی میت پر نوحہ نہ کریں گی۔ نہ اپنا منہ نوچیں گی۔ اور نہ گریبان پھاڑیں گی۔ اور نہ بال بکھیریں گی۔ اور نہ کوئی کسی قسم کی بد دعا کریں گی ؛

(ابو داؤد)

اخبار
الفضل
قادیان دارالامان
یہ اخبار ۲۶×۲۰ سائز کے ۱۲ صفحہ پر ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے۔ اس اخبار میں عام واقعات عالم پر جو رائے
زنی ہوتی ہے۔ وہ خدا کے فضل سے ننانوے فیصدی صحیح نکلتی ہے۔ مسلمانوں کے مفاد کو ہر امر میں خصوصیت سے
مدنظر رکھا جاتا ہے۔ ہر ہفتے وہ درس قرآن مجید درج ہوتا ہے۔ جو امام جماعت احمدیہ روزانہ اپنی جماعت کو دیتے ہیں
درس کیا ہے؟ معارف و حقائق کا مجموعہ۔ علاوہ ازیں حضرت امام کے خطبات جمعہ و عیدین و دیگر تقاریر
بھی بالتزام تمام درج ہوتی ہیں جن سے ایک طالب حق اسلام کا شیدا بہت سے فوائد اٹھا سکتا ہے
آپ اس اخبار کو کم از کم چھ ماہ کے لئے اپنے نام جاری کرا کے ہمارے قول کی تصدیق کریجیے۔
اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں سے آپ کو واقفیت ہے۔ امریکہ
انگلستان۔ افریقہ دمشق میں اشاعت اسلام کی تازہ خبریں پہنچتی رہیں۔ اور پیش آمدہ
مشکلات میں ایسی ہدایات ملیں۔ جن میں نقصان کا شائبہ نہ ہونے کے برابر ہو
تو الفضل ہی ایسا اخبار ہے۔ جس کے لئے دس گیارہ آنے
ماہوار خرچ کرنا کوئی بڑی بات نہیں
منیجر اخبار الفضل قادیان
ہفتہ میں دو بار
قیمت ۱۲ روپے
سن رائز
انگریزی اخبار
مصباح
ریویو آف ریلیجنز
خریداری کی درخواستیں و ترسیل زر بنام مہتمم طبع و اشاعت قادیان کے پتہ پر ہو

اشتہارات اخبار الفضل قادیان دارالامان ۶۳ مورخہ ۱۲ جون ۱۹۲۸ء 102 نمبر ۱۰۱/۹۶ جلد ۱۵
سرکار عالیہ سے رجسٹری شدہ
حب رحمانی
رجسٹرڈ از گورنمنٹ
قوت انسانی کے لئے نہایت اکسیر ہے
Digitized by Khilafat Library Rabwah
دوستو یہ گولیاں عجائبات طب سے ہیں ہر انسان نسخہ کو دیکھتے ہی خود بخود معلوم کر سکتا ہے۔ کہ یہ ترکیب کردہ گولیاں
کس قدر اپنے اندر برقی اثر رکھتے ہوئے قیام بدن کیلئے کیسی مفید و بابرکت ہونگی۔ پس ان کا استعمال ہر حال میں ازبس
ضروری ہے۔ حب رحمانی کشتہ سونا کشتہ چاندی کشتہ فولاد۔ موتی کیسر جدوار خطائی مشک سے تیار کی گئی
ہیں۔ اعضاء رئیسہ کیسے ہی کمزور پڑ گئے ہوں اور پٹھے اپنے کام سے جواب دے چکے ہوں۔ اور زندہ در گور ہونے کی وجہ سے
یہ دنیا تیرہ و تار نظر آتی ہو۔ اور آرام و راحت کا مقابلہ تلخ زندگی کے ہاتھ میں ہو۔ ایسی حالت میں انشاء اللہ صرف
حبّ رحمانی ہی ساتھ دیگی۔ یا حرارت عزیزی کمزور ہو کر تمام بدن پر پژمردگی چھائی ہوئی ہو اور کمزوری
دل روز بروز بڑھتی جاتی ہو۔ تو ایسی حالت میں بالخصوص حبّ رحمانی مفید ہوگی۔ غرض تمام اعضائے رئیسہ کو
قوت دیکر از سر نو تازگی پیدا ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کے فوائد اور عجیبہ اثرات تحریر میں نہیں آ سکتے۔ صرف اس قدر بس ہے
یہ بے نظیر تحفہ جسمانی مریضوں کیلئے اکسیر البدن ہے
جن دوستوں کے پاس ہماری حب رحمانی ہوگی پھر خدا کے فضل و رحم سے ان کو انشاء اللہ کسی اور مقوی دوا
کی تلاش نہ ہوگی۔ تجربہ شرط ہے۔ قیمت حب رحمانی ایک ماہ کے لئے صرف چھ روپے (۶ روپے)
دواخانہ رحمانی عبد الرحمن کاغانی قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

تاریخ اشاعت اخبار الفضل سے سترہ ۱۷ دن تک اس رعایت کی میعاد ہے

۱۷ جون کے جلسوں کو روحانی رنگ میں شاندار بنانے کیلئے

کثرت سے منگا کر تقسیم کیجئے

مندرجہ ذیل روحانی پھول کتاب گھر قادیان سے منگوائیے

۱۷ جون جلسہ کی تیاری کے متعلق بغرض تقسیم

عظیم الشان رعایت

قرآن شریف مترجم

بطرز تیسیر نا القران

جس کی اصل قیمت چھ روپے اور رعایتی جلسہ سالانہ پر پانچ روپے تھی بعض احباب کے اصرار پر

۱۷ جون کے جلسہ کی اہمیت

کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی رعایتی قیمت بجائے چھ روپے کے صرف للعہ کردی گئی ہے۔ یکمشت تین عدد کے خریدار سے ہے فی قرآن لیا جائیگا

حمائل شریف مترجم جیبی

جسکی اصل قیمت ہے۔ اب رعایتی قیمت عہ

سیرت النبی

مؤلفہ حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

یہ وہ مشہور و معروف کتاب ہے جس کے متعلق اکثر دوستوں کی رائے ہے۔ کہ یہ شاندار تصنیف باقاعدہ کورس بنایا جائے عام طور پر اس کا درس دیا جائے۔ اس میں کئی ایک خاص خوبیاں ہیں۔ جو اور کسی سیرت میں نہ ملینگی۔ منجملہ ان کے ایک تو اس کی روایات کا انحصار صرف صحیح بخاری کی کتاب پر ہے۔ دوسرے اس میں صرف تاریخی رنگ مدنظر نہیں رکھا۔ بلکہ سیرت کا حقیقی مفہوم ادا کیا گیا ہے۔ اور حضور صلعم کے قول اور فعل اور حرکت و سکون کا فلسفہ در حکمت اور ضرورت اور حقیقت بیان کر کے ایک طرح کا درس عمل دیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ۱۷ جون کی اصل غرض کو اس میں صحیح طور پر پیش کیا گیا ہے۔ سینکڑوں احباب منگا کر مستفیض ہو چکے ہیں۔ اس کی اصل قیمت مجلد ۱۲/ مگر رعایتی عہ کی گئی ہے۔ بے جلد ۸/ مگر رعایتی عہ

زندہ نبی و زندہ مذہب

حضرت مسیح موعود کی ایک پر معارف تقریر جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو لطیف طرز پر پیش کیا گیا ہے۔ قیمت اصل ۵ بغرض تقسیم عام فی روپیہ ۵ عدد

برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول

اس کے متعلق تفصیلاً الفضل کے گذشتہ پرچہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ مختصر یہ ہے۔ کہ اس میں قریباً ساٹھ ستر غیر مسلموں کی رائیں جن میں سے اکثر اہل ہنود کی ہیں۔ مفصل درج کی گئی ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ کسی مذہبی لیڈر کے متعلق اس طرح نہ ملنے والوں کی رائیں کثرت سے نہ ملیں گی۔ جس قدر ہمارے پیارے محبوب عالم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہیں۔ یہ مقبول عام رسالہ اب تھوڑی تعداد میں موجود ہے۔ اصل قیمت ۵ بغرض تقسیم فی روپیہ ۵ عدد

صداقت اسلام بر شہادت لیکھرام

حضرت سید المعصومین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس زندہ معجزہ کی حقیقت جو اس بدزبان دشمن اسلام پنڈت لیکھرام کے وجود کے ذریعہ ظاہر ہوئی۔ با تصویر۔ قیمت اصل ار بغرض تقسیم فی سینکڑہ تین روپے

اسوۂ حسنہ (مرتبہ میر محمد اسحٰق صاحب)

اسکی خوبیاں نام سے ہی ظاہر ہیں۔ ۱۷ جون کی طیاری کے لئے اس کا مطالعہ بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ۵۰۰ احادیث کا لطیف اور صحیح ترجمہ ہے جنمیں سینکڑوں سبق اور سینکڑوں ہدایتیں اور سینکڑوں نمونے بھرے پڑے ہیں قیمت مجلد عہ رعایتی ۱۲ ر بے جلد رعایتی ۸ر

پیارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ولایت والا لیکچر رسول کریم اور آپ کی تعلیم کو لطیف طرز پر پیش کیا گیا ہے۔ دوبارہ چھپوایا گیا ہے۔ اس کی قیمت ۳ر تھی۔ اب ۲ر ہے۔ مگر بغرض تقسیم فی روپیہ ۱۲ عدد

اصول اسلام کی فلاسفی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لیکچر جو تسود اقف کار دوست جانتے ہیں۔ کہ اس جلسہ کی طیاری کیلئے اس کے مطالعہ کی کس قدر اشد ضرورت ہے۔ جیبی تقطیع مجلد سنہری اصل ۱۰ر رعایتی

اشتہارات

اس سے بڑھکر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے

سرمہ کے تمام اشتہار دینے والوں کو چیلنج کوئی اشتہار دینے والا اسکے مقابلہ میں اس قسم کی سند پیش کرے

تریاق چشم رجسٹرڈ

کے متعلق ہندوستان بھر کے بہت بڑے بڑے خاص ماہر امراض چشم ولایت کے سند یافتہ ڈاکٹر کیپٹن ۔ ایس اے فاروقی (سرکاری اعلیٰ افسر) ایم ۔ ڈی ۔ ای ۔ ایس کا سرٹیفکیٹ (ترجمہ)

میں تصدیق کرتا ہوں ۔ کہ مرزا حاکم بیگ ساکن گجرات (پنجاب) کے تیار کردہ "تریاق چشم" کو میں نے اپنے چند بیماروں پر آزمایا ۔ اور اسے آنکھوں کے زخم ۔ پانی بہنا اور ککروں کیلئے بہت مفید اور موثر پایا ۔ اس کے اجزاء امراض چشم کے امراض کے لئے بہت مشہور ہیں اور ان اجزا کی مقدار ہر طرح سے صحیح اور ٹھیک نسبت سے ملائی گئی ہے ۔ موجد کے تریاق چشم کے تیار کرنے کا طریق زمانہ حال کے مروجہ طریقہ کے مطابق صاف اور ستھرا ہے

دستخط :۔ ایس ۔ ایم فاروقی کیپٹن ایم ۔ ڈی ۔ ای ۔ ایس ادپتھیک سپشلسٹ) خاص ماہر امراض چشم

نوٹ :۔ قیمت تریاق چشم "رجسٹرڈ" پانچ روپے (۵ر) فی تولہ ۔ اور محصولڈاک علاوہ موازی ۸ر بذمہ خریدار

مرزا حاکم بیگ احمدی موجد تریاق چشم "رجسٹرڈ" گڑھی شاہدولہ صاحب گجرات پنجاب

البیان الکامل فی تحقیق الدق والسل

دق پر اس سے اچھی کتاب اردو میں نہیں لکھی گئی طبیب اور غیر طبیب دونوں کو یکساں مفید ہر گھر میں ہونی چاہیے قیمت کچھ نہیں صرف چار روپے (للعہ) علاوہ محصول مصنفہ ڈاکٹر محمد عمر صاحب بی ۔ ایم ۔ ایس ۔ بجنور ۔

سیرۃ النبی جلد ثالث پر تنقیدی نظر ۔ یہ ایک لاجواب تنقید ہے ۔ ہر احمدی کو اس کی ایک کاپی ضرور دیکھنی چاہیئے ۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کی خاص تعریف کی ہے ۔ جو الفضل میں شائع ہو چکی ہے اسمیں بہت سے مسائل کو صاف کیا گیا ہے ۔ غیر احمدی کیلئے بھی مفید ہے ۔ قیمت کچھ نہیں صرف ۸ر علاوہ محصول

مصنف ڈاکٹر محمد عمر صاحب بی ایم ایس بجنور سے ملیگی

نصف قیمت

۱۷ر جون ۱۹۲۸ء کے جلسہ کی خاطر از ۱۵ر جون تا ۳۰ر جون ۱۹۲۸ء

نام کتاب	[illegible]	[illegible]
اسلامی اصول کی فلاسفی	۵ر	۲ر
تقریروں کا مجموعہ	۶ر	۳ر
دو تقریریں	۳ر	ار
دینیات کا پہلا رسالہ	ار	شر
خزینۃ العلوم	۶ر	۳ر
محبت الٰہی	۶ر	۳ر
فرائض مستورات	ار	شر
مباحثہ دہلی	۶ر	۳ر
احکام القرآن	عمر	۸ر

نام کتب	[illegible]	[illegible]
خمسین احادیث	۳ر	ار
سلسلہ دینیہ ہر دو حصہ	۳ر	ار
نیوگ شاستر	۴ر	۲ر
تقریر سیالکوٹ	۳ر	ار
صبغۃ اللہ	۶ر	۳ر
درثمین اردو	۴ر	۲ر
تقریر دردخط	۳ر	ار
روحانی علوم	۲ر	لر
صادقوں کی روشنی	۵ر	۲ر

نام کتاب	[illegible]	[illegible]
بلائے دمشق	لر	ار
اسلامی نماز	ار	شر
مباحثہ سرگودہ	۴ر	۲ر
مباحثہ ختم نبوت	۳ر	ار
ادعیۃ الرسول	۲ر	ار
اخلاق خاتون	۴ر	۲ر
پنج ارکان اسلام	ار	شر
قاعدہ عربی جدید	۲ر	ار
موعود آخر زماں	۲ر	لر
نغمۂ اکمل ہر ہفت حصص	۱۴ر	۷ر
لیکچر لاہور	۲ر	لر
مجموعہ آئین	شر	ـر
تفسیر سورہ جمعہ	۳ر	ار
صداقت اسلام	ار	شر

نام کتاب	[illegible]	[illegible]
کلام محمود دوم حصہ	۵ر	۲ر
مسلمان وہی ہے جو سب ماموروں کو مانے	۲ر	لر
مباحثہ آریہ سماج	۶ر	۳ر
مباحثہ منصوری	۲ر	لر
اربعین مترجم	ار	شر
تعلیم خاتون	۴ر	۲ر
گلدستہ احمدیہ ہر سہ حصص	۹ر	۴ر
احمدی جنتری ۱۹۲۸ء	۲ر	لر
آخر الانبیاء	ار	ـر
تبلیغی ٹریکٹ خوردنی	ـر	ـر
ہمارا رسول	۳ر	·
حدوث روح و مادہ	۱۲	·
تبلیغی کارڈ مختلف فی صد ۱۲		

تمام درخواستیں بنام

محمد یامین تاجر کتب قادیان (پنجاب)

اردو کی تبلیغ

اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں باعزت زندگی بسر کریں۔ تو سب سے پہلے زبان اردو کی تبلیغ کیجئے۔ خود سیکھئے۔ اوروں کو سکھائیے۔ تاکہ اس کے ذریعہ آپ اسلامی لٹریچر محمدی اخلاق اور مشرقی روایات کو دوسروں تک پہونچائیں۔ اور بہترین اسلامی خدمت کر سکیں۔ لہذا آج ہی مندرجہ ذیل کتابوں کو منگا لیجئے:

دربار اکبری زبان اردو کے ماہر یعنی شمس العلماء حضرت آزاد کی بہترین تصنیف جس میں جلال الدین محمد اکبر شہنشاہ ہند اور اس کے نورتن امرا کے دلچسپ حالات اس کے عہد کے واقعات رزم بزم شادی وغم۔ سیر وشکار خلوت وجلوت دربار ودربار۔ کو ہ دیا بان غرضیکہ ہر چیز کو اس طرح دکھایا ہے۔ کہ اس زمانہ کی تاریخ آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ یا یوں کہئے۔ کہ انشا پردازی کا دریا لہریں مار رہا ہے۔ اسپر ۸۰۰ صفحہ ولایتی کاغذ ۲۶×۲۰ تقطیع معہ فوٹو مولانا آزاد۔ قیمت صرف پانچ روپے (عہ مجلد مطلا چھ روپے (عہ)

آب حیات مولانا نے اس تذکرہ میں مشاہیر شعرائے اردو کی سوانح عمری اور ان کا انتخاب کلام اور زبان مذکور کی عہد بعہد ترقیوں اور اصلاحوں کو اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ مشرقی شاعری کی بہار افسانہ بنکر سامنے آجاتی ہے۔ اس کا ہر ورق ہر سطر ذی سلیم کو ہر مطالعہ کے بعد جان تازہ بخشتا ہے۔ عام شائقین خصوصاً شعراء کیلئے تو آب حیات وہ معشوق بادفا ہے۔ جو ہر وقت کلیجہ سے لگائے رکھنے کے قابل ہے۔ ۵۵۲ صفحہ قیمت ۳ روپے

نگارستان فارس ہندوستان کے وسیع النظر انشاء پرداز نے جہاں اردو کے شعراء کو زندہ جاوید کیا۔ وہاں فارسی کے مشاہیر شعراء کو بھی اپنی جادو بیانی سے محروم نہیں رکھا۔ یعنی تذکرہ نگارستان میں استاد رودکی سے لیکر نور العین واقف لاہوری تک کے حالات ان کی زندگی کے مختلف واقعات ان کا منتخب کلام موتیوں کی طرح جڑ دیا ہے۔ مولانا کی یہ تصنیف آج تک بستوں میں لپٹی سو رہی تھی۔ خوش قسمتی سے تیار ہے حجم ۴۴۰ صفحہ کاغذ ولایتی مجلد مطلا قیمت للعہ معمولی ہے۔

مراۃ الغالب سید وحید الدین صاحب بیخود دہلوی جانشین حضرت داغ نے ادب اردو پر احسان فرمایا ہے۔ اور دیوان غالب اردو کی بہترین شرح لکھ کر پرستاران غالب کے دیدۂ شوق کو روشن کر دیا۔ تمام اشعار اس طرح سلجھے ہیں۔ کہ اب طلباء اور شوقین حضرات کو کسی اور شرح کو دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ لکھائی چھپائی بھی اپنی شان کی ہے۔

پاکٹ ایڈیشن ۳۶۰ صفحہ مجلد مطلا قیمت فقط ۲ روپے

داستان غدر ہندوستان میں مسلمانوں کا یاسی چراغ کیسے بجھا۔ اگر آپ معلوم کرنا چاہیں۔ تو داستان غدر یا طراز ظہیری پڑھیئے۔ اسمیں غدر کی سچی کہانیاں مسلمانوں کی تباہی کے افسانے حضرت ظہیر شاگرد رشید حضرت ذوق کی مفصل سوانحعمری خود انہیں کے قلم کی نگاشتہ عجیب پیرایہ میں درج ہے کہ پتھر کا دل بھی پانی پانی ہو جاتا ہے۔ حجم ۲۵۰ صفحہ قیمت عہ

شہنشاہ ادب یعنی جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم کا فوٹو ہے۔ بڑے سائز پر کیونکہ اردو ادب کے شیدائی ہر وقت متمنی رہتے ہیں۔ کہ مولانا کے عکس مبارک سے اپنے کتب خانوں اور درسگاہوں کو منور کریں۔ یہ فوٹو بہت اصرار پر تیار کرایا ہے۔ تاکہ ہر شائق کا غذی زیارت سے ہی مشرف ہو سکے۔ قیمت فقط ۸

قلزم ادب:۔ ننھا سا پیارا رسالہ ہے۔ آپکو بہت سی نئی باتیں بتائیگا۔ مفت منگائیے

آغا محمد طاہر آزاد بک ڈپو کوچہ چیلان دہلی

احمدیہ سپلائی ایجنسی صدر قادیان

بیرونی احباب کی سہولیت کیواسطے ایک ایجنسی جاری کی گئی ہے۔ جس کا (۱) کام ہوگا کہ باہر سے جو بھی اشیاء یا کتب کوئی طلب کرے۔ ان کے بھیجنے کا انتظام کرے۔ اور بعد بذریعہ وی۔ پی قیمت وصول کرے۔ اس کام کے لئے کوئی کمیشن نہ لیا جائیگا۔

(۲) یہ کام ہوگا کہ باہر سے جو کوئی بھی چیز فروخت کرنے کے لئے قادیان بھیجے۔ اس کے فروخت کا انتظام کرے۔ اس کے لئے۔ ا فی روپیہ کمیشن لیا جائیگا۔ ایجنسی کا فرض ہوگا۔ کہ باہر سے آئی چیز کو ایک ماہ کے اندر اندر یا تو فروخت کرا دیوے یا پھر واپس کر دیوے۔ (۳) یہ کام بھی ہوگا۔ کہ خاص قادیان کے احباب اگر کوئی چیز منگوانا چاہیں تو ان کو منگوا دی جائیگی۔ اور بازار کی قیمت سے ارزاں اگر نہ ہوگا۔ تو چیز واپس لی جائیگی۔ اس کے لئے ا فی روپیہ کمیشن لیا جائیگا۔ (۴) اس ایجنسی کا یہ بھی کام ہوگا۔ کہ کم تنخواہ داران کو اصلی قیمت پر اشیاء کا مہیا کرنا جس کے واسطے ایجنسی کا ممبر ہونا ضروری ہوگا۔ جس کا داخلہ ایک روپیہ سے کم نہ ہوگا۔ اور یہ عد بطور امانت جمع رہیگا۔ احباب بیرونی اور قادیان کے احباب سے امید ہے۔ کہ اس ایجنسی کو ترقی دینے کیلئے اس کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔ باقی قواعد زبانی یا تحریری احباب دفتر ایجنسی سے معلوم کر سکتے ہیں۔ المشتہر

ایم عبد اللطیف عبد اللہ مہتمم احمدیہ سپلائی ایجنسی صدر قادیان

عجیب وغریب پھولدار ڈبے کھیس گجراتی

ہمارے کارخانے میں اعلیٰ درجہ کے نفیس مضبوط خوشنما رنگ نہایت پختہ ڈبے کھیس چار رنگے و تین رنگے موجود رہتے ہیں۔ وزن میں ۵ پونڈ دس بارہ سال خوب کام دیتے ہیں۔ جن کی قیمت چودہ۔ روپے دس وسولہ روپے تک ہے۔ اگز طول ۱۲ گز عرض منگا کر ملاحظہ فرمادیں۔ پسند نہ ہو تو رقم واپس لیویں۔

امیر الدین احمدی گجرات محلہ خوجیاں

ضروری اطلاع

وہ احباب جو سلسلہ احمدیہ کے خصوصی دلائل سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یا عیسائی مذہب کے بنیادی مسائل مثلاً خصوصیات مسیح۔ انجیل کا بے اعتبار ہونا۔ کفارہ نجات وغیرہ کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ یا تورات وانجیل میں اسلام کی سچائی کے جو ثبوت ابھی تک موجود ہیں معلوم کرنا چاہتے ہیں یا عیسائی رنگ اسلامی مسائل مثلاً نماز۔ روزہ۔ حج۔ قربانی عورت کی حیثیت نکاح۔ طلاق۔ پردہ۔ کثرت ازدواج وغیرہ وغیرہ پر جو اعتراضات کیا کرتے ہیں۔ ان کے دندان شکن جواب معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔ آئینہ احمدیت وحقیقت مسیحیت حجم ۲۲۵ صفحہ عہ احسن الاسلام حجم ۱۰۴ صفحہ ۸ر

المشتہر۔ منیجر دفتر تجارت شاہ ابو المعالی روڈ لاہور

اخبار فاروق قادیان

یہ پرچہ مہینے میں چار بار دار الامان قادیان سے شائع ہوتا ہے۔ اسمیں احمدی مشن پیغامی مشن۔ غیر احمدی مشن عیسائی مشن۔ آریہ مشن کے متعلق نہایت زبردست مضامین ہوتے ہیں۔ اور دنیائی چیدہ خبریں بھی ایک صفحہ پر یکجائی ہیں۔ مناظرہ کرنے اور اسلام سے واقفیت حاصل کرنے والوں کیلئے نہایت مفید پرچہ ہے۔ سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ اور دیگر مخالفین سلسلہ کے جوابات بطرز معقول و مدلل ایسے دئے جاتے ہیں کہ دشمن کو تاب مقابلہ [illegible]

جو دوست ۱۷ جون کو

کسی معذوری کے باعث آنحضرت صلعم کی پاکیزہ سیرت پر لیکچر نہ دے سکے ہوں

وہ بھی لیکچراروں کی طرح

ثواب میں شریک ہو سکتے ہیں

کس طرح؟

اس طرح کہ وہ مندرجہ ذیل کتابیں جن میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی ۔ پاکیزہ سیرت اور بے نظیر قربانیوں کا نہایت ہی دلآویز اور مؤثر پیرایہ میں بیان ہوا ہے ۔ منگوا کر اپنے غیر مسلم احباب کو پڑھائیں ۔ اور اس کا بہترین طریق یہ ہے ۔ کہ ایک کتاب ایک کو پڑھا کر پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو پھر چوتھے کو اسی طرح ہمت سے کام لیں ۔ تو تھوڑی ہی مدت میں بیسیوں اشخاص کو وہ اپنے آقا و مولا کی سوانح ۔ سیرت اور بے نظیر قربانیوں سے واقف کرا سکتے ہیں ۔ اور یہ ایسا طریق ہے کہ جس سے پڑھنے والے کے قلب پر بہت زیادہ پائدار خوشگوار اور نتیجہ خیز اثر پڑیگا ۔ امید ہے کہ جو دوست اس زرین موقع پر کسی طرح بھی لیکچر دینے کیلئے تیار نہ ہو سکیں ۔ وہ اس نہایت ہی مفید اور بہترین طریقہ کو عمل میں لا کر ویسا ہی ثواب حاصل کریں ۔ جیسا کہ لیکچرار لیکچر دیں ۔

پس جو دوست ثواب میں شریک ہونا چاہیں ۔ وہ مندرجہ ذیل تینوں کتابیں فوراً منگوا لیں ۔ جو کہ بہت ہی تھوڑی تعداد میں باقی رہ گئی ہیں

سیرت النبیؐ

از حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ

اس بے مثل کتاب میں آنحضرت صلعم کی زندگی کے جستہ جستہ واقعات لیکر نہایت ہی لطیف بحث کی گئی ہے ۔ اور ثابت کیا گیا ہے ۔ کہ دنیا میں بے نظیر شخصیت حضرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی تھی ۔ اور وہی تمام جہان کے لئے اسوۂ حسنہ ہو سکتے ہیں ۔

حجم صفحہ
قیمت بلا جلد عمر
" مجلد ۸عہ

سیرت خاتم النبیین

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم ۔ اے

اس اچھوتی کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات زندگی بالترتیب لکھے گئے ہیں ۔ اور ایسے پیرایہ میں کہ معمولی لکھا پڑھا بھی اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے ۔ اس کتاب کی تعریف لاحاصل ہے ۔ کیونکہ احباب الفضل کے گذشتہ نمبروں میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ۔ سر محمد شفیع ۔ مولوی الف دین صاحب وکیل ۔ ایڈیٹر صاحبان ۔ آگرہ اخبار ۔ میونسپل گزٹ کی شاندار رائیں اس کے متعلق پڑھ چکے ہیں ۔ کاغذ لکھائی چھپائی دیدہ زیب

حجم صفحہ قیمت دو روپے چار آنے (۴عہ)

برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول

مرتبہ فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

اس ۵۲ صفحہ کے خوبصورت اور دلآویز رسالہ میں کچھ قریش عرب کی ۲ آزاد خیال محققوں کی تیس ۳۰ مشہور عیسائی عالموں کی تین یہودی اور سکھ اصحاب کی ۔ چھ آریہ ودوانوں کی ۔ ساٹھ ہندو لیڈروں کی شاندار رائیں اور کئی ایک ہندو شعرا کی محبت میں ڈوبی ہوئی نظمیں جمع کی گئی ہیں ۔ اور یہ حقیقت میں ایسا دلآویز مجموعہ ہے ۔ کہ مخالف سے مخالف بھی پڑھ لے تو آنحضرت صلعم کے متعلق اس کے تمام شکوک رفع ہو سکتے ہیں

قیمت صرف پانچ آنہ ۵ر

علاوہ ازیں } اسلام کی صداقت اور احمدیت کی تائید میں آجتک جس قدر بھی کتابیں سلسلہ کی طرف سے شائع ہوئی ہیں ۔ وہ سب کی سب بکڈپو تالیف واشاعت قادیان سے مل سکتی ہیں ۔ جس کی فہرست الگ شائع ہو چکی ہے ۔ جو طلب کرنے پر ہر ایک کو مفت بھیجی جا سکتی ہے ۔ امید ہے احباب کرام عند الضرورت اپنے اس قومی کتب خانہ کو فراموش نہ کریں گے ۔

المعلن ۔ مینجر بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(اشتہار)

اولاد حاصل کرنے کی حیرت انگیز دوائی

اگر واقعی آپ اولاد حاصل کرنے کے لئے پریشان ہیں۔ اگر واقعی اپنے بعد سلسلہ نسل قائم رکھنے کی آپ کو سچی تڑپ ہے۔ تو آپ اپنا محنت اور پسینہ سے کمایا ہوا روپیہ اشتہاری حکیموں کی نذر کرکے برباد نہ کریں۔ صرف

حب حمل و معجون عجیب

کا استعمال گھر میں شروع کرا دیں۔ جس کا پہلی ہی دفعہ کا استعمال انشاء اللہ تعالےٰ آپکو بامراد کرے گا۔ زیادہ تعریف ہم گناہ سمجھتے ہیں سہ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" قیمت "حب حمل" و "معجون عجیب" صرف چار روپے (للعہ) آرڈر دیتے وقت تفصیلی حالات ضرور لکھیں۔ جو کہ صیغہ راز میں رکھے جائیں گے ۔

مہتمم احمدیہ دواگھر قادیان

(اشتہار)

صرف دوسو طبیبوں کے واسطے

ایک عرصہ سے اطبّا کے دلوں میں جوش پیدا ہو چکا ہے۔ کہ وہ اپریشن کرکے عزت۔ دولت اور شہرت حاصل کریں۔ کیونکہ موجودہ زمانہ میں سرجری (جراحی) ہی ایک ایسا فن ہے۔ جس سے ایک طبیب بہت جلد شہرت حاصل کر سکتا ہے۔ موجودہ وقت میں سرجری نہایت عجیب معجزات دکھا رہی ہے۔ اس لئے اطبا کا جوش بالکل بجا اور ان کے لئے مفید ہے۔ لیکن سرجری کے متعلق کوئی ایسی کتاب نہ ملتی تھی۔ جو سرجری کو آسان اور سادہ طور پر بیان کرے۔ اس لئے ان کی ترقی رکی رہی۔ لیکن اب ان کے لئے یہ خوشخبری ہے۔ کہ ڈاکٹر متھرا داس کا طریق عمل نامی کتاب اردو میں چھپ گئی ہے۔ رائے بہادر ڈاکٹر متھرا داس صاحب انچارج ہسپتال موگا کو ایک دنیا جانتی ہے۔ آپ نے ایک لاکھ سے زیادہ اپریشن کئے ہیں۔ کتاب میں تشریح اور امراض کے نام انگریزی اور طبی طور پر لکھے گئے ہیں۔ تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ اوپریشن کرنے کے طریقے نہایت مفصل اور سلیس زبان میں بیان کر دئے ہیں۔ ساتھ ہی تصاویر میں دکھائے گئے ہیں۔ تاکہ آسانی سے سمجھ میں آجائیں۔ ہسپتال کے خاص نسخے بھی کتاب میں درج ہیں۔ اسے پڑھ کر آپ کامیابی کے ساتھ اوپریشن کر سکتے ہیں۔ اوپریشن کرنے کے طریقے نہایت سادہ اور آسان ہیں۔ اسے پڑھیں۔ عزت۔ دولت اور شہرت حاصل کریں۔ ایک کامیاب سرجن و معالج بن جائیں۔ کتاب بے نظیر ہے۔ صرف دوسو اطبا کو بطور تحفہ رعایتاً دو روپے فی کتاب کے حساب سے روانہ کی جائے گی۔ بعد ازاں خاص قیمت لی جائیگی ۔

نوٹ:۔ کتاب طلباء کے لئے نہایت مفید ہے۔ اس میں امتحان کے سوالات بھی ہیں۔ کتاب آج ہی حسب ذیل پتہ سے طلب فرمائیں

ڈاکٹر ایم۔ کے۔ اے۔ آر۔ موگا۔ ضلع فیروزپور

خبردار! احباب دھوکہ سے بچیں

"اسلامی اصول کی فلاسفی" خریدتے وقت یہ معلوم کریں۔ کہ آیا حضرت مسیح موعود کا فوٹو اور حضرت خلیفۃ المسیح کی دو تقریریں اور غریب کی ہمدردی۔ اور لکھائی چھپائی عمدہ کہ جس کو بچہ اور بوڑھا بخوبی پڑھ سکے۔ اور سول اخبار کی رپورٹ ورائے اور حضرت اقدس کا اشتہار۔ اور سلسلہ احمدیہ کی کتابوں کی فہرست بھی درج ہے یا کہ نہیں۔ یا کہ ... ... صرف ظاہر داری ہی ہے۔ اور یہاں ہر قیمت اصل لاگت سے کم یعنی ۵ر اور ماہ جون میں فقط ۴ر درشین فوٹو والی رعایتی ۳ر فلاسفر کے لطیفے ۲ر۔ عبرت ۸ر محقق ۱ر قرآن کریم مترجم شاہ رفیع الدین علی حروف۔ حمائل بھی ۱۲ر کتاب الصرف ۱۲ر والنحو ۸ر۔ مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی قیمت ۲ر عمر کے ۱۲ اعلان اس کے علاوہ پنجابی مشہور شاعروں کی نظمیں اور ہائی سکولوں کی کتابیں اور عربی و فارسی۔ اردو کتابوں کے خلاصے بھی موجود ہیں علماء زمانہ ہر سہ حصہ ۱۲ر۔ اخلاق محمدی ۱۲ر انگریزی ترجمہ ... [illegible]

- مہرشی — ۱۰ر
- وید وں کے سربستہ راز ۲ر
- تار پیڈو — ۴ر
- ازالۃ الشکوک — ۲ر
- بت شکن — ۱۰ر
- کسر صلیب ہر دو حصہ — ۱۲ر
- عیسائیوں کی دیانتداری کا نمونہ — ۲ر
- نماز مترجم — ار
- سنگ مرواریدہر دو حصہ — ۱۰ر
- ابطال حقیقت وید — ۲ر
- اسلام کی عظیم الشان فتح — ۱ر
- سرچشم آریہ — ۲ر
- تصدیق المسیح — ۳ر
- ہمارا آقا مسجد — ۸ر
- ... کیلئے پیشگو — ۳ر

- کیفیت وید — ۵ر
- مشین گن — ۴ر
- ویدک توحید کا آئینہ — ۲ر
- صاعقہ ذوالجلال ہر دو حصہ — ۱ر
- ابطال الوہیت مسیح — ار
- آریہ خیچ کا فوٹو — ۸ر
- اخلاق خاتون — ۴ر
- تعلیم خاتون — ۴ر
- سورۃ نور کی تفسیر — ۱ر
- تصدیق براہین احمدیہ — ۱۲ر
- کلام الامام — ار
- ترک سوالات — ۸ر
- ازالہ اوہام — ۱ر
- قبولیت دعا کا طریق — ار
- تاریخ مسجد لنڈن — ۱ر
- سیرت المہدی ہر سہ حصہ — ۱ر
- اسلامی خدمات کا اعتراف — ۱ر

نصیر بک ایجنسی قادیان

جلسہ ۱۷ ارجون ۱۹۲۸ء واخلاق محمدی

نبی کریمؐ کی زندگی کا فوٹو اور مومن کی زندگی کا پروگرام مجموعہ نصائح از احادیث اس کتاب میں درج ہے۔ قیمت ۱ر

- مسیح موعود و علمائے زمانہ — ۱۲ر
- گورونانک کا اصل مذہب۔ گرمکھی — ۲ر
- سکھ ایڈیشنگ گیانی مسلمان ہوگیا — ۲ر
- ترجمہ انگریزی حصہ اول اس سال کی لیاقت مہینہ میں — ۴ر
- ترجمہ انگریزی حصہ دوم — ۱۰ر
- کمپوزیشن و خطوط نویسی انگریزی حصہ اول برائے مڈل — ۶ر
- جواب مضمون و خطوط نویسی حصہ دوم — ۱۰ر
- وفات عیسیٰؑ از روئے قرآن و احادیث و نظائر قرآن کریم دانا بغیل — ۲ر
- ہسٹری آف انگلینڈ (ٹر بیلے) کا اردو ترجمہ — ۱۲ر

منیجر دارعبدالرحمٰن بی اے قادیان

سلائی کی نہایت اعلیٰ مشین مفت حاصل کرنیکا طریق معلوم کرنے کیلئے ۱؎ کے ٹکٹ بھیجکر قواعد معلوم کریں

آنکھ گئی جہان گیا

تندرستی کی قدر بیمار سے اور آنکھ کی قدر نابینا سے پوچھو اگر آپ کی (آنکھیں) آپکو تکلیف دیتی ہیں۔ تو فوراً **تریاق بصر** منگوا کر استعمال کرو۔ جو دھند۔ جالا۔ خارش۔ سرخی ککرے پلکوں کی خارش پلکوں کے بال گرجانے بسلاق آنکھوں سے پانی جانے رطوبت بہتے رہنے کیلئے اکسیر بے نظیر ہے۔ قیمت فی تولہ ؎ نمونہ کی شیشی ۸؎

دانت گئے مزا گیا

آپکے دانت ہلنے لگ گئے ہوں۔ گندے اور میلے ہوگئے ہوں۔ منہ سے بو آتی ہو مسوڑھے متورم رہتے ہوں۔ ماسخورہ لگ گیا ہو مسوڑھوں سے خون اور پیپ آتی ہو۔ تو فوراً

تریاق دنداں

استعمال کیجئے جس کے چندروزہ استعمال سے آپکی تمام شکایات دور ہوجاوینگی۔ قیمت فی ڈبیہ ۸؎ نمونہ ؎

دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر

زندہ و تندرست رہنے والی اولاد کے خواہشمندو اگر آپکے بچے چھوٹی عمر میں ہی داغ مفارقت دے جاتے ہوں حمل گرجاتے ہوں یا مردہ بچے پیدا ہوتے ہوں۔ یا آپکے ہاں لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہوں تو سیدنا نورالدین اعظم رضؓ کے ایجاد کردہ اور ہزاروں کے تجربہ کردہ

نصف صدی گذشتہ سے زیر استعمال

تریاق اٹھرا

کا آج ہی اپنے گھر میں استعمال شروع کرادو۔ ہزاروں اجڑے گھر اس سے آباد ہوچکے ہیں۔ اولاد کیوجہ سے دکھ اٹھانے والے تسکین اور مایوس اور صدمہ رسیدہ اس سے [illegible] حاصل کرچکے ہیں۔ قیمت فی شیشی ؎ ... شیشی کے خریدار محصولڈاک معاف۔ مکمل علاج کیلئے نو شیشیاں درکار ہوتی ہیں۔ جو دوران حمل میں استعمال کرائی جاتی ہیں۔

غیر مفید ثابت کرنے والے کو پچاس روپے انعام

کیا آپ کا معدہ درست ہے؟ کیا آپ کو غذا ہضم ہوتی ہے؟ کیا آپ کو کھٹے ڈکار تو نہیں آیا کرتے۔ کیا آپ حسب منشاء غذا کھا سکتے ہیں۔ کیا غذا کھانے سے پہلے یا بعد آپ کا معدہ درد تو نہیں کرنے لگ جاتا۔ ان تمام حالات کیلئے

تریاق معدہ

کا استعمال کیجئے۔ جو آپکی جملہ تکالیف کو فی الفور دور کردے گا۔ تریاق معدہ سفر و حضر کیلئے بہترین رفیق ہے۔ علاوہ ازیں تریاق معدہ بھڑ بچھو کے کاٹے پر لگانا فی الفور تسکین دیتا ہے۔ ہیضہ و دستوں کیلئے بہترین دوا ہے۔ قیمت فی شیشی ۸؎ نمونہ کی شیشی ؎

عورتوں کے تمام پوشیدہ اور خاص امراض کا

علاج سیدنا حضرت نورالدین اعظم رضؓ کے فرمودہ طریق پر نہایت کامیابی سے کیا جاتا ہے۔ کسی بھی مرض کا علاج درکار ہو مفصل حالات تحریر کریں۔ جو نہایت احتیاط سے مخفی رکھے جاویں گے۔ اور دوائی حسب ضرورت بھیجی جائیگی۔ مایوس رہنے کی ضرورت نہیں جبکہ دور کئی خواتین فائدہ حاصل کرچکی ہیں۔ آپ کیوں محروم رہیں؟

یونیورسل ٹریڈ ہاؤس (شعبہ نسواں) قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

حضرت مولوی شیر علی صاحب کیا فرماتے ہیں؟

موتی [illegible] جسٹرڈ۔ آج علاوہ امراض چشم کیلئے اکسیر مانا گیا ہے حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر مدرسۃ الخواتین قادیان اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ مدرسۃ الخواتین کی ایک طالبہ کو ککروں کی وجہ سے سخت تکلیف تھی۔ چنانچہ وہ پڑھائی کرنے سے بھی عاجز ہوگئی تھی۔ اس نے آپکا سرمہ چند روز تک استعمال کیا جس سے اس کو بہت فائدہ ہوا۔ اب وہ باقاعدہ پڑھتی ہے۔ میں یہ اطلاع آپکو اس لئے دیتا ہوں۔ تاکہ اور لوگ بھی آپ کے سرمہ کی خوبی سے آگاہ ہوکر اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔ قیمت فی تولہ ؎ محصولڈاک علاوہ

منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور

احمدیہ لٹریچر برائے فروخت

اخبار الفضل کا مکمل سٹ جلد اول تا جلد ۲۴ مجلد

تشحیذ الاذہان کا مکمل سٹ جلد اول تا جلد ۱۶ مجلد

ریویو انگریزی کا مکمل سٹ جلد دوم تا جلد ۲۶ مجلد

ریویو اردو کے مختلف فائل حسب آرڈر مل سکیں گے۔

بلا جلد قیمت وغیرہ کا تصفیہ اس پتہ پر ہو۔

اے آر خواجہ قادیان پنجاب (انڈیا)

صرف دو سو ڈاکٹروں کیواسطے

ڈاکٹر متھراداس اینڈ آئی اوپریشنز چھپ کر تیار ہوچکی ہے۔ جس میں رائے بہادر ڈاکٹر متھراداس صاحب آئی سپیشلسٹ موگا کے جنہوں نے آنکھوں کے ایک لاکھ سے زیادہ اوپریشن کئے ہیں۔ اپریشن کرنے کے طریقے تصاویر میں درج ہیں۔ ہر ایک بات مفصل لکھی گئی ہے ہسپتال کے خاص نسخے بھی شامل کردئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں تکس سوانزی۔ پارسن۔ فشر یا نارڈ وغیرہ وغیرہ کتب کا خلاصہ درج کردیا ہے۔ اوپریشن کرنے کے طریقے آسان اور سادہ ہیں۔ کتاب بے نظیر ہے۔ میڈیکل سٹوڈنٹس کیلئے بھی مفید ہے۔ کیونکہ اس میں امتحان کے سوالات حل ہیں۔ اس کے مطالعہ کے بعد آپ کامیابی سے اپریشن اور علاج کرسکتے ہیں۔ اسے پڑھ کر عزت دولت اور شہرت حاصل کریں۔ ایک کامیاب ڈاکٹر بن جائیں۔ صرف دو سو ڈاکٹروں کو تحفتہً رعایتاً دو روپے فی کتاب کے حساب سے روانہ کیجائیگی۔ بعد ازاں خاص قیمت لی جائیگی۔ کتاب حسب ذیل پتہ سے جلدی طلب کریں۔

ڈاکٹر ایم کے۔ اے۔ آر موگا ضلع فیروزپور

بیکار دوست

فوراً میرے ساتھ خط و کتابت کریں اور گھر بیٹھے ہی کم از کم ایک سو روپیہ ماہوار آسانی سے کما سکنے کا ڈھنگ سیکھ لیں۔ بیکاروں کے سوا ملازمت پیشہ اور تاجر کتب پیشہ دوست بھی ضرور فائدہ اٹھائیں۔ جواب کیلئے ۲؎ کے ٹکٹ بھیجنے ضروری ہیں۔

مہتمم احمدیہ دواخانہ قادیان

پاک محمدؐ مصطفےٰ نبیوں کا سردار

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

(از سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بنت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

(۱)

ہمارے پیارے نبی کریمؐ کی پاک تعلیم کا ایک بیش بہا ثمرہ اور آپ کا ایک بڑا احسان (منجملہ بے شمار احسانات کے) یہ بھی ہے کہ آپ پر سچا ایمان لانے والا کبھی رنج وغم یاس و ناامیدی کا شکار ہو کر نہیں مرتا۔ کیا بلحاظ اس کے کہ ایک مسلمان کا مقصد اصلی دنیوی اغراض یا تعلقات سے بہت اعلےٰ اور برتر ہے اور کیا اس لئے کہ مسلمان کا خدا حیّ و قیوم قادر و توانا ہے۔ اور اسکے ایمان کا درجہ بلند

جب وقت مصائب کی صورت اک بندے کو دکھلاتا ہے
جب تاریکی چھا جاتی ہے غم کا بادل گھر آتا ہے

ہر گام پہ پاؤں پھسلتے ہیں آفات کے جھکڑ چلتے ہیں
جب صبر کا دامن ہاتھوں سے رہ رہ کر چھوٹا جاتا ہے

جب آنکھیں بھر بھر آتی ہیں امیدیں ڈوبی جاتی ہیں
جب یاس کا دریا چڑھتا ہے دل اس میں غوطے کھاتا ہے

جب ناؤ بھنور میں گھرتی ہے جب موت نظر میں پھرتی ہے
جب حیلے سب ہو چکتے ہیں انساں بے بس ہو جاتا ہے

جب دم سینے میں گھٹتا ہے جب دل میں ہوکیں اٹھتی ہیں
جب "جینا" کڑوا لگتا ہے جب "مرنا" دل سے بھاتا ہے

جب بڑے بڑے جی چھوڑتے ہیں جاں دینے کو سر پھوڑتے ہیں
اس وقت بس ایک "مسلماں" ہے جو صبر کی شان دکھاتا ہے

یہ برکت سب "اسلام" کی ہے تعلیم اس رحمت عام کی ہے
جو "نسخۂ تسکین" وہ لایا دل مُسلم کا ٹھیراتا ہے
بے آس کی آس بندھاتا ہے

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
"پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار"

---

(۲)

ہمارے پیارے مقدس نبیؐ کی تعلیم ہم کو قطعی ترک دنیا پر مجبور نہیں کرتی۔ اسلام ہم کو خالق ومخلوق ہر دو کے حقوق کی الگ الگ بجا آوری کا حکم دیتا اور دنیا میں رہ کر پھر دنیا سے الگ رہنا سکھلاتا ہے۔ یہی مذہب ہے جو فطرت کے مطابق ہے اور ہم کو کبھی بھی فطرت کے خلاف مجبور نہیں کرتا۔ بشر بن کر ہی خدا کو ڈھونڈنا یہی نمونہ بانیٔ اسلام نے دکھایا ہے۔ جس نے سب ناقابل عمل سختیوں سے ہم کو بچا لیا۔ نیز مسلمان دنیوی امور کے متعلقہ انعامات سے ہر جائز نفع اٹھانے کے ویسے ہی حقدار ہوتے ہیں جیسا کہ دوسری قومیں مگر مقصود اصلی کو نہیں ضائع ہونے دیتے۔

سب دنیا میں بیداری والے دین سے غافل سوتے ہیں
جب اس کے پیچھے پڑتے ہیں تو اس کو بالکل کھوتے ہیں

پر شاہ دو عالم کے پیرو کونین کے وارث بنتے ہیں
موجود ہے جو "مقصود" ہے وہ دونوں ہی حاصل ہوتے ہیں

جاری سب کاروبارِ جہاں - پر دل میں خیالِ یار نہاں
دن کاموں میں کٹ جاتا ہے راتوں کو اٹھکر روتے ہیں
دنیا سے الگ دنیا کے مگیں ملتے ہیں مگر گھلتے یہ نہیں
دُنیا تو اِن کی ہوتی ہے یہ آپ خدا کے ہوتے ہیں
سامانِ معیشت بھی کرنا پھر جیتے جی اُس پر مرنا
حق نفس کا بھی کرتے ہیں ادا پیچ اُلفت کے بھی بوتے ہیں
خالق مٹی سے گھڑتا ہے مٹی میں ہی بسنا پڑتا ہے
یہ خاک ہی کرتی پاک بھی ہے مل کے ہیں دل دھوتے ہیں
لاثانی اسوہ احمد کا یہ سیدھی راہ دکھاتا ہے
بے دُنیا چھوڑے مُسلم کو دنیا میں خدا مل جاتا ہے
ہر طرح کرم فرماتا ہے
بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
"پاک محمد مصطفٰے نبیوں کا سردار"

---

(۳)

مندرجہ بالا ہر دو بند تو دو عام احسانوں کے ذکر پر مشتمل تھے۔ جن کو آنحضرت کی تعلیم سے ہر ایک حقیقی فیضیاب ہونے والا اور آپ کا سچا پیرو واصل اور محسوس کرتا ہے۔ مگر ذیل کا بند محض رحمۃ للعلمین کے "عورت کی ہستی پر" گرانبار احسان کی یاددہانی کے لئے ہے اور صرف ہماری صنف سے متعلق ہے +

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن! جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دُنیا میں تو آتی تھی
جب باپ کی جھوٹی غیرت کا خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی یوں ماں تیری گھبراتی تھی
یہ خون جگر سے پالنے والے تیرا خون بہاتے تھے
جو نفرت تیری ذات سے تھی فطرت پر غالب آتی تھی
کیا تیری قدر و قیمت تھی؟ کچھ سوچ! تری کیا عزت تھی؟
تھا موت سے بدتر وہ جینا قسمت سے اگر بچ جاتی تھی
عورت ہونا تھی سخت خطا تھے تجھ پر سارے جبر روا
یہ جرم نہ بخشا جاتا تھا تامرگ سزائیں پاتی تھی
گویا تو کنکر پتھر تھی احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین وہ اپنی یاد تو کر! ترکہ میں بانٹی جاتی تھی
وہ رحمتِ عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے
اُن ظلموں سے چھڑواتا ہے
بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
"پاک محمد مصطفٰے نبیوں کا سردار"

صلِّ علیٰ محمدٍ

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر دفتر الفضل کے لئے قادیان سے شائع کیا

خوشخبری

اصلی بیاض نور الدینؓ طبع ہو رہی ہے

تمام احباب جن کو طب یونانی سے کچھ دلچسپی ہے وہ ابی المکرّم حضرت مولانا حکیم نور الدینؓ صاحب مرحوم و مغفور سابق طبیب خاص ہز ہانس مہاراجہ جموّں و کشمیر کے نام نامی سے بخوبی واقف ہیں۔ حضرت ابی المکرّم کے نام سے موسوم کئی طبی بیاضیں مختلف اصحاب شائع کر چکے ہیں مگر ان میں سے ایک بھی صحیح طور پر آپکی طرف منسوب نہیں ہو سکتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جن دوستوں نے وہ کتابیں منگوائیں انکو بہت کچھ مایوسی ہوتی رہی ہے اب تمام احباب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ حضرت ابی المکرّم کی **خاص قلمی بیاض** جس کو آپنے سالہا سال کی محنت اور جانفشانی کے ساتھ طیار کیا تھا چھپنی شروع ہو گئی ہے۔ اس میں کیا ہوگا مختصراً یہ کہ سر سے لیکر پاؤں تک تمام امراض کے اسباب اور انکے مجرب ترین نسخہ جات ڈاکٹری، ویدک اور یونانی درج ہیں یہ نسخہ جات وہ ہیں جو آپکی **تمام زندگی کے تجربات کا نچوڑ** ہیں اور جنہیں آپنے سالہا سال کی عرق ریزی اور غیر ممالک کے سفر سے حاصل کیا۔ اور ہزار ہا مریضوں پر تجربہ کر کے نافع اور مفید پایا۔ اسکے لئے **حضرت حکیم صاحب** مرحوم و مغفور کا نام کافی ضمانت ہے۔

اسقدر عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ کتاب کسی تجارتی غرض اور ذاتی منفعت کیلئے شائع نہیں کیجا رہی۔ بلکہ حضرت ابی المکرّم کی ایک امانت تھی جسے قدردانوں تک پہنچانا مقصود ہے اس خیال سے کہ عام لوگ بھی اس مفید عام کتاب سے فائدہ اٹھا سکیں مشکل طبی اصطلاحات کی تشریح بھی حاشیہ میں کر دیگئی ہے جس کی وجہ سے اس کتاب سے ایک معمولی قابلیت اور لیاقت رکھنے والا آدمی بھی بخوبی فائدہ اٹھا سکتا ہے کتاب کا حجم ایک ہزار صفحات سے زیادہ ہوگا۔ نہایت اعلیٰ کاغذ پر شائع کیجاویگی صحت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ ساتھ حضرت حکیم الامۃ کا نہایت خوبصورت فوٹو بھی ہوگا۔ مجلد کتاب کی قیمت قریباً پانچ روپیہ ہوگی۔ درخواستیں آنی چاہئیں۔

پتہ دفتر تیسرنا القرآن قادیان۔ پنجاب

المشتہر

(صاحبزادہ) عبد السلام عمر خلف اکبر حضرت مولٰنا حکیم نور الدینؓ صاحب مرحوم و مغفور قادیان

زبان خلق

صنفِ نسواں کی ترقی و اصلاح کیلئے آپکی محنتیں قابلِ ستائش ہیں۔ منعمِ حقیقی آپ کو اس کا اجر عطا کریگا۔ نورجہاں کا سالانہ نمبر درحقیقت سالانہ نمبر کے خطاب کا مستحق ہے۔ میری جانب سے دلی مبارکباد قبول فرمایئے۔ نورجہاں کے سرورق کی پیشانی کو آپنے جو آیۃ قرآنی سے مزین کیا ہے۔ اس سے طبیعت نہایت مسرور ہوئی۔ خدا کرے کہ نورجہاں فرقہ اناث کیلئے جادہ مستقیم کی مشعل ثابت ہو۔ نورجہاں میں دینی مضامین کے سلسلہ کو میں نہایت پسند کرتا ہوں۔ اسکو جاری رکھیئے۔ نورجہاں کا جو مقصد و مسلک ہے وہ بھی حقیقتاً بہت نیک ہے۔ رب العالمین اسمیں استقامت بخشے۔ آمین۔ آپ نے نورجہاں کے جلا کار کو جو نسوانی ہاتھوں میں دیدیا ہے۔ وہ اصولاً بہت عمدہ کیا ہے۔

محمد معین خاں سلطانیہ گرل اسکول۔ اجمیر شریف

ہندوستان کا مشہور و معروف زنانہ رسالہ نورجہاں امرتسر سے ماہوار نکلتا ہے جس کی ترتیب و تنظیم بکلی نسوانی ہاتھوں میں ہے۔ اسکا سالانہ نمبر ۱۰۰ صفحات پر شائع ہوا ہے۔ چھپائی لکھائی دیدہ زیب ہے۔ کاغذ بھی ہے۔ اگر شفاف نہ ہوتا جس سے دوسری طرف کے حروف بھی نظر آتے ہیں تو اور بھی بہتر تھا۔ مضامین نثر ایک سے ایک بڑھکر نظمیں دلپسند مفید ملک و ملت۔ تصاویر کا اچھا خاصہ ذخیرہ۔ غرض ہر طرح سے قابل قدر ہے۔ پیغام عمل کی تصویر اور اس پر نظم سونے پر سہاگہ ہے۔ ماتم ہستی (?) والی تصویر میں تو جان ڈالدی ہے۔ اور جو حسرتناک سین دکھلایا ہے۔ آپکا توکمال کر دیا ہے۔ بس ایک روپیہ قیمت تو اسی میں وصول ہو جاتی ہے۔ ایک ننھی بچی کے جذبات نظم میں ایسے سادہ اور دلکش ہیں۔ کہ جی چاہتا ہے "مصباح" میں نقل کردوں۔ زنانہ دستکاری کے متعلق بھی کافی میٹیریل دیا ہے۔ اور افسانے جتنے لکھے ہیں حیرت انگیز مگر نتیجہ خیز ہم "مصباح" پڑھنے والی خواتین سے سفارش کرینگے۔ کہ وہ سالانہ نمبر ۱۹۲۸ء نورجہاں ایک روپیہ میں وی پی منگا کر ضرور پڑھیں۔

(اخبار مصباح قادیان یکم مارچ ۱۹۲۸ء)

نوٹ:- رسالہ نورجہاں پردہ دار مستورات کا ماہوار رسالہ ہے جسکی مالک و نگران بیگم عزیز الرحمٰن صاحبہ (منیجنگ) ہیں۔ ایڈیٹر جنابہ ح [illegible] صاحبہ بیگم عنایت اللہ خاں۔ جوائنٹ ایڈیٹر و منیجر خاکسار حمیدہ سلطان۔ اسسٹنٹ منیجر نصرت سلطان اور کل عملہ کارکنان زنانہ ہے۔ ہر مہینے کے پہلے ہفتہ میں باتصویر شائع ہوتا ہے۔ سالانہ خریدار کو ایک سالانہ نمبر اور دو خاص نمبر علاوہ عام نمبروں کے مفت دیئے جاتے ہیں۔ قیمت سالانہ قسم اول کے کاغذ پر [illegible] قسم دوم کے کاغذ پر تین روپے۔ نمونہ کی قیمت جو ٹکٹوں کی صورت میں پیشگی آنی چاہیئے۔ قسم اول [illegible] قسم دوم کیلئے [illegible]۔ اس اخبار کا حوالہ دینے والی بہنوں کو نمونہ رعایتاً نصف قیمت پر ملے گا۔
خاتون منیجر رسالہ نورجہاں۔ امرتسر

خدا کے رحم اور فضل کیساتھ

کانچ کی چوڑیوں کا کارخانہ

رحمٰن برادرس سوداگران چوڑی فیروزآباد ضلع آگرہ

سیہ چوڑی بدست آں نگار
بہ شاخ صندلیں پیچیدہ مارے
(علی حزیں)

مندرجہ بالا شعر سے کانچ کی چوڑیوں کا استعمال عورتوں میں بغرض زیبائش ہونا ثابت ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی خیال کہ وہ اس کو اپنے سہاگ کا جزو لاینفک اور شگون نیک سمجھتی ہیں۔ اس لئے تقریباً ہندوستان کے ہر گھر میں ان کے استعمال کا عام رواج ہے۔

۱۔ ہمارے کارخانہ میں ہر قسم کی ریشمی۔ نگینہ۔ جوشن۔ گجری۔ فینسی چوڑی مثلاً پھول بالے [illegible] پھول سونا بائی وغیرہ سادہ دیسی چوڑی تیار ہوتی ہیں۔ مال عمدہ [illegible] بہ نرخ بازار نقد یا بذریعہ وی پی بھیجا جاتا ہے۔

۲۔ کارخانہ ہر ایک طرح کی احتیاط مال کے پیک کرنے میں کرتا ہے۔ مگر مال کو ریلوے کے سپرد کر دینے کے بعد کارخانہ کسی قسم کے نقصان کا جو راستہ میں ہو ذمہ دار نہیں۔ مال فروخت ہونے یا بھیجے جانے کے بعد واپس نہیں لیا جاتا۔ اگر وی پی نہ چھڑایا جاوے تو کل نقصان و صرفہ کا ذمہ دار خریدار ہوگا۔

۳۔ آرڈر کے ہمراہ بیس فیصدی بطور ایڈوانس آنے پر تعمیل فرمائش کیجاویگی۔ باہمی تعارف قائم ہو جانے کے بعد یہ بندش اٹھا دیجاویگی۔ کارخانہ کی دیانت امانت و خوش معاملگی کا اطمینان دلانیکو حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا حسب ذیل ارشاد ملاحظہ ہو۔

"مجھے انپر کامل اعتماد ہے۔ بہت بہتر ہوگا اگر دوست اس کام میں ان کی مدد فرمائیں۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں نہایت ضروری ہوگا کہ جماعت کی مالی حالت کو درست کرنے کیلئے جماعت کے احباب ان سے تعاون کریں۔ اور انکو آرڈر دلوانیکی سعی بلیغ فرمائیں۔"

۴۔ طلب کرنے پر فہرست کارخانہ مفت ارسال خدمت کیجاویگی۔ فہرست سے اگر دو چار نمونہ انتخاب کر کے طلب کئے جاویں تو وہ بھی مفت ارسال خدمت ہوں گے۔ جس خاص قسم کی چوڑی آپکے نواح میں زیادہ پسند کی جاتی ہو اس کے نمونہ کا ٹکڑہ ملفوف کر کے بھیجدیجئے۔ انشاء اللہ عمدہ بنوا کر روانہ خدمت کر دی جاویگی۔ مفصل قواعد کارخانہ و نرخ نامہ درج فہرست ہیں۔ آرڈر بھیجکر خود بھی فائدہ اٹھایئے۔ اور کارخانہ کو بھی ممنون احسان فرما کر عنداللہ و عندالناس ماجور ہو جیئے۔

الملتمس سید عابد حسین بی۔ اے منیجر کارخانہ رحمٰن برادرس سوداگران چوڑی فیروزآباد ضلع آگرہ

اگر آپ خوشحال زمیندار بننا چاہتے ہیں؟

تو اپنے چاہات پر پرانے دقیانوسی لکڑی کے رہٹوں کی بجائے ہمارے مضبوط اور بافراط پانی دینے والے آہنی رہٹ لگوائیں۔ اور ہم سے چارہ کترنے کی مشین اور آہنی ہل وغیرہ خرید کر کام میں لائیں۔ اور

اگر کامیاب کارخانہ دار بننے کے خواہشمند ہیں

تو ہمارے شہرۂ آفاق۔ آئل انجن۔ فلور ملز۔ چاولوں کی مشین۔ آٹا پیسنے کی بیل چکیاں (آہنی خراس) وغیرہ سے کام شروع کریں۔

علاوہ ازیں

ہمارے ہاں بادام روغن اور سیویاں بنانے کی مشینیں تیار ہوتی ہیں۔ ہماری باتصویر فہرست مفت طلب فرمائیے۔

المشتہر
ایم عبدالرشید اینڈ سنز سوداگران مشینری احمدیہ بلڈنگ بٹالہ (پنجاب)

طالب علموں کو مژدہ

(منظور کردہ سررشتہ تعلیم صوبہ ہائے بنگال و بمبئی)

عالیجناب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب ایم اے پی ایچ ڈی ڈی ایس سی [illegible] وائس چانسلر یونیورسٹی علیگڑھ	عالی جناب آنریبل خواجہ [illegible] صاحب مرحوم بی اے ایل ایل بی [illegible] وکیل ہائی کورٹ میرٹھ

اخبار تعلیم لاہور۔ پیسہ اخبار لاہور۔ وطن لاہور۔ وکیل امرتسر۔ [illegible]

ہندوستان کے متعدد اخبارات و رسائل و دیگر ماہران تعلیم نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے کہ یہ کتاب [illegible] سے بہتر [illegible] انگریزی سیکھنے والی کتاب [illegible] العام [illegible] حصہ اول [illegible] حصہ دوم [illegible] حصہ سوم [illegible] تاجران کتب کو [illegible] کمیشن [illegible] فیصدی [illegible]

[illegible]

المشتہر۔ خاکسار محمد رضی بی اے (علیگ) سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ [illegible]